ماهنامہ
داستانِ دل
ڈائجسٹ
سلسلے وار ناول، افسانے
۔شاعری اندر کے صفحات
پر ملاحظہ فرمائیں
نومبر ۔اکتوبر
داستانِ دل ڈائجسٹ 2017 ایڈیٹر ندیم عباس ڈھکو

ایڈیٹر ندیم عباس ڈھکو

دوستو! کیسے ہیں آپ سب امید کرتے ہیں
آپ ٹھیک ہوں گے دوستو اس ماہ کا شمارہ بہت
محنت سے تیار کیا گیا ہم نے کوشش کی ہے کہ
تمام دوستوں کے شکوے دور کیے جائیں
۔۔ہماری یہ کاوش آپکو کیسی لگی اپنی رائے
لازمی دیں داستان دل میں تمام کہانیاں فری
شائع کی جاتی ہیں اس لیے کسی سے لین دین
مت کریں اور صرف ہم سے رابطہ کریں

داستان دل میں سفارش قبول نہیں کی جاتی
اپنے لفظوں کو اس قابل کریں کے ہم
مجبور ہو جائیں آپکی تحریر کو شائع کرنے کے
لیے اور داستان دل کے بارے اپنے دوستوں
کو لازمی بتائیں اور ہمارے ڈائجسٹ کا لنک
اپنے دوستوں کے ساتھ لازمی شئیر کریں اور
ہمیں فیس بک اور واٹس اپ پر جوائن کریں

ہمارے آفیشیل رابطے کے ذریعے

واٹس اپ:03225494228

فیس بک:03377017753

Abbasnadeem283@gmail.com

یا اللہ برما کے مسلمانوں پر رحم فرما (آمین)

خصوصی تعاون:

داستان دل ڈائجسٹ کے شمارے کی جھلکیاں

دو منظر 203 عفاف گل

مفہوم آزادی 256 شگفتہ یاسمین

کراچی 54 عریشہ سہل

ماں 77 حلیمہ وحید

اسلام کا دائرہ 216 انور حسین دوبئی

دوستی کیا ہے 33 محمد مسعود یو کے

داستان دل کے لیے اپنی تحریریں ہمیں

واٹس اپ اور ای میل کریں

واٹس اپ:03225494228

Abbasnadeem283@gmail.

سلسلے وار ناول

محبت کی انتہا چاہتا ہوں محمد شعیب

(آخری قسط 57)

میرے مہربان 219 کومل احمد

حواس 343 مزمل

مکمل ناول

کفارہ 170 حرا اجمل

دِل مشکل 302 حسیب اشرف

عشق دیوانہ 85 ماہ نور علی

تیرے قرب کی حسرت 156 مونا نقوی

جنت کا راستہ

حرا طاہر سعودی عرب

جنت کا راستہ*از حرا طاہر

قرآن و حدیث کی روشنی میں..

جنت میں جانے کیلیۓ کتنے اور کون کونسے راستے ہیں؟

اگر ہم قرآن مجید کی ان آیات کا بغور مطالعہ کر لیں تو اس بات کو بخوبی سمجھا جا سکتا ہے...

یہ حدیں اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ہیں اور* جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا اسے اللہ تعالیٰ جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے

سورۃ النساء13 :۔

اے ایمان والو !فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔ پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول کی طرف، اگر تمہیں اللہ

جانے کیوں جنت میں ہے چراغاں ناصر
مستونگ سے کچھ مولاؑ کے زوار آئے ہیں
کلام:: ناصر رضا بابر

تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ بہت بہتر ہے اور باعتبارِ انجام کے بہت اچھا ہے

۔سورۃ النساء59 :۔

اور جو بھی* اللہ تعالیٰ کی اور رسول کی فرمانبرداری کرے، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے، جیسے نبی اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ، یہ بہترین رفیق ہیں

۔سورۃ النساء69 :۔

قرآن کی آیات کے بعد ۔طوالت سے بچتے ہوئے صرف۔ ایک حدیث پیشِ خدمت ہے

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ۔بعض صحابہ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو لائنیں دائیں اور دو بائیں کھینچیں، پھر اپنا ہاتھ درمیانی ۔سیدھی۔ لائن پر رکھا اور فرمایا :یہ اللہ کا راستہ ہے اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی :اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ۔سیدھا۔ ہے، سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو !کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی ۔الأنعام153 :۔

۔سنن ابن ماجہ11 :۔

اس میں ہر صاحبِ دل کے لئے عبرت ہے اور اس کے لئے جو دل سے متوجہ ہو کر کان لگائے اور وہ حاضر ہو

۔سورۃ ق37 :۔

ایڈیٹر ندیم عباس ڈھکو کے نام تمام قارئین کے محبت نامے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آپکو ہمارا شمارہ کیسا لگا؟ ہمیں لازمی بتایا کریں ہمیں آپ کی رائے کا بڑی شدت سے انتظار رہے گا

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

واٹس اپ:03225494228

داستان دل کے تمام لکھاری۔ قارئین۔شاعر حضرات سے ریکویسٹ ہے کہ داستان دل کا لنک اپنے دوستوں اور فیس بک پر لازمی شئیر کریں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

لکھاری اپنی تحریریوں کی اپ ڈیٹ داستان دل ڈائجسٹ کے آفیشل پیج سے ہی شئیر کریں

ایڈیٹر۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ایڈیٹر: ندیم عباس ڈھکو

☆☆☆☆☆

ہما علی شاہ۔امریکہ

ندیم بھائی بہت اچھا لگا آپکا شمارہ پڑھنے میں بہت آسانی ہے پہلے ہم پاکستان سے پیسے خرچ کر کے شمارے منگواتے تھے اب جب سے آپکا داستان دل ڈائجسٹ پڑھا ہم تو اس کے دیوانے ہو گئے ہیں۔ہم کالج میں سب فرینڈ اکثر آپ کے ڈائجسٹ کے بارے باتیں کرتی ہیں۔۔بھائی کیا ہم آپ کے

ڈائجسٹ میں لکھ سکتے ہیں۔ میں نے اپنی سب فرینڈ کو پی ڈی ایف فائل سینڈ کی تھی۔ سب نے بہت پسند کیا ابھی بھی کالج میں مل کر آپکو ای میل کر رہی ہیں اگر ہمارا محبت نامہ شامل ہوا تو انشاءاللہ ہر ماہ ہم سب فرینڈز مل کر لکھا کریں گے۔ اور میری اک فرینڈ بہت ناراض ہے۔ آپ سے آپ نے شاعری کا لائیو شو ہمارے گروپ میں کرنے سے انکار کیوں کر دیا ---بھائی پلیز مان جاؤ اپنی بہن کی خاطر۔ آپکی آواز بہت پیاری ہے ہم نے یوٹیوب پر آپکی آواز میں شاعری سنی بہت اچھی ہے ماشاءاللہ---پلیز لازمی کرنا شو ہمارے کالج کے گروپ میں۔ ہمیں آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔

(بہت شکریہ! مجھے بہت خوشی ہوئی کے آپکو داستان دل پسند آیا اور آپکے پیسے بھی بچ رہیں،، ویسے ہمارے کتنے ان میں سے؟ آپکی تمام فرینڈ کا بھی شکر گزار ہوں ہمیشہ ایسے ہی داستان دل کا ساتھ دیتے رہنا۔ آپ لوگو کے ساتھ سے ہی ہم آج اس مقام پر ہیں پلیز تمام ممبر داستان دل کا لنک اپنے دوستوں کے ساتھ لازمی شئیر کریں۔

پیاری بہن آج کل بہت بیزی ہوں جلد کروں گا جسے فری ہوا انشاءاللہ ضرور میں داستان دل کی آئی ڈی 03377017753 پر لائیو شو کر رہا ہوں اس پر سن سکتے ہیں آپ---ایڈیٹر ندیم عباس ڈھکو)

☆☆☆☆☆

اسلام علیکم...

آج میں پہلی بار تبصرہ لکھ رہی ھوں ورنہ آج تک تو دوسروں کے پڑھتی آرہی ھوں۔ "داستان دل" یکم اپریل سے پڑھتی آرہی ھوں (ماہ اگست کا شمار گمشدہ تھا) ماشاءاللہ سے کافی ترقی کر چکا ھے اور بہت سے لوگوں کا پسندیدہ ڈائجسٹ بن چکا ھے،، دلی دعا ھے کے یہ جلد ہی مارکیٹ میں آجائے۔ ماہ نومبر کا شمار میرے لیے بہار ثابت ھوا پورا پڑھا زرا بھی بور نھی ہوئی کیونکہ یہ تھا ہی اتنا اچھا، بلکہ کافی کچھ سیکھنے کو ملا۔

سیدھا میں محمد شعیب کا ناول "لازاول" پڑھنے گئی کیوں کے اس کی اگلی قسط کا بے چینی سے انتظار رہتا ھے اور ہر قسط کی

طرح اس بار کی قسط بھی لاجواب تھی یہ ناول پڑھ کر کافی کچھ سکھنے کو ملا، لیکن ہمارا نفس ہمارا پیچھا نھی چھوڑتا ھم ایک قدم سیدھے راستے کی طرح بڑاھتے ہیں تو نفس دو قدم پیچھے ڈھکیل لیتا ھے، ہاں تو جب پوری قسط پڑھنے کے بعد نیچے لکھے الفاظ پڑھ کے اداسی سی ھوئی کے اگلی قسط آخری ھے۔

"ندیم" بھائی آپ سے ایک گزارش ہے کہ کسی بھی ناول کی قسط شعائع کرنے سے پہلے اوپر چند سطروں سے پہلی قسط کا خلاصہ کر دیا کرے اور دوسری گزارش ھے کے "لازاول" کے ختم ھونے پہ آپ محمد شعیب کا ہی ناول "مہر نہ ملا" یا عمیرہ احمد کا ناول پیر کامل شعائع کرے اس کے بدلے۔ اور آخر میں بہت بہت شکریہ اتنے خوبصورت ڈائجسٹ کے لیے۔

(نوموکوموـمکہ مکرم)

(بہت شکریہ اتنی محبت کا اظہار کرنے کا انشاءاللہ جلد مارکیٹ میں داستان دل آرہاہے اور آپکی رائے پر انشاءاللہ عمل کیا جائے گا اور ہمشہ آتے رہنا۔ اور آپ خود لکھنے کی کوشش کریں آپ بھی لکھ سکتے ہیں کیا میں امید کروں کا آپکاناول بھی مجھے موصول ہو گا۔ایڈیٹر)

عائشہ آپکی یہ تحریر بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے. اس قدر عمدہ تحریر لکھی ہے آپ نے. شعیب بھائی کا ناول بہترین تھا. ساہیوال کے نعت خواں کا نام بھی غلط ٹائپ ہوا تھا جسے دیکھ کر مجھے بے حد افسوس بھی ہوا. علی رضا بھائی اپنے فرائض بہت احسن انداز میں دے رہے ہیں. پیا سحر، واجد شیخ، صبا احمد، اقصی سحر، نیلم شہزادی، گل ارباب، محسن عتیق، مومل عروش، عائشہ انصاری اور آمنہ رشید آپ سب ابھی محنت جاری رکھیں. آپکو مزید بہتری کی ضرورت ہے. عید کا احوال کسی نے بھی کچھ خاص نہیں لکھا. عریشہ سہیل نے رانا زاہد کا کا فلمی قائدہ جو منتخب کیا تھا بہت خوب تھا. پارس میمن، علشبہ، تنزیلہ، فاطمہ، رافعہ، عشو ارانا، گلشن خان اور احمد قریشی کے تبصرے خوب تھے. کبری نوید کا شاعری کا انتخاب بہت خوب تھا. حافظہ ردا فاطمہ کا میں مشکور ہوں جنہوں نے میری شاعری کو پسند کیا. آبرو نبیلہ اقبال کی شاعری بھی قدرے بہتر تھی. شیر علی شیر امریکہ والے بھائی کا اپنی شاعری بھیجنے کے لئے بہت بہت شکریہ. ریحانہ اعجاز بھی اچھی شاعری کر لیتی ہیں. سحر ش علی نقوی اور زلقدر فاطمہ آپ دونوں بھی بہت عمدہ لکھتی ہیں. ملائکہ خان راولپنڈی آپ بہت اچھا ورک کر رہی ہیں. سلامت رہیے. انچارج علی رضا، ریمانور

رضوان، سحر ش علی نقوی، مہوش ملک، اور آبرو نبیلہ اقبال آپ سب بہت احسن انداز میں اپنے فرائض سر انجام دے رہے ہیں. آپ سب سے ہم کو بہت سی امیدیں وابستہ ہیں. محبت نامے پڑھ کر تو بہت ہی خوشی ہوئی. قارئین میں سے مسکان نور کا میں مشکور ہوں جنہوں نے اتنی توجہ سے داستان دل کو پڑھا اور اپنا تبصرہ بھی بھیجا. امید ہے کہ آپ ہمارا یونہی ساتھ دیتی رہیں گی. آبرو نبیلہ اقبال نے بہت اچھا تبصرہ لکھا ہے. کبری نوید کا تبصرہ کافی حد تک بہتر تھا. حقیقت پر مبنی میری تحریر "بورڈ ٹاپر" کیسی تھی. اپنے خیالات کا اظہار ضرور کیجیے گا. اور داستان دل ٹیم سے گزارش ہے کہ تعارفی سلسلہ میں میرا تعارف جو بھیجا تھا وہ تو شامل کر دیں. ظالمو! اسامہ زایروی کو کبھی اسامہ زاہری اور کبھی اسامہ راہوری لکھ رہے ہو. خدا کے واسطے اتنے نام مت دیں مجھ کو ہاہاہا. امید ہے کہ اگلی بار شمارے میں ایسی غلطیاں نظر نہیں آئیں گی. آخر میں داستان دل کی پوری ٹیم کا شکر گزار ہوں.

(اسامہ زاہروی ڈسکہ سیالکوٹ)

(میرے پیارے بھائی سب سے پہلے تو معافی چاہتے ہیں انشاءاللہ آپکی رائے پر عمل ہو گا اور آئندہ شمارے پر تبصرہ لازمی کرنا انتظار رہے گا اور امید ہے کہ آپکے تمام شکوے دور ہو گئے ہوں گے۔ ایڈیٹر)

اسلام و علیکم۔۔۔'

میرا داستان دل سے اکتوبر میں تعارف ہوا۔۔۔ تبصرہ کیا کروں۔۔۔ نومبر کا پہلا شمارہ اپلوڈ کیا۔۔۔ بہت ہی روایتی اور خوبصورت انداز سے آغاز تھا۔ حمد باری تعالی اور نعت پاک بہت خوبصورت موتیوں سے الفاظ کا چناو کیا گیا تھا۔۔۔ اور حرا طاہر کی تحریر "درود شریف کی اہمیت اور فضائل" بہت ہی اعلی تحریر لگی۔ بہت ہی اچھا لگا رسالہ۔۔۔ دلچسپ ناول اور سبق آموز کہانیاں، کمال شاعری نظمیں اور غزلیں سب کچھ بہت ہی پسند آیا۔ نور مختصر تبصرہ کرے گی۔۔۔۔۔۔۔۔ اصل میں سارا ڈائجسٹ بہت پسند آیا۔۔۔ مجھے لگتا کہ یہ نئے لکھاریوں کے لیے ایک بہترین پلیٹ فارم ہے۔۔۔ جو نو آموز لکھنے والے لوگ ہیں۔۔۔۔ ان کے لیے داستان دل کی شکل میں ایک بہترین حوصلہ افزائی کا جگمگاتا ہوا دیا ہے۔ پتا اس دور میں لکھنے والے اس لیے بھی لکھنے سے گریز کرتے کہ کون سا کسی نے پڑھنا ہے یا کسی کے پاس ٹائم ہے۔۔۔ تو

لفظوں کی اہمیت نہ ختم ہو جائے کہیں۔۔۔۔۔۔پر نور ایک بات بتائے کہ الفاظ کی اہمیت کبھی ختم نہیں ہوتی۔۔۔۔۔۔۔ خوبصورت الفاظ ہمیشہ تاروں کی مانند جگمگاتے رہتے ہیں۔۔۔۔۔میری دعا ہے کہ یہ رسالہ بہت۔۔۔۔بہت زیادہ ترقی کرے۔(آمین)

(نور بخاری)

(ہمشہ پھولوں کی طرح مسکراتی رہو نور۔بہت اچھا لگا آپکے الفاظ پڑھ کر اب ہمشہ ناطہ قائم رکھنا داستان دل کے صفحات ہمشہ آپکے لفظوں کے انتظار کریں گے شکریہ۔ایڈیٹر)

....

....

داستان دل سے مجھے اچھا رسپونس مل رہا ہے امید کرتی ہوں یہاں کی ٹیم کافی اچھا ورک کرتی نظر آ رہی ہیں۔۔۔ آگے بھی جاری وساری رکھیں اسی طرح اور میں نے ابھی کافی کچھ جاننا باقی ہیں اس ڈائجسٹ کے متعلق۔۔۔۔آنلائین ریکوڈینگ بھی سنی دلچسپ پہلو ہوتے ہیں۔۔۔ندیم صاحب نے کافی انجوائے کیا۔۔۔۔اللہ آپکے داستان دل کو ہر دل کی آواز بنائے۔۔۔۔اور کئی بجھتے ہوئے دلوں کو جگا دے ۔۔۔۔روتے ہوئے مکھڑوں کو مہکا دے۔۔۔۔۔ایسی کہانیاں جو سبق آموز ہو۔۔۔مجھے ریمانور رضوان کی قلم سے دلی لگاو ہے۔۔۔قلم کی بات کی جائیں تو۔۔۔علی رضا کی قلم سے ملاقات بھی اچھی لگی۔۔۔۔ماشااللہ اللہ نے اتنے کم عمر میں روشن دماغی صلاحیت سے نوازا ہیں۔۔۔۔سحرش علی نقوی جی بہت خوب ہیں آپ اینڈ ریحانہ اعجاز کی تمام کاوش پسند آتی ہیں۔۔۔۔۔۔میرا مقصد کسی کی دلازاری ہرگز نہیں مگر بہت معازرت کے ساتھ کہنا چاہتی ہوں۔۔۔۔کہ میں آپ لوگوں کو بس اتنا ہی جان پائی ہوں وقت کی قلت ہوتی ہیں اور ہر روز پر لگا کے آگے بھاگتا دیکھائی دیتا ہیں ۔۔۔۔۔شکریہ۔

(صدف قمر)

(نوازش ہمشہ دعاؤں کے گلدستے ارسال کرتے رہنا۔۔۔آپکی رائے پر ریمانور کی تحریر کو اس دفعہ پھر شامل کر لیا ہے ہمشہ رائے سے نوازتے رہنا۔ایڈیٹر)

داستان دل کی ساری ٹیم کو میرا پیار بھرا اسلام.... قبول کریں...امید کرتی ہوں کہ سب خریت سے ہونگے.... اور دعا کرتی ہوں

کہ اللہ سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے آمین. داستان دل واحد ڈائجسٹ ھے کہ جس کے لیے میں اپنی مصروفیات میں سے وقت نکال کے ضرور پڑھتی ہوں. دعا ھے کہ خدا اس کو ترقی کی راہ پہ گامزن رکھے...اور سر ندیم کا تھہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں کہ انھوں نے ھمیں اتنا اچھا ڈائجسٹ دیا. اور ایسا ڈائجسٹ کہ جس میں ہر چیز پڑھنے کو مل جاتی ھے.. اب چلتے ھیں ڈائجسٹ پہ تبصرے کی طرف... ٹائیٹل اچھا تھا. اس کے بعد حمد و نعت سے مستفید ہوئے... آؤ دین سکھے میں درود شریف کی اہمیت سے استفادہ حاصل کیا... اس کے بعد فاطمہ عبدالخالق سے ملاقات کی ان سے بات کر کہ بھر مزہ آیا..... مختصر کھانیاں سب کی بہت اچھی تھیں. آبروؤ اور گل ارباب کی کھانی پسند آئی... نور بخاری کی سٹوری "آؤ خود کو بدلیں" سپر سٹوری غلط راستہ ریما نور رضوان ھی سٹوری پڑھ کر بہت دکھ ہوا... آج کل کے پیار کچھ نھیں ہوتا... صرف اپنے ھی اپنے ہوتے ھیں.... اور سٹوریز سبق آموز تھی. کوئی کوئی نہ سبق تھا اگر کوئی سمجھے

تو...... ھاں جی داستان دل کی شاعری کی بات کی جائے تو بہت کمال کی شاعری ہوتی ھے میں کم از کم تین چار دفعہ پڑھتی ہو پھر بھی دل نھیں بھرتا.... کھانے پکانے کے معاملے میں اناڑی ہو اس کو صرف دیکھا اور بس اس کی بعد بیوٹی ٹیپس سے بہت کچھ سیکھا بھی اور آزمایہ بھی تبصرے سب کے بہت پسند آئیں. اب میں جاؤ اس سے پھلے کہ آپ سب لوگ مجھے جانے کا بولو.... داستان دل کی ساری ٹیم آبروؤ اور سحرش کے لیے بہت سی دعائیں جن کی محنت اور کاوشوں کی وجہ سے داستان دل ہر ماہ ملتا ھیں اللہ سے دعا ھے کہ ان کو مزید ترقی عطا فرمائیں اور کامیابیاں عطا کریں... آمین.. اوکے زندگی نے وفا کی تو اگلے ماہ پھر ملے گئے اک نئے جوش اور ولولے کے ساتھ تب تک رکھے اپنا اور اپنے سے جوڑے ہر انسان کا خیال.. اللہ حافظ دعاؤں کی طلبگار

(ملائکہ خان. راولپنڈی)

(ارے ارے ملائکہ اتنی جلدی میں تبصرہ لکھنے کی کیا وجہ ۔۔اتنا چھوٹا ہمارا داستان دل تو نہی جتنا چھوٹا تبصرہ کیا تحویل تبصرے کا انتظار رہے گا۔ آپ کا ورق بہت اچھا ہے۔ہمشہ مسکراتے رہو۔ایڈیٹر)

اوے آگے سے ہٹ جاؤ
جگہ بناؤ،
ارے بھائی کوئی چائے پانی لاؤ
اتنی سخت بھدر کی گرمی میں وہ کہاں منڈی بہاؤالدین کے جنوب مغرب کے بہت پیارے شہر گوجرہ سے تشریف لے کر ادھر آپ کے داستان دل میں اپنے دکھ بانٹنے اور سکھ پانے آئے ہیں اور دیکھو کوئی پروٹوکول ہی نہیں، کتنی زیادتی ہے،، اگر لڑکی ہوتا تو ضرور زور پڑتا مگر کیا کروں،، پاپا کا اکلوتا بیٹا ہوں،، لڑکی بننے کی اکٹنگ بھی کی تو ابا حضور سے جوتے پڑیں گے، آپ لوگ بھی کہیں گے زبان تو عورتوں جتنی ہی لمبی ہے، کافی دیر سے بڑبڑ کئیے جارہا ہے نہ جان نہ پہچان میں تیرا مہمان، تو سنیے مجھے حماد کہتے ہیں، حماد ظفر ہادی اور ہم آپ کے داستان دل پے تبصرہ کرنے آے ہیں آپ بھی کہیں گے گھر میں دوسری دفع سالن تو ملتا اور یہاں ہادی صاحب تبصرہ کر رہے ہیں،، ارے ایسی کوئی بات نہیں گھر سے سالن ملے نہ ملے باتیں سننے کو ضرور مل جاتی ہیں جن کی چٹنی بنا کے میں اپنے قارائین کو پیش کر دیتا ہوں۔۔ تو اب کافی ہو گئی چٹنی اسلام علیکم محترم جناب ایڈیٹر صاحب امید کرتا ہوں خیریت سے ہوں گے آپکا داستان دل، دل کو جالگا، سارے کا سارا پڑھ کے دم لیا مگر اپنی تحریر نہ پا کر دل روہانسا ہو گیا، ندیم عباس کی سٹوری، محمد شعیب، نزہت جبں، راحیلہ منظر اور شہزاد سلطان کی سٹوریز نے دل جیت لیا،، منظور بھائی کا انٹرویو بہت اچھا تھا، باقی تمام سلسلے بہت اچھے جارہے ہیں تمام پڑھنے والوں کو سلام،،

(حماد ظفر ہادی۔ گوجرہ)

(ہادی بھائی بہت بڑی ناانصافی کی ہے داستان دل پر اتنا چھوٹا تبصرہ اچھی بات نہیں یہ۔۔ چلو ہم آپ سے ناراض ہیں۔ ہمشہ میں اپنوں سے ناراض ہی رہتا ہوں کیونکہ ان پر مجھے مان ہوتا ہے۔۔۔ اندازِ بیان کیا کہنے یار ہمیشہ اس انداز سے ہی آنا ۔شکریہ ایڈیٹر)

اسلام و علیکم ورحمتہ اللہ ماہنامہ داستانِ دل نومبر جیسے ہی پاک سوسائٹی پہ اپلوڈ ہوا فوراً ہی ڈاؤنلوڈ کر لیا۔ اور پڑھنا شروع کر دیا۔ حمد و نعت، درودِ پاک کی فضیلت سے مستفید ہوئے۔ نیلم

شہزادی، لبنیٰ غزل، گل ارباب، سحر ش علی نقوی، عریشہ سہیل، اُسامہ زہراوی کی تحریریں معاشرے کے بہت سے پہلوؤں کی عکاسی کرتی ہیں۔ ریمانور نے ایک اصلاحی کہانی لکھی۔ ہر لڑکی کو اپنی عزت و وقار کا خیال خود رکھنا چاہیے۔ ریما میری بہت پیاری دوست بھی ہیں ان کی تحریر پڑھ کہ مجھے ایک شعر یاد آ گیا جو میں نے کہیں پڑھا تھا۔

یہ رانجھا اِس صدی کا ہے ذرا محتاط رہنا تم

اُٹھا کے فائدہ تیرا یہ پھر سے ہیر بدلے گا

نبیلہ نازش راؤ کی تحریر ہمارے معاشرے میں کی ایک روتی سسکتی مرتے خوابوں کی تحریر تھی جہاں نہ صرف خواب مرتے ہیں بلکہ ہم بھی بعض اوقات خوابوں کے ساتھ مر جاتے ہیں اور دفن کر دیے جاتے ہیں۔ شمع حفیظ، خدیجہ کشمیری کی مختصر تحریریں بھی اچھی تھی۔ صبا احمد کی ہلکی پھلکی سی تحریر اعتبار ہو تم اچھی لگی۔ ساہیوال کے نعت خواں کا انٹرویو پڑھ کہ بہت اچھا لگا۔ ثنا واجد کا عینک والا جن پہ تبصرہ پڑھ کہ اپنا بچپن یاد آ گیا، دل باغ باغ ہو گیا۔ ایک انتہائی نازک پہلو پہ فرحت اشتیاق کی تحریر اُڑاری پہ ریحانہ اعجاز کا تبصرہ بہت خوب تھا۔ شاعری مقابلے میں حصہ لینے والے تمام احباب نے بھی بہت معیاری اشعار لکھے۔ ندیم عباس ڈھکو صاحب میں آپ کی تہہِ دل سے ممنون ہو کہ آپ نے خاکسار کو داستانِ دل کی نائب مدیرہ ہونے کا اعزاز دیا۔ اللہ پاک آپ کو اور آپ کے ڈائجسٹ کو کامیابیاں و کامرانیوں سے سرفراز فرمائے۔ داستانِ دل کی تمام قارئین اور ٹیم کے لیے نیک تمنائیں۔۔۔ سدا خوش رہیں۔ زندگی کے ہر قدم پہ کامیابی آپکا مقدر رہو۔ آمین جزاک اللہ

(آبروِ نبیلہ اقبال)

(بہت شکریہ۔ میرے لیے اعزاز کی بات ہے کہ میری ٹیم میں آپ جیسے خوش اخلاق شامل ہیں، داستان دل پر تبصرہ پر مشکور ہوں آپکا۔ اور داستان دل میں تحریر لوگوں کی رائے پر شامل کرتے ہیں جیسے کہ ریما کی تحریر کو پسند کیا جا رہا ہے اس لیے ان کو دوبارہ جگہ جلدی مل رہی ہے آپ کس کی تحریریں پڑھنا چاہتے ہیں آپنے محبت نامے میں ان کا حوالہ ضرور دیا کریں تاکہ ادارے کو راہنمائی ہو تحریریں انتخاب کرنے میں۔۔۔۔۔۔ ایڈیٹر)

اسلام علیکم پہلی بار جب داستان دل پڑھا مزہ آ گیا اب تو نئے مہینے کا انتظار رہتا ہے کہ کب نیا مہینہ شروع ہو گا اور کب

داستان دل ہاتھ میں آے گا ماشاء اللہ بہت اچھا جا رہا ہے ہے
داستان دل سب سے اچھی بات تو یہ ہے داستاں دل کی اس
میں سب کو موقع مل رہا ہے نومبر کی ساری کہانیاں اچھی تھی
لیکن مجھے سب سے بیسٹ آسیہ شاہین کا آفسانہ مسافت لگا

(ناز خان)

(بہت شکریہ آپکا ہمشہ خوش رہو۔۔۔داستان دل پر تحویل تبصرے کا انتظار رہے گا۔ایڈیٹر)

اسلام و علیکم !!نزہت آپی اور ندیم عباس صاحب۔!!۔
داستانِ دل کی ساری ٹیم کو میری طرف سے بہت بہت
مبارک ہو۔اتنی جلدی،اپنے جریدے کے معیار کو اتنی
بلندی پر لے جانا کوئی معمولی بات نہیں۔آپ سب کی شبانہ
روز محنت اور خلوص پرچے کے لفظ لفظ سے ظاہر ہو رہا ہے۔
ماشااللہ۔اللہ آپکو اور زیادہ ترقی اور کامیابیاں عطا
کرے۔آمین۔میں نے آپکو اپنی چند کہانیاں ارسال کی ہیں۔
آپ انہیں دیکھ لیجئے گا اگر مناسب لگیں تو جگہ بھی ضرور
دیجئے گا مجھے خوشی ہو گی۔اب میں آتی ہوں ستمبر کے داستانِ
دل کی طرف (اپکی کہانیاں شائع باری باری ہوتی رہے گی
سب سے پہلے نعت رسول مقبول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم آمولانا ظفر علی
)اور (حفیظ تائب) کے کلام میں دل اور روح کو منور کیا۔ماشا
اللہ۔عمدہ کلام،بے حد عمدہ انتخاب۔جزاک اللہ۔اور اسکے
بعد آ گیا اداریہ۔۔ندیم عباس۔۔۔۔استادرد۔۔استادکھ۔۔۔
بیٹا جی،یہ زندگی ہے اور اس میں اتار چڑھاؤ تو آتے رہتے
ہیں۔آپ ابھی سے اپنے دل میں درد اور رف درد کو بسالا گے
تو آگے چل کر کیا کرو گے۔؟یہ زندگی اللہ کی دی ہوئی بہت
خوبصورت نعمت ہے۔الحمدللہ۔اسے خوشی اور سکون کے
ساتھ گذارنا ہی ہمارا فرض ہے۔آپ بہت بہادر بچے ہیں۔
میں نے آپکی تحریریں جواب عرض اور سچی کہانیاں میں بھی
پڑھی ہیں اور مجھے تب بھی محسوس ہوتا تھا کی آپ بہت زیادہ ا
حساس دل رکھتے ہیں۔اور آج آپکا اداریہ اور آپکی تحریر "شامِ
تنہائی" پڑھ کر یقین واثق ہو گیا کہ جو میں سوچ رہی تھی وہ
ٹھیک ہی تھا۔بیٹا جی،آپ سے درخوست ہے کہ اپنی ا
حساسیت کو تھوڑا سا کنٹرول کر لیں تو سب ٹھیک ہو جائے گا

انشااللہ۔ویسے، آپکے ناول شام تنہائی نے رلایابہت۔ایک عام سی لو اسٹوری سے شروع ہونے والی کہانی کا انجام اسقدر دلدوز اور اندوہناک بھی ہو سکتا ہے۔؟ آپ نے بہت اچھا لکھا۔ماشااللہ۔۔ادارئے کے بعد (نزہت آپی) کی باتیں پڑھیں۔انکی باتیں بھی انکی شخصیت کی طرح نرم نرم اور دل کو چھونے والی تھی۔زبردست۔پھر سامنے آئین عنبرین دین کی خوبصورت باتیں لیئے۔بسم اللہ۔کے فوائد بہت اچھے طریقے سے سمجھاتی ہوئی۔جزاک اللہ۔اور جناب پھر ملاقات ہوئی (ڈاکٹر منظور اکبر صاحب) سے۔ان کی تحریریں بھی نگاہ سے گذر چکی ہیں۔ماشااللہ۔مگر جس طرح انہوں نے اپنے جھنگ کی سیر کرائی مزہ آگیا۔(اپ لاہور کی کب کروا رہے ہیں ہم کو سیر)۔اس بار کے داستانِ دل میں افسانے آٹھ تھے، اور کیا خوب تھے۔سبحان اللہ۔(عفت بھٹی) کی (ہار) دل کو چھو لینے والی تحریر رہی۔ہمارے معاشرے کی دکھتی رگ پر جس طرح عفت نے ہاتھ رکھا، انکا ہی خاصہ ہے۔جمیل سے شبو تک کے سفر میں جمیل کے ساتھ ساتھ ہمارے پاؤں بھی شل ہوئے اور ہمت بھی کئی بار ٹوٹی۔بہت خوب عفت۔(ربیعہ احمد) کا (میرا گھر۔) عورت کی ازلی خواہش اور حق پر مبنی خوبصورت کہانی۔یہ بالکل سچ ہے کہ ہم اپنی بہنوں بیٹیوں کے کان میں شروع سے ہی یہ بات ضرور ڈالتے ہیں کہ جو بھی کرنا ہے اپنے گھر جاکر کرنا۔اپنی ہر خوہش اپنے گھر ہی جاکر پوری کرنا، مگر ہوتا یہ ہے کہ وہ اپنا گھر عورت کی قسمت میں ہوتا بہت کم ہے۔ویلڈن ربیعہ ویلڈن۔۔۔(شہزاد سلطان کیف) کا (ماں میں پردیسی) پردیسیوں کے دکھوں اور تنہائیوں کی مُنہ بولتی کہانی۔بہت عمدہ۔(شعیب ملک) کا (لازوال) اپنے نام کی طرح خوبصورت اور لازوال کہانی، ابھی تکمیل کے مراحل میں ہے۔مکمل تبصرہ انشااللہ تحریر مکمل ہونے پر۔(داستان ابھی باقی ہے۔) فاطمہ عبدالحق کا خوبصورت آرٹیکل نظریئہ پاکستان اور اساسِ پاکستان پر ایک خوبصورت تحریر۔جزاک اللہ فاطمہ۔(عفت بھٹی) کا (زرد پتے) نیک اور عمدہ تحریر۔ابھی اسکی پہلی قسط پڑھی ہے۔انشااللہ کہانی پوری ہونے پر تبصرہ بھی مکمل کروں گی۔(ماورا خان) کا (اک ورق زندگی کا) ایک اور دکھی کہانی۔خونی رشتوں میں احساس اور مروت نہ

ہو تو پھر ہر (بی) کو ایسے ہی جان کی بازی لگانی پڑتی ہے۔
ویلڈن۔ (راحیلہ منظر) کا (لال گلاب) بھی اچھا تھا، مگر اس
میں ایڈیٹنگ کی بہت غلطیاں تھیں۔ کہانی اچھی تھی۔ (محسن
عتیق) کا آرٹیکل (اٹھ بھی جاؤ کہیں دیر نہ ہو جائے) کشمیر اور
کشمیر کاز پر لکھی جانے والے خوبصورت اور حساس
تحریر۔ بہت خوب محسن صاحب۔ اللہ کرے زورِ قلم اور
زیادہ۔ (نبیلہ نازش راؤ) کا (درد محبت) محبت اور چاہت، وفا
اور بے وفائی کے رنگوں سے سجی خسین تحریر۔ بہت اعلیٰ
اسلوب اور انداز بیان۔ جزاک اللہ نبیلہ۔ (ذیشان) کا
(آرٹیکل) (ماں) ماں سے محبت اور ماں کی عظمت کا شاہکار۔
واہ۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔ (قربانی بنام آزادی) (محمد
جواد) کا آرٹیکل بھی مثال رہا۔ انہوں نے جن حقائق کا ذکر
اپنی تحریر میں کیا ہمیں ان پر تہہ دل سے غور کرنے کی
ضرورت ہے۔ واقعی، ہماری نئی نسل تعمیری کام کرنے کی
بجائے اپنا زیادہ وقت سوشل میڈیا کو ہی دینا پسند کرتے ہیں۔
اور یہ بھی سچ ہے کہ ابھی بھی وقت ہے، ہم اپنے آپ کو
سنبھال لیں کیوں کہ یہ آزادی ہمیں کسی نے لپیٹ میں رکھ کر
نہیں پیش کر دی تھی۔ اس لیئے ہمارے اباؤاجداد نے بیمثال
قربانیاں دی ہیں۔ پھر کہیں جا کر یہ پیاری وطن ہمیں نصیب
ہوا ہے۔ جزاک اللہ محمد احمد صاحب۔ (فاطمہ ایم اے خان)
کی بے یقینی سی بے یقینی) بھی نئی نسل کی بیرارویوں پر لکھی
گئی ایک عمدہ تحریر۔ مگر یہ افسانہ تھا۔ مکمل ناول نہیں۔ بہر
حال جو بھی تھا اچھا اور سبق آموز تھا۔ عشق زادی۔ علی
حسنین۔ سفید خون محسن علی نیلا رومال یونس ناز۔ سچی خوشی۔
پیا سحر روشنی کا سفر شازیہ کریم۔ اور تمام مستقل سلسلے۔ سب
کے سب بہت اچھے رہے۔ ماشااللہ۔ اللہ اسی طرح داستانِ
دل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی سے نوازے آمین ثم آمین۔۔
اور اسکے ساتھ ہی میں اب آپ سب سے اجازت چاہتی
ہوں۔ اگلے ماہ نئ کہانی اور نیئے تبصرے کے ساتھ حاضر ہوں
گی۔ انشااللہ۔ تب تک اپنا خیال رکھئے گا اور ان سب کا بھی جو
آپ کا خیال رکھتے ہیں۔ آپ سے محبت کرتے ہیں۔ خوش
رہیئے، سلامت رہیئے پھر ملاقات ہو گی۔ تب تک کے لیئے فی
امان اللہ۔۔ اللہ حافظ۔۔

(ثمینہ طاہر بٹ۔۔لاہور۔)

(کیا بات ہے اپ کا تبصرہ پڑھ کر ہماری ٹیم کو یقین ہو گیا کہ ہم کامیاب ہو گے ہیں،، ہمیشہ حاضری دیتے رہنا غیر حاضری نہیں چلے گی۔ایڈیٹر)

ایڈیٹر ندیم عباس ڈھکو صاحب

السلام علیکم! خریت مطلوب ہے۔ میں نے داستان دل کا شمارہ ماہ اکتوبر پڑھا ہے۔ تمام سلسلے بہت اچھے شروع کئے ہیں۔ تمام مضامین کو بہت خوبصورت انداز میں ترتیب دیا ہے۔ جس پر تمام داستان دل کی ٹیم کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ جس طرح آپ کی ٹیم محنت میں مشغول ہے انشااللہ بہت جلد داستان دل پورے پاکستان کا شمارہ ہو گا۔

انٹرویو میں بانو قدسیہ جی کا اظہار خیال اور اُن کی ادبی خدمات کے بارے میں معلومات اور گفتگو بہت پسند آئی۔ یہ سلسلہ جاری رکھیں اور ہر ماہ کسی ادبی شخصیت کے بارے میں ضرور لکھیں۔ اگر آپ آئندہ کسی شمارے میں انور مقصود صاحب کا انٹریو پیش کریں تو بہت اچھا لگے گا۔ انسانوں کے سلسلہ بہت اچھے ہیں اس سے غوری کی دل چسپی پڑھتی ہے اس میں اگر نئے لکھنے والوں کو بھی موقعہ دیں۔ بڑی مہربانی ہو گی۔

جناب ندیم عباس ڈھکو صاحب میری طرف سے ایک مشورہ ہے کہ آپ جس طرح پیش تک پر پوسٹنگ کر رہے ہیں جس کا بہت اچھا رزلٹ کو رہا ہے اس طرح اگر آپ پر بھی وڈیو کلب بنا کر داستان دل کے بارے میں معلومات پوسٹ کریں تو یقیناً اور زیادہ اچھا رسپائس ملے گا۔

جہلم شہر میں ٹک کانر شوروم کے جانب شاید حمید، گلشن شاید اور شاید سے رابطہ کریں۔ تو جہلم کے لوگوں کو بھی داستان دل پڑھنے کو میسر ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالٰی دستان دل کو بہت ترقی دے (آمین)

والسلام

(شوکت علی قمر دوبئ)

(بہت شکریہ بھائی جان۔۔جی آپکے تعاون کے مشکور ہیں۔ہمیشہ ساتھ دیتے رہنا۔شکریہ۔ایڈیٹر)

اسلام و علیکم سر

میں نے آپ کو اپنی پہلی تحریر ارسال کر دی ہے۔پہلی بار کہانی امیل کی ہے اس لیے ایک ایک کر کے صفحات سینڈ کیے ہیں امید ہے کے نمبر نگ کی وجہ سی پڑھنے میں مسلہ نہیں ہو گا کہانی پڑھ کر اپنی رائے سے ضرور آگاہ کیجیے گا داستان دل آنے والے وقتوں میں ادب کی دنیا میں ایک علی مقام حاصل کرے گا انشاءاللہ۔

اکتوبر کا شمارہ زبردست تھا. انواع واقسام کے عنوان ایک گلدستہ کی مانند اکٹھے کیے معلوم ہو رہے ہیں

(ہاجرہ عمران خان)

(جی بہت شکریہ۔آپکی تحریر بہت جلد انشاءاللہ داستان دل میں شامل کرلی جائے گی۔اورپک سے سینڈ کی ہوئی ہم شامل نہیں کرتے اس کے لیے سوری۔۔۔ہمیشہ خوش رہو۔ایڈیٹر)

اسلام و علیکم

میں نے ایک جگہ پڑھا کہ داستانِ دل نئے لکھاریوں کو ایک بہترین پلیٹ فارم مہیا کر رہا ہے تو پڑھ کر خوشی ہوئی ۔میں بھی ایک لکھاری ہوں میں نے بہت سی غزلیں لکھ رکھی ہیں لیکن اشاعت کا موقعہ نہ مل سکا۔اس کے ساتھ ساتھ میں شارٹ سٹوریز بھی لکھتا ہوں میں آپ کو ایک غزل سینڈ کر رہا ہوں۔برائے مہربانی اس کو دیکھ لینا ۔ اس کے علاوہ بھی میرے پاس بہت سارا مواد ہے بس آپ کی حوصلہ افزائی کی ضرورت ہے۔اگر میری غزل اشاعت کے قابل ہوئی تو برائے مہربانی مجھے جوابی ای میل کر دیں گے تو بڑی مہربانی ہو گی

(نوید اشرف)

(جی اپ سینڈ کر دیں انشاءاللہ آپکو جگہ ملے گی۔۔ہمارا مقصد ہی نیو لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کرنا ہے شکریہ۔ایڈیٹر)

داستان دل بہت اچھا ڈائجسٹ ، نومبر کا شمارا بہت اچھا لگا پڑھ کر ،، سب سے پہلے فرح بھٹو کا انٹرویو پڑ کر بہت اچھا لگا ان کے بارے میں جانا اور خود میں بھی ہمت آئی لکھنے کی ، آبرو نبیلہ اقبال کی بہت اچھی تحریر پہلا جھوٹ ، سبق ملتا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا بچہ جھوٹ نہ بولے تو خود ان کے ساتھ سچ بولے ، سچ بولنے کی شروعات خود سے کرے ،۔ نیلم شہزادی کی تحریر کردار بہت اچھی کاوش اپنے وطن کے لے اپنے حصے کا کردار ادا کرو ،۔ لبنیٰ غزل کی فیس بک رائٹر اچھی کاوش ،۔ اور سحرش علی نقوی کی تحریر بہت اچھی دل کو لگی ایک پل کے لے تو دل اداس ہو گیا کہ ساری عمر باپ نے پیسے کما کر بیٹے کو پڑھایا اور بیٹے نے کیا صلہ دیا ،۔ ریما نور راضون کی غلط راستے بہت بہت اچھی تحریر پڑ کے بہت اچھا لگا۔ اللہ سب کو کامیاب کرے اور داستان دل کو بہت بہت ترقی دے آمین

(ہما طاہر ٹوبہ ٹیک سنگھ)

(بہت شکریہ آپکا ہمشہ خوش رہو اور ہمشہ لکھتے رہنا۔آپکی تحریر کا شدت سے انتظار رہے گا۔ایڈیٹر)

اسلام وعلیکم ،،میں نے نومبر کا شمارہ پڑھا ہر بار کی طرح اس بار بھی معیاری تھا سب ہی رائٹز نے اپنے قلم کے جادو سے خوب چار چاند لگا دیے اور ان رائٹرز کو ہی دیکھ کر مجھے بھی لکھنے کا شوق پیدا ہوا اوراپنی تحریر ارسال کر دی ہے داستان دل میں اس رسالے کی خاص

بات یہ ہے کہ اس نے تھوڑے ہی وقت میں اپنی مقبولیت کا لوہا منوایا ہے اور ہمیں بھی تو ان کے نیک کام میں ساتھ دینا چاہئے نہ ،،ویسے تو تمام سٹوریز اچھی تھیں پر میں ابھی ان رائٹرز کی کاوشوں پر تبصرہ کر نے کے قابل نہیں دعا ہے کے اللہ تعالیٰ ہمارے اس رسالے کو اور بلندیوں پر پہنچاے آمین ،واسلام،

(عمیر عارف ساہی شہر کنجاہ)

(بہت شکریہ کہ آپ نے قلم کو اٹھالیا ہم ہمشہ آپکو جگہ دیں گے آپ بس لکھتے جاؤ۔۔اب قلم سے ہمشہ کے لیے ناطہ قائم رکھنا۔مجھے بہت خوشی ہوئی آپ نے داستان دل کو دیکھ کر قلم کو تھامیری خواہش ہے کہ سب پڑھنے والے قلم کو تھامئیں ۔۔۔مجھے انتظار ہے۔ایڈیٹر)

محترم ومکرم ندیم عباس ڈھکو,نگران اعلی,مدیر اعلی بڑی آپا نزہت جبین ضیاء دیگر اسٹاف داستان دل اینڈ ریڈدورائٹرز کو چاہتوں محبتوں ا سلام اور دعا کہ خدائے ذوالجلال آپ سب کو صحت کاملہ و لمبی عمر نصیب فرمائے) آمین ۔میں تو اول روز سے ہی داستان دل کا حصہ ہوں پہلے ہی شمارے میں میری تحریر "'محبت صدا غم دیتی ہے "'لگی تھی ...داستان دل نے خوب ترقی کی ما شاءاللہ 8 صفحات سے 405 صفحات کی شکل میں نومبر کا شمارہ اپلوڈ ہوا ہے...... یہ سب ندیم محنت و لگن کا منہ بولتا ثبوت ہے ویلڈن ندیم خدا آپ کی محنت ولگن کو اعلی صلہ دے داستان دل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے) آمین(نومبر کے شمارے کے محبت نامے کی محفل میں فہیم ملک جوگی,اسامہ زاھری,بدیع الجمال,آبرو نبیلہ اقبال,نیلم شہزادی ودیگر ساتھیوں نے شاندار تبصرے کیے ..گڈ لک....کہانیوں کی طرف سے سلسلہ وار ناول ٹاپ کلاس رہے ویلڈن شعیب.........ننھی سی خواھش

شمع حفیظ,, بلا عنواں" ڈئیر پیاسحر" ویلڈن سبق اموز تحریر تھی ویلڈن نیکسٹ بھی ایسی ہی سٹوریاں لائیگا..اعتبار ہو تم,,,,,مکافات عمل,,,,, دردشت,,, تلخ حقیقت,,,,پیکر سادگی باقی تحاریر بھی لاجواب تھیں ۔اسکن پرابلم ,, ملاقاتی سلسلہ,,اقوال زریں,,اشعار ,,مسکراھٹیں,, تعارف, کیچن,, سبھی سلسلوں کا موجود ہونا ہر لحاظ سے شمارے کے مکمل ہونے کا ثبوت ہے ویلڈن ندیم و اسٹاف داستان دل,,نیک تمنائیں, خلوص دل سے دعائیں ہمیشہ داستان دل کے ساتھ ہیں.

خدا آپ کو سدا سلامت رکھے آمین

محمد ندیم عباس میواتی پتوکی

(پیارے ہم نام۔۔اب غیر حاضری نہیں چلے گی۔۔جلدی سے تحریر ارسال کردو۔اور آپکے گروپ ممبر نظر نہیں آئے مجھے انتظار رہے گا مکمل ٹیم کا۔ہمیشہ تحویل تبصرہ کرتے رہنا،ایڈیٹر)

یہ تھے اس دفعہ کے محبت نامے انشاءاللہ پھر یہاں ملاقات ہو گئی آپ بھی اس محفل کا حصہ لازمی بنے مجھے انتظار رہے گا شامل ہونے کا طریقہ بتاتا چلوں،ای میل۔فیس بک۔واٹس اپ ان سب ذریعے سے آپ شامل ہوسکتے ہیں آپ میسج میں اردو فونت میں محبت نامہ لکھ کہ واٹس اپ / فیس بک کرسکتے ہیں شکریہ

آپ سب کا اپنا

ندیم عباس ڈھکو

ای میل:abbasnadeem283@gmail.com

واٹس اپ:03225494228

فیس بک:(dastan e dil digest)03377017753

پسندیدہ اشعار

پسندیدہ اشعار

کاٹ کر فون میرا جاتی ہے مجھے

رابطے میں ہے وہ اب کسی اور کے

اسامہ زاہروی

☆☆☆☆

"آہ!! کہ چلے تھے پھول چننے

اور خوشبو کو ہی بھلا بیٹھے.

از قلم؛ اُمیمہ بنت خالد."

****___________

ابھی راہ میں کئی موڑ ہیں کوئی آئے گا کوئی جائے گا

تمہیں جس نے دل سے بھلا دیا اسے بھولنے کی دعا کرو

نام۔ گل ناز راؤ شہر کراچی

_****

کوئی ہاتھ بھی نہ ملائے گا، جو گلے ملو گے تپاک سے

یہ نئے مزاج کا شہر ہے، ذرا فاصلے سے ملا کرو۔

نام۔ گل ناز راؤ شہر کراچی

گو کہ میرے گرد ہے لوگوں اک ہجوم

مگر آج بھی تیری یادوں میں تنہا کھڑی ہوں میں

#شازیہ_کریم

****_______________

کرچی کرچی بکھرے ہیں جسکے خواب آنکھوں میں

میں اس لڑکی کے خوابوں میں ہمیشہ قید رہتا تھا

شفاء ایمان

****______

تمہاری آنکھیں کہتی ہیں

کسی کی قید میں ہو تم

شفاء ایمان

****________

نگاہ میں قید کرتے ہو اور انجان بنتے ہو

یہ دنیا ہے میرے پیارے سبھی پہچان لیتے ہیں

شفاء ایمان

______****

دیکھتا تو ہوں مگر دیکھ نہیں پاتا ان کو

نظروں سے نظریں ملائیں تو غضب ہوتا ہے

علی رضا

☆☆☆☆

کسے کہیں حالات تمام کہ تیری آنکھیں

کتنا کرتی ہیں ہمیں تشنہ گام تیری آنکھیں

تیری آنکھوں میں ڈوب کر پائی ہے حیات جاوداں

اک چھلکتا ہوا ہے جام تیری آنکھیں

از اویس شایان

_****

جب چھوڑا ہے تو مکمّل ہی چھوڑ دو..

تمہاری یادوں کے ذرے ذرے تم اب بھی پاس رہتے ہو.😍

نمرہ ندیم

_____****

میری آنکھوں میں بس اس شخص کی رسائی ہے..

جس کی آنکھوں میں میرے لئے صرف نہ آشنائی ہے..

نمرہ ندیم

_****

رودادِ خاموشی پہ ہی جب درد کرتا ہے رقص----

تب میری آنکھوں میں زندگی کا اُبھرتا ہے نقش----

(فہیم ملک جوگی)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆______

قتل ہوتے ہوئے خوابوں کے جنازے ہم نے----

اشک برساتی ہوئی آنکھ میں دفنائے ہیں----

(انتخاب:- فہیم ملک جوگی)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆-----

میں تو آنکھوں سے چھلکتا ھوا آنسو ھی رھی

لوگ کیسے ھیں جو آنکھوں میں بسا کرتے ھیں

ڈاکٹر صبا خان

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆---

مجھ کو خوابوں نے ہے ڈسا اس قدر----

آنکھوں میں قید روح آئے نظر----

(فہیم ملک جوگی)

****-------

چشمِ شوق کا فتور ہے کہ نگاہ مری بھٹک گئی جب پڑی نظر اک جبین پر

جو صدیوں قید تھے میری آنکھوں میں وہ تیرے سارے نقش مچلنے لگے

قلم از---زہرہ جبین لطیف

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

میرے ہمسفر، میرے ہمنشین! تیری اک ادا کا کمال تھا

جھکی پلکیں اُٹھائی جو تُونے جبین میں ان کے سحر میں ڈوب گئی

قلم از---زہرہ جبین لطیف

****----

آیا تھا امتحان میں مضمون "بے وفا"

وضاحت تیری جو کی تو ہم ٹاپ کر گئے

اُسامہ جمیل

****------

دیکھ لی سچائی تیری محبت کی ہم نے

ساری عمر کا غم دیا لمحے بھر میں چھوڑ کر

مائدہ آصف

****---------

مر گئے خواب سب کی آنکھوں کے

ہر طرف ہے گلہ حقیقت کا

از رضوانہ صدیقی

اپنی آنکھوں کو نوچ ڈالا ہے

خواب آیا تھا پھر محبت کا!!!

ریحانہ اعجاز--------------

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆-------

وہ اشک بن کے میری چشمِ تر میں رہتا ہے

عجیب آدمی ہے پانی کے گھر میں رہتا ہے---------

ریحانہ اعجاز****

☆☆☆☆

آنسو آنکھوں سے چھوٹ گئے ہیں۔

سب خواب ہمارے ٹوٹ گئے ہیں۔

کوشش تو بہت کی نکلنے کی آخر

تیری آنکھوں کے سمندر میں ڈوب گئے ہیں۔

صوفیہ کنول

****---

زندگی نیچے کہیں منہ دیکھتی رہ گئی

کتنا اونچا لے گیا جینے کا معیار آدمی

بنتِ ہوا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆---

جیسی بھی ہوں اچھی بری، میں اپنے لئے ہوں

میں خود کو نہیں دیکھتی اوروں کی نظر سے

ہما طاہر، ٹوبہ ٹیک سنگھ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆---

ہر جرم میری ذات سے منسوب ہے

محسن کیا میرے سوا اس شہر میں معصوم تھے سارے

انتخاب ہما طاہر

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆------

نفس کو آنچ پر، وہ بھی عمر بھر رکھنا

بڑا محال ہے ہستی کو معتبر رکھنا

انتخاب: ہما طاہر ٹوبہ ٹیک سنگھ

قابلِ داد یہ آنکھیں ہیں کہ ان آنکھوں سے

خود ہی پامال ہوئے اور خود ہی تماشا دیکھا

ارشد قمر

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆-

آج بھی قید ہیں ان کے فسوں میں

اک آنسو ٹپکا تھا تیری آنکھ سے

بشریٰ ایوب خان

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆-----

بہت ہارے ہیں اس سے

چلو اب جیت کے دیکھتے ھیں

اسے بھول کے دیکھتے ھیں

عائشہ ظفر

☆☆☆☆☆☆☆☆-----------

سامنے بھی تو ہی بیٹھا

دل میں بھی ہے تیرا مسکن

آنکھ میں بھی قید ہے تو

ہاتھ خالی، خالی دامن

زرمینہ مریم

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆--

زندگانی کی کج ادائی

تبصرے سب فضول ہوتے ہیں

اپنی اپنی بساط ہے سب کی

سب کے اپنے اصول ہوتے ہیں..

بنتِ حوا

☆☆☆☆☆☆☆☆-----------

بسا کر گھر میں کسی کو

آنکھیں خود ویران ہو جاتی ہیں

کسی اور کو دیکھ نہیں پاتی

آنکھیں بڑی پریشان ہو جاتی ہیں.

ذوق ذوالفقار علی

****__________

آ دیکھ سہ میری آنکھ میں

تیرا عکس نمایاں ھے آج بھی...

ملائکہ خان

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

یہ جو آنکھوں میں اشکوں کے سمندر امڈ آئے ہیں

تمہاری یادوں کی سوغات ساتھ لائے ہیں

یہ جو آنکھوں کا بھیگنا، پلکوں کی لرزش ہے جا بجا

شاید تیرے نینوں سے نین ٹکرائیں ہیں

کبریٰ نوید

****____

کیسے بھلا دے آنکھوں میں بسے لوگوں کو

یادیں درد تو دیتی ہیں مگر اپنوں کی ہیں

ذوق ذوالفقار علی

****__

مر جاتے ہیں خواب آنکھ کے کناروں تک

روح جلتی ہے میری بجھتے چراغوں تک

سانس آئے نہ آئے کیا بھروسہ اگلے پل کا

قرض چکانے کو لے آئے ہیں خواب بازاروں تک

زرمینہ مریم

****___________

میری بے خواب آنکھیں

رت جگے کا عذاب آنکھیں

لبنی غزل

****__

۔کسی کے دل میں کیا چھپا ھے یہ تو رب ھی جانتا ھے

دل اگر بے نقاب ھوتے تو سوچو کتنے فساد ھوتے

ان کی نظریں نہ جان پایں ھماری اچھایاں محسن

ھم جو سچ میں خراب ھوتے تو سوچو کتنے فساد ھوتے.

ماہم تنولی

****

اُس نورِ مُعطر کا اِس خاک کے مُجسم کو نظارا دیدے

میری آنکھوں کے سمندر کو کِنارا دیدے

ڈوب رہی ہوں میں دنیا کے منجدار میں اے خُدا

بفضیلائے محمد اپنی رحمت کا سہارا دیدے

۔از قلم صوفی

****_____

قید کاٹنے لگیں ہیں

تیرے ہجر میں آنکھیں

کنول خان

****_

تمھیں دیکھ کے آرزوئیں میری

آنکھوں میں مچلنے لگتی ہیں

کنول خان

****_

تم سمندر کی بات کرتے ہو۔۔۔!!!

لوگ آنکھوں میں ڈوب جاتے ہیں

عینی ابرز

****_____

اور کتنا چلو گے تم آخر؟!!

آبلے پوچھتے ہیں پاؤں سے

ندیم گل

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆______

ہر پھول کی قسمت میں کہاں ہوتا ہے ناز عروساں

کچھ پھول تو کھلتے ہیں صرف مزاروں کے لیے...

حرا طاہر

☆☆☆☆☆☆☆☆_________________

جو منزل تک جا کے اور کہیں مڑ جائے

تم ایسے رستے کے دکھ سے ناواقف ہو

ساجد وسیم

****____

تمارے ساتھ مرے سلسلے نہ ملتے تھے

سفر تھا مگر راستے نہ ملتے تھے

تجھے گنوا کے میری جاں مجھے یقین آیا کہ

لوگ مجھ سے مرے واسطے نہ ملتے تھے

اُسامہ انجم

****_____

سوچتے ھیں تمہیں وضو کر کے۔

یوں تیرا احترام کرتے ھیں۔

ساحر علی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆_______

اب وہ منظر نہ وہ چہرے ہی نظر آتے ہیں

مجھ کو معلوم نہ تھا خواب بھی مر جاتے ہیں

غلام یاسین نوناری

☆☆☆☆☆☆☆☆☆_________________

شاخوں میں پرو دی ہیں آنکھیں اپنی

یہ شجر کے نہیں میرے آنسو ہیں!!!!

لبنیٰ غزل

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

چہرہ وہی رہا______ مگر آنکھیں بدل گئیں

اک پل میں مجھ کو جان سے, انجان کر گیا

سلطانہ احمد

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆_____

ہم اُن کے لیے............اہم

واہ دل تیرے...........وہم

صبیحہ خان

زمانے کا سہارا تو بظاہر اک دکھاوا ہے

حقیقت میں مجھے میرا خدا گرنے نہیں دیتا۔

انتخاب: آبروِ نبیلہ اقبال

****☆☆☆☆☆☆☆☆☆_____________

پھول پھول پے لکھا ہے پھول توڑنا منع ہے

کاش دل پے لکھا ہوتا دل توڑنا منہ ہے

تحریر حدیقہ عرفان

****☆☆☆☆☆۔

کبھی نہ ٹوٹنے والا حصار بن جاوں

وہ میری ذات میں رہنے کا فیصلا تو کرے

حافظہ مصباح میرپور آزاد کشمیر

****_____

ایک لمحہ یاد کرنے کی قیمت ھو اگر ایک پیسہ......

تو سنو تم اربون کے قرض دار ھو میرے......

اسماء

****_______________

بہت اداس سا رہتا ہوں میں

محفل میں رہ کر بھی تنہا سا رہتا ہوں میں

کچھ جنگ چھیڑ گا ئی ہے میرے اندر

اپنے قلب اور ذہن سے لڑتا رہتا ہوں میں۔۔

آمنہ عبد الغفور

☆☆☆☆____________☆☆☆☆

اگر تم شعور رکھتے ہو تو وہ بھی

دیکھو جو آنکھوں سے نظر نہیں آتا۔۔

فیصل اداس

☆☆☆☆☆

وصال ہے کہ کمال ھے میری خواہشوں کے ہجوم کا

میں جس طرف نگاہ کروں مجھے ہر طرف وہ دکھائی دے

سارہ مجید

☆☆☆☆☆☆☆

اگر آپ بھی داستان دل میں اپنی پسند کا اشعار شائع کروانا

چاہتے ہیں تو ابھی اپنا شعر لکھ کر ہمیں واٹس اپ، فیس بک،

ای میل کریں انشاءاللہ آپکے اشعار کو آنے والے شمارے

میں شامل کر لیا جائے گا۔

واٹس اپ:03225494228

دوستی کیا ہے

تحریر محمد مسعود نوٹنگھم یوکے

ویسے تو زندگی میں بہت سارے لوگ آتے اور جاتے ہیں
لیکن قابل توجہ بات یہ ہے کہ اپنے رشتہ داروں کے علاوہ
کون لوگ ہیں جو زندگی بھر رشتہ قائم رکھتے ہیں۔ یہ پہلی
تحریر ہے جسے میں اپنے ایک دوست کے کہنے پر لکھ رہا ہوں۔
اس سے پہلے میں نے بہت کچھ لکھا ہے لیکن دوستی پر کبھی
لکھنے کی کوشش نہیں کی۔ مجھے نہیں معلوم کہ نثر لکھنے کا طریقہ
کیا ہے۔ اگرچہ میرے پاس لکھنے کے لیے الفاظ کے ذخیرے
نہیں کہ جنہیں لکھتے وقت استعمال کر سکوں، لیکن امید کرتا
ہوں یہ چھوٹی سی دوستی پر لکھی گئی تحریر دوستی پسند فرمائیں
گے۔ میرا ماننا ہے کہ دوست ہماری سب سے بڑی طاقت
ہوتے ہیں۔ ایک خاص رشتہ ہوتا ہے دوستی کا۔ کبھی کبھار تو
دوستوں اور رشتہ داروں میں فرق ہی محسوس نہیں ہوتا۔
اگرچہ رشتہ داروں سے خون کا تعلق ہوتا ہے لیکن دوست
سے بھی تو دل کا رشتہ ہوتا ہے۔

چند باتیں جو سچے دوستوں میں ہوتی ہیں

دوست بھروسہ مند اور وفادار ہوتے ہیں (اور ہمارے راز دار
بھی ہوتے ہے)

ہمارے غموں میں شریک ہوتے ہیں اور اپنی خوشیوں میں یاد
رکھتے ہیں۔

کسی بھی معاملے میں مشورہ دینے میں آگے آگے رہتے ہیں۔
ویسے تو ہر کوئی مشورہ دینے کے لیے تیار رہتا ہے لیکن
دوستوں میں بھی یہ صفت ہوتی ہے۔

دوست غرض کی خاطر نہیں ہوتے بے غرض ہوتے ہیں
دوستی میں اپنا فائدہ نہیں ڈھونڈتے۔ اس لیے ہمیشہ مدد کے
لیے تیار ہوتے ہیں۔

ہم اداس ہوں تو ہمیں خوش کرنے کے لیے عجیب و غریب
حرکتیں کرتے ہیں تاکہ ہمارا دل کسی طرح بہل جائے اور ہم
خوش ہوں۔

بعض اوقات جب ہم اندر سے ٹوٹے ہوئے ہوتے ہیں اور ظاہری طور پر مسکراتے ہیں تو دوست ہماری کیفیت سمجھ لیتے ہیں۔ چہرے پر چاہے جتنی مسکراہٹ سجالیں دل اداس ہو تو سب سے پہلے دوست پہچان لیتے ہیں۔ کیوں کہ دوست ہم سے زیادہ ہم سے واقف ہوت ہیں۔

ایک اہم خوبی جو سچے دوستوں میں ہوتی ہے وہ یہ کہ دوستوں کی غلطیوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ کسی کے سامنے شرمندہ ہونے سے بچالیتے ہیں۔

ہر وقت اچھا گمان رکھتے ہیں۔ منفی رائے قائم نہیں کرتے۔ اور کبھی کسی معاملے میں الجھن ہو تو دوٹوک بات کر کے معاملہ حل کر لیتے ہیں۔

اس سے زیادہ میں لکھ نہیں سکتا اور اگر لکھنے کی کوشش کروں بھی تو شاید سب کو پڑھنے میں بور ہونے لگے۔ اس لیے یہیں پر بس کرتا ہوں۔ شکریہ

محمد مسعود نوٹنگھم یوکے

اگر آپ لکھنے کا شوق رکھتے ہیں تو پھر آپ جس ملک میں بھی ہیں بے فکر ہو جائیں اب داستان دل میدان میں آگیا ہے وہ آپکے اس شوق کو پورا کرے گا آپ جو بھی لکھنا چاہتے ہیں وہ لکھ کر ہمیں سینڈ کریں انشاءاللہ آنے والے شمارے میں آپکی تحریر کو شامل کیا جائے گا۔ تو پھر دیر کس بات کی آج ہی لکھ کر ہمیں واٹس اپ، ای میل، فیس بک پر سینڈ کریں (ایڈیٹر ندیم عباس ڈھکو)

واٹس اپ:0436595228

فیس بک:03377017753

ای میل

abbasnadeem283@gmail.com

ایسا پہلی بار ہو رہا ہے تو پھر دیر کس بات کی۔۔۔۔

پیار عبادت ہے

ندیم عباس ڈھکو ساہیوال

پیار عبادت ہے

ندیم عباس ڈھکو ساہیوال

03225494228

(nadeemdhako79@yahoo.com)

’’’’’’ابھی سازش کا موسم ہے ابھی تم عشق مت کرنا

یہاں آندھی کا چرچا ہے ابھی تم ریت جیسے ہو

طارق جلدی کرو چوہدری صاحب ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔ آج صبح صبح ہی چوہدری صاحب کا پیغام مل گیا تھا۔ جبکہ پہلے کبھی نہیں آیا تھا۔ میں نے دل ہی دل میں دعا کی کے خیر ہو۔ چوہدری صاحب سے ملنے کے بعد معلوم ہو کہ چوہدری صاحب شہر چھوٹی بیٹی کے ساتھ مجھے بھیج رہے ہیں۔ چھوٹی صاحبہ شہر میں تعلیم حاصل کر رہی تھی اور وہاں اپنا مکان تھا ۔ چھوٹی صاحبہ وہاں اکیلی ہوتی تھی۔ اور ویسے بھی بازار سے سودا سلف لے کر آنے کا بھی مسلہ تھا۔ اس لے چوہدری صاحب مجھے ان کے ساتھ بھیج رہے تھے۔ اور میں چوہدری صاحب کے ہاں ملازمت کرتا ہوں۔ کیونکہ میرے والد فوت ہو گئے تھے اس لیے میں نے مڈل تعلیم حاصل کرنے کے بعد تعلیم چھوڑ دی تھی۔ مجھے گھر کا نظام بھی چلانا تھا کیونکہ میرا کوئی اور بھائی تو تھا نہیں صرف ایک بہن تھی وہ بھی چھوٹی سی تھی میں نے چوہدری صاحب سے خواہش کی کہ میں اپنی بہن کو بھی ساتھ لے جانا چاہتا ہوں تو چوہدری صاحب نے کہا جیسے تمھاری مرضی، میں نے ماں سے اجازت لی اور چھوٹی صاحبہ کے ساتھ اپنی بہن کو لے کر شہر آ گیا۔ وقت

گزرتا رہا اور چھوٹی صاحبہ مجھ سے فری ہوتی گئی۔ میں نے بہت کوشش کی چھوٹی صاحبہ سے دور رہنے کی مگر چھوٹی صاحبہ اتنا ہی قریب آتی گئی میں جانتا تھا میری اتنی اوقات ہی نہیں ہے مگر چھوٹی صاحب مجھے مجبور کرتی جا رہی تھی۔ چھوٹی صاحبہ کالج میں بھی ساتھ لے جاتی تھی اور میرا خرچہ بھی سارا وہ کرتی میں تو یہ سمجھتا رہا کہ چھوٹی صاحبہ ہمارے حالات کی وجہ سے مجھ سے ہمدردی کرتی ہے مگر اک دن حقیقت سامنے آگئی۔ چھوٹی صاحبہ نے کہا کہ طارق میں تم سے پیار کرتی ہوں۔ تم ہی میرا سب کچھ ہو۔ میں نے جب سنا تو میرا سر چکرنے لگا۔ میں نے چھوٹی صاحبہ کی طرف غصے سے دیکھا اور وہاں سے چلا آیا پارٹی ایک ہوٹل میں تھی۔ چھوٹی صاحبہ بھی میرے پیچھے ہی آگئی۔ چھوٹی صاحبہ قسم اٹھانے لگی کہ اگر تم نے میرے پیار کو قبول نہ کیا تو میں اپنی جان دے دوں گئی۔ جس کے ذمے دار تم ہو گئے۔ میں ڈر گیا کہ کہ چھوٹی صاحبہ حقیقت میں کچھ نہ کر لیں میں نے ایک تحریر مختصر سی لکھی جو یوں تھی:

خود کی فطرت کو بدلہ ہے تمہیں اپنا بنانے کے لیے ندیم
کرو گے یاد صدیوں تک کسی نے دل سے چاہا تھا

،، چھوٹی صاحبہ میں اس قابل تو نہیں تھا جس قابل آپ نے سمجھا میری اوقات اتنی نہیں کہ میں تم سے پیار کروں اور ہم کبھی ایک نہیں ہو سکتے۔ تمھاری منزل اور ہے میری منزل اور ہے تو ہم پھر اس راستے پر کیوں چلیں جس کی کوئی منزل نہ ہو۔ میں تم سے پیار کرتا ہوں مگر میری اوقات اتنی نہیں کہ زبان سے اقرار کروں اس لیے کاغذ پر تحریر لکھ رہا ہوں آپکو ایک وعدہ کرنا ہو گا کہ آپ شادی وہاں کرو گی جہاں آپ کے والدین چاہے ئے گے ء ں۔ اگر تم وعدہ کرو تو میں آپ کے ساتھ اس راستے پر چلنے کو تیار ہوں۔ اور ہماری محبت پاکیزہ ہو گی۔ ہم اس محبت کے لفظ کو بدنام نہیں کریں گے ء ں۔ محبت قربانی مانگتی ہے۔ اگر تم میرے لیے جان دے سکتی ہو تو میرے لیے اس زندگی کو قربان بھی کر سکتی ہو۔ آگے آپ بہتر سوچ رکھتی ہو۔۔۔ بدنصیب طارق

مت کھولنا میری قسمت کی کتابوں کو میرے دوست
ہر اُس شخص نے دل دکھیا ہے جس پہ ہم ناز کرتے تھے

،، یہ لیٹر میں اسے اس کے روم میں دے کر واپس اپنے روم میں آ گیا۔ کافی دیر رات انتظار کیا کہ چھوٹی صاحبہ جواب لے کر آئے گی مگر چھوٹی صاحبہ شاہد سو گی ہو میں بھی سو گیا۔ صبح چھوٹی صاحبہ خود مجھے اٹھانے آئی جبکہ پہلے ملازم آتے تھے

۔ چھوٹی صاحبہ کیا بات ہے ابھی سونے دو کچھ دیر ارے پہلی بات تو یہ کہ تم یہ چھوٹی صاحبہ کا لفظ ختم کرو اور اٹھو آپ سے باتیں کرنی ہیں کچھ پھر ابو بھی آج آنے والے ہیں شاہد تم کو واپس لے جائیں۔ میں جلدی سے اٹھا اور فیرش ہوا پھر کھانا کھایا اور پھر چھوٹی صاحبہ نے کہا کہ بازار جانا ہے جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ چھوٹی صاحبہ خیریت تو ہے پھر چھوٹی صاحبہ میرا نام کرن ہے اور آج کے بعد تم مجھے میرے نام سے ہی پکارو گے۔ اوکے ٹھیک ہے جی کرن۔ پھر ہم بازار کی طرف چل پڑھے آج ہم دونوں پیدل ہی بازار جا رہے تھے۔ کرن نے کہا مجھے وعدہ منظور ہے۔ اگر تم اس میں ہی خوش ہو تو اور میں تم کو موبائل لے دیتی ہوں تم نے گاؤں میں رہے کر مجھ سے بات کرنی ہے کیونکہ گاؤں میں کوئی کھیتوں کا مسئلہ ہے جس کی وجہ سے ابو آپ کو لینے آ رہے ہیں اور مجھے ملنے بھی۔ اور گاؤں میں جا کر مجھے بھول مت جانا اور میں بھی ہر ہفتے کوشش کروں گی کہ گاؤں آ جایا کروں۔ اور ہاں پلیز اپنا خیال رکھنا آئی لو یو جان طارق، آئی لو یو ٹو کرن، کرن تم بھی مجھے بھول مت جانا۔ ارے یہ بات دل سے نکال دو کہ کرن تم کو بھول جائے گی۔ میں تم کو بچپن سے چاہتی ہوں۔ مگر پہلے اس لیے اظہار نہیں کر پائی کہ کوئی صیح ٹائم نہیں ملا۔ اور اس بار جب مجھے معلوم ہوا کہ تم ہمارے ہاں ملازمت کر رہے ہو تو میں نے ہی ابو کو کہا کہ یہاں کوئی ملازم بھجو۔ میں تم کو جنون کی حد تک چاہتی ہوں۔ پیار عبادت ہے تجارت نہیں اور ہمشہ تمھاری عبادت کروں گی کیونکہ تم میرا پیار ہو، میرا عشق ہو ، میرا جنون ہو، اتنے میں دوکان آ گئی کرن نے مجھے موبائل لے کر دیا اور بھی کافی ساری شاپنگ کروائی ہم واپس آئے تو تو چوہدری صاحب آ چکے تھے۔ چوہدری صاحب نے کرن سے کہا کہ بیٹا گاڑی پر چلی جاتی مگر کرن سے کہا کہ میرا میرا دل چلنے کو کر رہا تھا۔ کچھ دیر چوہدری صاحب سے ادھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہی۔ پھر شام کو میں چوہدری صاحب کے ساتھ واپس گاؤں آ گیا۔ رات کو کرن سے بات ہوتی رہی کرن باتکرتیہوئے ساتھ رو رہی تھی میں بھی بہت اداس تھا گاؤں میں میرا دل ہی نہیں لگ رہا تھا۔ سارا دن کھیتوں میڈ کام کرتا رات کو تھوڑی سی کرن سے بات کرتا اور جلدی سو جاتا کیونکہ دن کو کام کر کے تھکا ہوا ہوتا تھا۔ وقت گزرتا گیا لور کرن کی تعلیم مکمل ہونے میں اک سال باقی رہے گیا تھا اور کرن کے گھر اس کی شادی کی باتیں ہونے لگی۔ کرن روز مجھ سے کہتی کہ تم ایک بار کہو میں گھر والوں سے بات کرتی ہوں مگر میں ہر روز روک دیتا کیونکہ ذلیل و خوار نہیں ہونا

چاہتا تھا۔میری والدہ پہلے ہی بیمار رہتی تھی اس لیے میں کوئی
کھڑا نہیں کرنا چاہتا تھا کہ جس سے میری ماں کو صدمہ ملتا
ویسے بھی کرن کیسامنے میری حیثیت ہی کیا تھی۔بس دل
پاگل تھاجو کرن کو چاہنے لگ پڑھا تھا کرن سے بے حد مجھے
پیار تھا مگر میں جزباتی نہیں ہونا چاہتا تھا کہ میری بہن اور میری
والدہ کی زندگی میری وجہ سے عذاب بنے۔پیار توہمشہ قربانی
مانگتاہے اور مجھے بھی پیار میں قربانی دینی تھی۔اپنی خوشی کے
لیے نہیں توکم ازکم دوسروں کی خوشیوں کیلیے دینی چاہیے
کرن سے یہ بھی کہا کہ تم کہو تو میں تمھارے ساتھ بھاگنے کو
بھی تیار ہوں مگر میں چوہدری صاحب کی عزت کو خاک میں
نہیں ملانا چاہتا تھامجھے پتہ تھا کہ اگر آج میں کرن کو لے جاؤں
گاتوکل کو کوئی میرے ساتھ ایسا کرے گا۔کرن ہر وقت فون
پرروتی کہ طارق میں مرجاؤں گی تنہا ہو کر تمھارے بغیر
ادھوری ہوں۔میں کسی دوسرے کاسوچ بھی نہیں سکتی بس
تم میری زندگی ہومیں تمھاری بن کر جینا چاہتی ہوں۔میں
تمھارے بغیر بکھر جاؤں گی۔تم میری زندگی بن چکے ہو۔میں
تم سے دور کبھی نہیں ہو سکتی کرن جذباتی ہو جاتی جب کرن کو
میں وعدہ یاد دلاتا تو کرن پھر رونا شروع کر دیتی اور اداس ہو
جاتی۔دن گزرتے گئے اور کرن کی تعلیم مکمل ہو گی۔اب
کرن گاؤں میں ہی رہتی تھی۔گھر میں کرن کی شادی کی
تیاریاں تھی۔کرن ہر وقت پریشان رہتی میں جب بھی
چوہدری صاحب کے گھر جاتا توسب سے یہ ہی سنتا کہ کرن نہ
کھاتی ہے نہ پیتی ہے میں نے فون پر بھی کئی دفعہ سمجھایا کہ تم
ایسانہ کیاکرو تو وہ ٹال دیتی کہ مجھے بھوک ہی نہیں لگتی۔کرن
نے کہامیں مرجاؤں گی مگر کسی اور سے شادی نہیں کروں
گئی۔یہ سن کر میں کانپ ساجاتا۔میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا
تھا کہ میں کیاکروں نہ اسے پانے کا حوصلہ نہ ہی کھونے کی
ہمت تھی۔اب تو مجھ سے کام بھی نہیں ہو تا تھا۔ایک دن کام
کرتے کرتے کلہاڑی میرے پاؤں پر لگ گئی جس کی وجہ سے
کافی خون بہہ گیا۔میری بہن اور ماں دونوں پریشان تھی۔
میری حالت بھی مرنے والی ہوئی تھی۔بروقت خون چاہیے
تھا چوہدری صاحب اپنی گاڑی میں مجھے ہسپتال لے گئے۔پیچھے
کرن بھی آگئی ڈاکٹر نے کہا کہ جلدی سے خون کا بندوبست کرو
ورنہ کچھ بھی ہو سکتاہے میری ماں اور بہن چوہدری صاحب کو
درمنداا پیل کررہی تھی کہ چاہیے ہماری جان لے لو مگر طارق
کو بچالو۔کرن میری ماں اور بہن کو حوصلہ دے رہی تھی۔
چوہدری صاحب نے گھر فون کیا اور کہا کہ سب نوکروں کو کہو
کہ ہسپتال جلدی آئیں۔طارق کو خون کی ضرورت ہے

چوہدری صاحب نے دوائی لینے گئے کرن نے خون چیک کروایا تو کرن کا خون میرے ساتھ مل گیا۔ کرن نے بوتل خون کی دے دی۔ چودھری صاحب نے کہا کے کرن تم نے باپ کی عزت رکھ لی ہے۔ میں بتا تا چلوں کے چودھری صاحب ایک نیک انسان تھے۔ بے حد پیار اور محبت کرنے والے تھے وہ مجھے نوکر نہی سمجھتے ہیں بلکے اپنا بیٹا سمجھتے ہیں۔ مجھے کیا سب نوکروں کے ساتھ اور اخلاق سے پیش آتے اور بے حد رحم دل انسان تھے مجھے ہوش آیا تو سامنے کرن کھڑی تھی اور میری بہن کرن کے گلے لگ کے رو رہی تھی ڈاکٹر نے روکا تھا زیادہ باتیں مریض سے نہیں کرنی تھی کرن نے حال پوچھا کہ کیسے ہو؟ میں نے بڑی مشکل سے کہا کہ ٹھیک ہوں اتنے میں نرس آگئی اور اس نے مجھے انجکشن لگایا۔ اور میں بے ہوش ہو گیا پھر کوئی ہوش مجھے نہ رہا۔ جب ہوش آیا تو خود کو دیکھ کر حیران رہے گیا۔ کیونکہ میرا آدھا پاؤں کاٹ دیا گیا تھا۔ اف اللہ میرے تو ہوش ہی اڑ گئے میری یہ حالت میرا سر چکرنے لگا میں معذور ہو گیا۔ اب میرے گھر کا خرچ کیسے چلے گا۔ کون میری بہن کا خیال کرئے گا۔ کون کون کون۔۔۔۔بنے گا مسیحا؟ یہ سوچ سوچتے سوچتے مرا سر چکرانا شروع ہو گیا۔ اور میں اک بار پھر بے ہوش ہو گیا۔ اف

اللہ میری ماں نے رو رو کے برا حال کر لیا تھا۔ کرن کا بھی یہ ہی حال تھا۔ میری بہن تو ایسے تھی جیسے ابھی سانس لینا چھوڑ دے گی۔ چودھری صاحب اپنی جگہ پریشان تھے۔ کچھ دن ہسپتال رہنے کے بعد گھر لے آئے مجھے۔ چودھری صاحب نے کہا کہ طارق ہمارے ساتھ رہے گا ساتھ میں اس کی ماں اور بہن بھی۔ چودھری صاحب کی محبت دیکھ کر یقین بھی نہیں ہوتا تھا کہ آج کے دور میں بھی ایسے انسان ہیں۔ میں چودھری صاحب کے اعتبار کو کیسے ٹھیس پہنچا سکتا تھا۔ ویسے بھی اب تو کوئی بھی راہ نہیں تھا جو مجھے کرن سے ملا دے۔ لازمی تو نہیں کہ جس سے ہم پیار کرتے ہوں وہ ہی ہمارا ہمسفر ہو محبت عبادت ہے تجارت نہیں ہے۔ سچی محبت وہ ہی کرتا ہیں جو کبھی بھی کسی کی خوشیوں کا قاتل نہیں بنتے وہ خود تو برباد ہو جاتے ہیں مگر کسی دوسرے کی زندگی کو برباد ہرگز نہیں کرتے۔ وہ صرف اپنے محبوب خوشی نہیں بلکہ اس سے جوڑے ہوئے لوگوں کی خوشیوں کا بھی خیال رکھتے ہیں۔ وہ جو سچی محبت کرتے ہیں وہ اس کو تجارت نہیں بلکہ اس کی دل و جان سے عبادت کرتے ہیں۔ وہ چرچے سرعام نہیں کرتے وہ لوگ محبت کو بدنام نہیں کرتے۔ بشر طیکہ محبت سچی ہو۔ مگر افسوس کہ آج کے دور میں سچی محبت کرنے والے

لوگ نہیں ملتے۔ آج کے دور میں کوئی بھی کسی سے سچا پیار نہیں کرتا۔ آج کی محبت نے تو محبت جیسے لفظ کو ہی بدنام کر دیا ہے۔ ہوس کو محبت کا نام دے رہے ہیں پھر بعد میں خود بھی ذلیل وخوار ہوتے ہیں اور اپنے والدین 'عزیز کو بھی ذلیل و خوار کرنا کیا یہ آج کی محبت ہے؟ کسی کو i love you کہا اور پھر اس شے شادی کی ضد کر دی اگر شادی نہ ہوئی تو زہر لینی شروع کر دی اور پھر کیا ہوتا ہے اپنی آخرت بھی 'دنیا کے ساتھ ساتھ برباد کر لیتے ہیں۔ اور زمانے میں محبوب کو بھی بدنام کر دیا یہ ہے آج کی محبت۔ دوسری طرف چلیں تو ادھر شادی میں گئے تو تین 'چار سے دوستی کر لی
شہر 'کالج 'فنکشن 'پارک گئے تو وہاں دو 'تین سے دوستی اف یار آج کے دور کا پیار ہے یا کاروبار جہاں گئے وہاں شروع۔ قارئیں کیا یہ ہے محبت؟ جو محبت کرتے ہیں وہ اپنے محبوب کے ایک اشارے پر جان تک وار دیتے ہیں۔ لیلی کا ڈوپٹہ ہلا تھا اور مجنوں نے سمجھا کہ شاہد وہ یہ کہہ رہی ہے کہ روکو اور مجنوں وہی کھڑا رہا تھا یہاں تک کہ ارد گرد گھاس اگ آیا تھا۔ کہاں ملتی ہے آج کے دور میں ویسی محبت خدا کے لیے محبت جیسے پاک لفظ کو بدنام مت کرو۔ وہ بات کہاں کی کہاں چلئی گئی۔ خیر دوستو!! کرن نے میرے کہنے پر یاسر سے

شادی کر لی۔ اور میں نے وعدہ لیا کہ تم یاسر کو اس کے پورے حق دو گئی۔ شادی کے بعد چودھری صاحب نے مجھے کہا کہ تم بھی شادی کر لو۔ میں نے کہا کہ چودھری صاحب مجھے کون رشتہ دے گا؟ اس جہاں میں میرے لیے کوئی خوشی کا پل نہیں۔ میرے منہ سے ایسے الفظ سن کر چودھری صاحب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اور چودھری صاحب نے کہا کہ میں نے تم کو اپنا بیٹا سمجھا شاہد ہماری خدمت میں کوئی کمی رہے گئی جس وجہ سے تم ایسے بول رہے ہو۔ چودھری صاحب سے لپٹ کر رونے لگ گیا میرے آنسو تھے کہ روکنے کا نام بھی نہیں لے رہے تھے۔ چودھری صاحب کی بھی ایسی ہی حالت تھی۔ چودھری صاحب نے اپنی چھوٹی بیٹی کا رشتہ مجھے دینے کا اسی وقت اعلان کر دیا۔ میں حیران چودھری صاحب کے منہ کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ وہ رہے قسمت کس موڑ پر لا کر کھڑا کر دیا تم نے مجھے میں اس ریشتے سے پریشان تھا کرن نے کہا کہ تم شادی کر لو میری بہن سے۔ محبت کیا کمال کرتی ہے یہ پاکیزہ جس دل میں ہوتی ہے اسے عزت واحترام دیتی
ہے۔ محبت سچی ہو تو سارا زمانہ ہار جاتا ہے اور انسان خوشیوں کا بادشاہ ہو جاتا ہے۔ فوزیہ سے پھر چودھری صاحب نے میری شادی کروادی۔ اور آج بھی چودھری صاحب ہمارا خرچہ

برداشت کر رہے ہیں۔ میری بہن کی بھی کرن کے بھائی سے منگنی ہو گئی۔ ہم سب آرام کی زندگی گزار رہے ہیں۔

میری محبت کا عنوان پوچھتے ہیں لوگ
دل میں کون رہتا ہے نام پوچھتے ہیں لوگ
چھوڑ کر چلا گیا مجھ کو اکیلا شہر میں
کتنے میں بِک گیا وہ دام پوچھتے ہیں لوگ
میں سنگ دل تھا یا وہ ہر جائی
اک یہی بات سرِ عام پوچھتے ہیں لوگ
کل کیا ہو گا مجھے خود خبر نہیں
میری محبت کا انجام پوچھتے ہیں لوگ

قارئین! یقین نہیں ہوتا کہ کوئی کسی کو ایسے بھی عزت دیتا ہے۔ میں سمجھ نہیں سکا یہ محبت کیا ہے؟ محبت ماں کے روپ میں ہو تو آخرت کی نجات بن جاتی ہے محبت کے رشتوں کے ساتھ اپنے اپنے روپ ہوتے ہیں۔ ہم کو ہر اک کے حقوق کا خیال رکھنا چاہیے۔ آخر پر گھر سے بھاگ کر شادی کرنے والوں سے کہنا چاہوں گا کہ تم کون سے وعدے نبھانے کے لیے یہ سب کرتے ہو؟؟ اک بار اپنے والدین کے پیار ان کی عزت کے بارے سوچا؟ کل کو تم بھی والدین بنو گئے کل کو تمھارے ساتھ تمھاری اولاد تمھارے ساتھ بھی یہ ہی ہو گا۔ اک بار پلیز پلیز پلیز۔۔۔ ایسا قدم اٹھانے سے پہلے سوچ ضرور لینا۔ اگر کوئی ایک بھی راہ راست پر آ گیا تو میں سمجھوں گا کہ مجھے میری محنت کا پھل مل گے۔۔ دوستو! کرن 'طارق کی حقیقی سٹوری آپ سب کے سامنے ہے اگر یہ دونوں بھاگ کر شادی کر لیتے تو آج ان کے حالات کیا ہوتے؟ زندگی بہت خوبصورت ہے بس اس میں رنگ بھرنا سیکھ لو۔۔۔ ابھی بھی وقت ہے کوشش کر کے دیکھو کیونکہ کوشش کرنے سے خدا بھی مل جاتا ہے۔ اللہ ہم سب کو خوشیوں سے مالا مال کر دے 'اور والدین کی عزت کرنے کی توفیق عطا کرئے. آمین

قارئین آج کی یہ داستان کیسی لگی آپنی رائے آپ فیس بک پر دے سکتے ہو مجھے آپ سب کی رائے کا بے صبری سے انتظار رہے گا۔۔۔۔

ندیم عباس ڈھکو
0322.5494228

☆☆☆☆

زندگی

جسمین گِل۔ دوبئ

چمکتے سورج و چاند والی زمین پر ایک مخفی دنیا ، دنیائے جرم و ظلم بھی ہے. جسے ہم اندھیر نگری کہتے ہیں . جس کا ہر مجرم ایک عام انسان ہی ہوتا ہے. مگر ایک طرف اپنے شکار کے لئے سفاکی و درندگی کی انتہاٸوں کو چھونے لگتا ہے تو دوسری طرف اپنی ذات کے تحفظ کے لئے جھوٹ و بناوٹ کا سہارا لیتا ہے.

ایک ایسی ہی کرب و اذیت کی سچی کہانی میں قارئین کرام کی عدالت میں پیش کرونگی . جس پر میں ان سے مشورہ اور اخلاقی مدد کی بھی طلبگار ہوں..... سچ ایک امانت ہے... قیامت کے روز اس کی گواہی قبول کی جائیگی.

یہ کہانی ایک ایسی صالح و پاکیزہ سیرت لڑکی کی ہے . جس کی پارسائی و بے گناہی پر عرش والا بھی گواہ ہے . صوم و صلاہ کی پابند، عفت و عصمت میں اپنی مثال آپ......اپنے اور غیر سب منہ میں انگلیاں دبائے خاموش ہیں کہ کس جرم میں اس بے قصور یتیم لڑکی کو سحر و جادو سے بنائے گئے جزیرے میں یک و تنہا دھکیل دیا گیا .... پچھلے ستائیس سال سے وہ ایک زندہ لاش ہے.....اسے اب تک نہ کوئی مسیحا ملا نہ ہی بھائیوں کی بے حسی کا جمود ٹوٹا.....اپنی نوعیت کی یہ آک انوکھی داستان ہے.

ستائیس سال قبل ، مونا کو جادو کی تند و تیز آندھی سے واسطہ پڑا.بقیہ تین بھائیوں میں سے کوئی بھی مرحوم باپ کی غیرت و امانت کی حفاظت کے لئے آگے نہ بڑھا....دراصل اس گھر کا جادوئی ماحول تو کئی سال قبل ہی بڑے بھائی ضیاء نے اپنی پلاننگ سے بنانا شروع کر دیا تھا...گھر میں طرح طرح کی افواہیں پھیلائی جاتیں کہ باہر کے لوگ ہم پر حسد کی وجہ سے جادو کر رہے

ہیں ......ہمیں لوگوں کی نظریں لگ رہی ہیں، لہذا میں نیک پیروں و بابوں کی مدد سے اس کا توڑ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں .....حالانکہ اس سے قبل اس گھر کی قدیم تاریخ میں کبھی کوئی ایسی بات سامنے نہ آئی تھی.

بہرحال جادو برحق ہے ...مگر اس کے لئے دشمنی شرط ہے...رب العزت کے صالح رسولوں کو بھی دشمنوں نے معاف نہ کیا.... .یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی طرح، درندگی و سفاکی جو اس حقیقی قصے میں نظر آتی ہے وہ الف لیلی کی داستانوں کو مات کرتی ہے، ....وہاں تو بات رسولوں کی تھی، یہاں بات یتیم و بے سہارا مونا کی ہے جسے اب تک کوئی مسیحا نہ ملا.

ضیا اس گھر کا بڑا تھا . تعلیم صرف ایف اے تک،..... دینی تعلیم و تربیت سے بے بہرہ، ایک بگڑا ہوا انسان تھا .اسے پیسے کی ہوس نے اندھا کر دیا تھا.....اسے ہر حال میں دولت چاہیے تھی حرام ہو یا حلال.

جادو برحق ہے، مگر شیطانی علم و فن ہے، جو شیطان کے ہم جنس شیاطین کی مدد سے ہی چمکتا ہے ...پھر ... شیطان جس کا لیڈر بن جائے جہنم کے دروازے اس کے کئے کھل جاتے ہیں....عموما اخلاقی لحاظ سے کمزور اور مجرمانہ ذہنیت کے لوگ ہی اس کا سہارا لیتے ہیں . جرم کا آغاز ہمیشہ دلربا ہوتا ہے مگر انجام خسارہ...

واقعہ یوں ہے کہ 40 سال قبل ضیاء کی والدہ نے اپنے جواں سال بیٹے کے لئے چاند سی بہو لانے کے کے خواب دیکھے.....تلاش بسیار کے بعد وہ ایک ایسے گھرانے سے بہو لانے میں کامیاب ہو گئیں کہ دونوں گھرانوں میں معاشی و معاشرتی و اخلاقی تقابل کا فقدان تھا...ادھر بیٹا رنگ و روپ کا کالا، مگر بہو گوری....بیٹا معمولی ملازم اور بہو کے والد نودولتیے، امیر.... لڑکے کے والدین سادہ و غریبانہ بودوباش والے ، ...مگر بہو

کے والدین انتہا درجہ کے چالاک و ہوشیار.......مگر بہو کمزور صحت کی ہسٹیریائی مریضہ تھی جس کی وجہ سے وہ نفسیاتی مریضہ بن چکی تھی...

ایسی لڑکیاں عموما ضدی و شاکی اور من مانی کرنے کی عادی ہوتی ہیں .ان لڑکیوں کا گزارہ ایک دن بھی دوائیوں کے بغیر نہیں ہوتا .یہی قصہ اس لڑکی نگہت کا بھی تھا ...اس پر مستزاد یہ کہ اس کی والدہ بھی صاحب فراش مریضہ تھیں....ان حالات میں مسرور صاحب کو اپنی بیٹی کے لئے ایسے ہی داماد کی ضرورت تھی جو سادہ و معمولی گھرانے کا ہو .اور ان کی دولت سے مرعوب ہو کر اپنی من مانی نہ کر سکے.....مسرور صاحب نے بخوشی اپنی بیٹی کی شادی اس لڑکے سے کر دی .نگہت جیسی نفسیاتی مریضہ کو جب شوہر اور والدین کی توجہ ہمہ وقت ملی تو اس کا تکبر بڑھ گیا.....مگر دوسری طرف ضیا کی معمولی تنخواہ بیگم کے نان نفقہ کے علاوہ ، سپیشلسٹ ڈاکٹروں کی فیسوں اور مہنگی ادویات کی متحمل نہ ہو سکی....وہ قرضوں کے بوجھ

تلے دبنے لگا.ایسی حالت میں مسرور صاحب نے شروع شروع میں تو بیٹی پر بے دریغ خرچ کیا تا کہ داماد بیٹی کے طریق خسروی سے آگاہ ہو جائے....ادھر بیگم کے مطالبوں کے آگے ضیاء بے بس ہو گیا .شدید احساس کمتری و کم مائیگی نے کمر توڑ دی .بیگم کو سسرال کی طرف سے اس کے شایان شان پروٹوکول نہ ملنے کا شکوہ تھا .اس نے اپنی بیماری کا سارا الزام سسرال پر ڈالتے ہوئے اپنے شوہر کے رات دن کان بھرنے شروع کر دئے .....ادھر شوہر تھا کہ بیگم کی ہر ادا کا اسیر محبت .

ضیا کو بیگم کی تیارداری کی وجہ سے اکثر نوکری سے چھٹی لینی پڑتی.وہ داود کارپوریشن کا ادنی سا ملازم تھا ... بالآخر نوکری بھی جاتی رہی .جس کی وجہ سے ضیا کا دل ہر کسی کے خلاف نفرت سے

بھڑک اٹھا .بے غیرتی و حرام خوری نے اسے شیطانی اڈوں کا پتہ بتا دیا وہ اڈے تھے جعلی پیروں کے .ضیا کا

والد ایک متقی و پرھیز گار انسان تھا وہ جھوٹ بول کر والد کو مطمئن کر دیتا.

دن گزرتے گئے بالآخر مسرور صاحب کی معاشی حالت بھی کمزور ہونے لگی.انھوں نے صاف داماد کو کہہ دیا کہ کچھ اخراجات ہم پورے کریں گے بقیہ اپنے والدین اور بھائیوں سے لو ....یوں اس شادی شدہ جوڑے نے فساد فی الارض شروع کردیا .

قرآن ہمیں تعلیم دیتا ہے " لیس الاِنسان اِلا ما سعی"

ترجمہ :انسان کے لئے صرف وہی کچھ ہے جو اسے اپنی کوشش سے مل جائے".

سورہ یوسف میں ایسی عورتوں کے بارے میں ذکر ہے " .....اَن کیدکن عظیم) "تم عورتوں کا مکر و فریب بڑا ہی عظیم ہے(

نگہت کے گھر کا یہ اخلاقی پہلو بڑا ہی تاریک تھا کہ ہر ناکامی کی ذمہ داری جادو و تعویذوں پر ڈال دی جاتی . کبھی کسی رشتے دار پر الزام تو کبھی کسی پر .خود اپنی ذات کو بری الذمہ قرار دے دیتے .

ضیا جیسے بے کار و بے روزگار انسان نے یہی عادات ساس و بیگم سے سیکھ لیں ....معاشی فراخی و انتقامی جذبات کی تسکین کے لئے اس نے جعلی پیروں کی شاگردی اختیار کر لی، کہ کہیں سے آلہ دین کا چراغ مل جائے .تو اس کے بھی دن پھر جائیں.بھائیوں اور دیگر لوگوں سے جادو کے زور پر انھیں اندھا بہرہ بنا کر کمائی کی جائے...

قانون فطرت ہے کہ ہر مجرم خواہ کتنا ہی ہوشیار ہو اس کے منہ سے ایسی باتیں ضرور نکل جاتی ہیں کہ اس کے کردار کو واضح کر دیتی ہیں .ضیا اکثر کہتا " میں ایسی پلاننگ کر رہا ہوں کہ ساری زندگی بیٹھ کر کھاؤں ..... ".وہ یہ بھی اکثر کہتا کہ " ہمارے گھر میں

جنات رہتے ہیں جو چیزیں غائب کر دیتے ہیں ". جس کا مطلب واضح تھا کہ پیسے جو غائب ہوتے ہیں وہ جنات لے جاتے ہیں . تاکہ اس پر کوی حرف نہ آئے . وغیرہ

ضیا کے پاس نہ کوئی ڈگری تھی نہ کاروبار حیات .... اس نے جعلی پیروں سے دوستی لگا کر جوڑ توڑ کے فن میں دسترس حاصل کی....جادو و منتر سیکھ کر اس نے پہلی بڑی تجربہ گاہ والدین کے گھر کو بنایا .والد کی وفات ہو گئی .لہذا میدان خالی ہو گیا .پہلے وہ خفیہ کاروائیوں میں مشغول تھا اب میدان میں کود پڑا .

آحادیث مبارک سے پتہ چلتا ہے کہ شیطان کے تین خطرناک ہتھیار ہیں ".نفخ)"پھونک", (نفث)"تھوک", (اور" ہمزہ)"جھٹکا).

جادو کے یہی تین بنیادی مہرے ہیں، جن سے اللہ تعالی کی پناہ مانگی جاتی ہے .

جو جادو گر ان تین مہروں کو جتنی مہارت سے عوام الناس پر گھماتا ہے اتنا ہی وہ شیطان کو خوش کرتا ہے . اور جناتی کھیل مین اسے کامیابی ملتی ہے.

جوں جوں ضیاء اس میدان میں آگے بڑھتا گیا اس کی آنکھیں مستقل سرخ رہنے لگیں .اور گھر والے اسے ہائی بی پی کی علامت سمجھتے، ...اللہ ہی جانتا ہے کہ اس نے بے وقوف جنات قابو کئے تھے یا کسی جعلی پیر سے خریدے تھے .بہر حال وہ جنات حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا، اور اپنے آپ کو جنات کا بادشاہ سمجھنے لگا ....جادو گروں اور ساحروں کی طرح مستقبل کی پیشن گوئیاں کرنا، بڑے بڑے دعوے کرنا، گھر کے ہر فرد پر دماغی اٹیک، جس سے کچھ دیر کے لئے اس کا دماغی توازن ڈسٹرب ہو جاتا......ہر شخص کو قابو میں کرنے کے لئے اس کے پاس کرنے کو بہت کام تھا اب وہ ایک بیکار انسان نہ تھا....بزنس مین تھا.......گھنٹوں ہلکی روشنی میں بیٹھ کر وہ اپنے جادوئی کاموں کو نمٹاتا ....جنات کو فنکاری سے استعمال

کرتا .....قرین سے باتیں کرنے کے فن میں اسے پوری مہارت حاصل تھی .گھر والے اسے مریض سمجھتے .مگر وہ سب کو مریض بنا چکا تھا،.....ہر گھر میں اس کے کارنامے نظر آرہے تھے .بھائیوں کو بے وقوف بنا دیا .کہ میں تو بیمار انسان ہوں، تم محنت سے روزگار کمائو اور مجھے بھی دے دیا کرو.....اللہ کریم مائوں کو جاھل نہ بنائے کیونکہ جاھل ماں وہ بھی مامتا سے لبریز .بیٹے کے خلاف ایک حرف سننے کو تیار نہ تھی .....جس کی وجہ سے گھر میں ضیاء کو ہر طرح کی کامیابی مل گئی.

بھابیوں کے گھروں میں خون کے چھینٹے، جلنے کی بدبو، ڈر ، خوف و وہم، بیچینی، لڑائی جھگڑے وغیرہ جیسی واضح جناتی علامات کی وجہ سے بھابیاں اس شخص کو ذمہ دار ٹھہراتیں .مگر وہ اپنی اور بیگم کی بیماریوں کا بہانہ بنا کر سب سے لڑنے کو تیار ہو جاتا .انتقامی کاروائیاں اور بھی بڑھ چڑھ کر کرتا....اس کے بڑا بھائی ہونے کے دعوے نے اپنے خلاف ہر بغاوت کو دبا دیا، ....

ضیا اپنی بیگم کی نفسیاتی بیماریوں کی وجہ سے اکثر پاگل خانے کے ڈاکٹروں کے پاس چکر لگاتا جہاں سے اسے پاگلوں کے علاج معالجے کی بنیادی ادویات کا بھی علم ہو گیا ...اور ساتھ ہی پاگلوں کی علامات کا .

جادو کی کئی اقسام ہیں، جادوئی سرکس کے لئے جادو گر کو کوئی جسم چاہیے ہوتا ہے.کیونکہ جنات کبھی سامنے نہیں آتے کسی نہ کسی جسم میں ظہور کرتے ہیں....جس پر کالا جادو ہوتا ہے صرف اسی مریضہ کو نظر آتے ہیں ....ضیاء کے زائچوں میں اس کی بہن مونا کا نام نکلا، جو اس کی سخت مخالف تھی ....اور اس کی شیطانی راہ کا سب سے بڑا پتھر تھی. لہٰذا اس نے سب سے پہلے اسے قابو کرنے کا پروگرام ترتیب دے لیا .اس پر پے در پے تعویذ و منتر ڈالے .اس کے بالوں پر شدید قسم کا جادو کیا جس سے اس کے سب بال جڑ کر اکٹھے ہو گئے .سب گھر والے گواہ ہیں ، سب جان گئے کہ کون ہے؟ مگر ضیاء صاف بچ نکلا کہ مجھے یہ بال دے دیں میں اس کی خبر لیتا ہوں جس نے یہ جادو کیا

ہے .بالوں پر جادو سے کسی کو بھی وہم کی بیماری لگانا آسان ہے.

بیچاری جاھل ماں دام فریب میں آگئی .اس طرح کی کامیابیوں نے ایک طرف ضیاء کو دلیر بنا دیا دوسری طرف مظلوموں کی زبان بندی کے لئے اپنے بھائی غیاث کو ، جو فطرتا اجڈ و سادہ انسان تھا کو استعمال کیا، وہ بآسانی ضیاء کے دام فریب میں آ گیا، اسکی بیگم سے اس کی لڑائیوں کے سلسلے نے ضیاء کو اور بھی ہوشیار کر دیا .غیاث پر بے اولادی کا بندھن، جسکا اسکی بیگم عارفہ کو خطرہ تھا .بلکہ حقیقت بھی یہی تھی .بالا آخر ضیا ،غیاث اور عارفہ کے درمیان طلاق دلوانے میں کامیاب ہو گیا .عارفہ کا جوان بھائی انجانی سر کی چوٹ سے پراسرار طور پر قتل ہوا ...جبکہ اس کا دشمن سوائے ضیاء کے دنیا میں کوئی اور نہ تھا .طریق واردات وہی دماغی اٹیک ...میں نے اس کی موت پر ضیاء کو بہت خوش دیکھا......غیاث کی وجہ سے خاموشی چھائی رہی ..قیامت تک کے لئے ...انتظار یوم حشر کا ہے.

ضیاء کی بیگم اپنے شوہر کی محرم راز تھی .اسے ان باتوں کا پتہ تھا .مگر اپنے شوہر کے ساتھ اس شیطانی عمل مین پیش پیش رہی...

مونا جیسی باحوصلہ لڑکی کو ضیاء نے پاگل کرنے کی کوشش کی.....اس پر جادو کے وار ہر زاویے سے کئے . ماں کو ساتھ ملا لیا کہ میں خود اس کا علاج کروں گا...جب بھیڑیا ہی مسیحا بن جائے..... وہ اس میں جنات کو داخل کرنے کی کوشش کرتا ...مونا کی قوت مدافعت پہ در پہ حملوں کے سامنے کمزور پڑ گئی ... بھائیوں نے بے حسی کا مظاہرہ کیا.مونا بے چینی و اضطراب کی وجہ سے نڈھال ہو گئی...پھر اس کے علاج کے بہانے اسے خطرناک دوائیاں کھلائی جاتیں .

غیاث کی شادی کے موقعہ پر سب نے دیکھا کہ ضیاء مونا کے کمرے کی طرف تیز تیز قدموں سے بڑھتا ... چند رشتے داروں نے مشاہدہ کرنے کی کوشش کی.

وہ مونا کے کمرے میں گیا .دروازہ بند کرنے کی کوشش کی .مونا دروازے کو دھکا لگاتی کہ ماں اسے دروازہ نہ بند کرنے دو .مگر ماں سمجھتی کہ بیٹی کے علاج کے لئے یہ ضروری ہے ...ماں نے دروازہ بند کر دیا ......مونا کے یہ کلمات آج بھی میرے کانوں سے ٹکراتے ہیں ".ماں اس خبیث کو باہر نکالو، یہ میرے سامنے ننگے جسموں کو نچاتا ہے .وہ مجھے گندے اشارے کرتے ہیں ....اے ماں !کیا تو مجھے اس بات کی سزا دے رہی ہو کہ میں یتیم ہوں ....میرا باپ مر چکا ہے .کیا اب میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ".

حقیقت بھی یہی تھی مونا کا باپ مر چکا تھا .اس کی کائنات لٹ چکی تھی .

ضیا کے بعد سب سے زیادہ بے غیرتی کا مظاہرہ غیاث کی طرف سے ہوا .وہ آنکھیں بند کر کے وہی کرتا جس کا حکم ضیا اسے دیتا .

ضیا کی درندگی اس وقت عروج پر ہوتی جب وہ بھائیوں اور والدہ سے پیسے لینے کے لئے مونا کا جادوئی سرکس لگاتا ....اسطرح کہ چند مخصوص افراد کی شکلیں بدل بدل کر جنات اس با حیاء کنواری خاتون کو دعوت زنا دیتے .اس کے سامنے اچھلتے کودتے...وہ بے چاری ان کو دیکھتی .... مگر گھر کے دیگر افراد جنوں کو دیکھ نہ پاتے ، اس لئے مونا کو پاگل کہتے .....پھر بھی اہل عقل فرق کو صاف دیکھ سکتے ہیں .گھنٹوں کے حساب سے یہ سرکس چلتا .....کئی کئی دن تک چلتا، صرف رات کو وقفہ آتا جب مونا کو بے ہوشی کی دوائی دے کر سلا دیا جاتا ...ماں اس قدر بوکھلا جاتی کہ جتنے پیسے ضیا مانگتا وہ دے دیتی .پیسے وصول کر کے ضیاء چند دن کا وقفہ کرتا .اور جنات کو برادری کی خیریت کے لئے استعمال کرتا ....جنات سے کھیلنا اس کا پسندیدہ مشغلہ

تھا.....یہ تھی بیماری اور یہ تھا وہ کاروبار .....جس میں مرحوم باپ کی غیرت کا سودا ابلیس لعین سے کیا....

2009میں ضیاء فوت ہو گیا .اب جنات باہر کی جاب سے ریٹائر ہو کر مستقل مونا کے اندر دخول رکھتے ہیں .اپنی خاص ضروریات بھی وہیں رہ کر پوری کرتے ہیں .شرک و زنا، کا یہ کھیل جاری ہے...ستائیس سال سے مونا کبھی اپنی فطری نیند نہیں سوئی .اسے غیاث بے ہوشی کی دوائی سونے کے وقت دیتا ہے .وہ بے ہوش ہو جاتی ہے .چند گھنٹے بعد اثر زائل ہونے پر اٹھ جاتی ہے ...یہ ہے وہ زندہ لاش.....کس جرم میں؟

واذالموءودت سئلت، بائی زنب قتلت

غیاث ابھی بھی بضد ہے کہ چلنے دو .....کیونکہ اب وہ بھابھی جو بیوہ ہے اس کی محبوبہ بن چکی ہے .اسے اپنی محبت کی لاج رکھنی ہے.

میں اہل ایمان بہنوں اور بھائیوں سے اخلاقی مدد چاہتی ہوں کہ غیاث کے کفر کو کون توڑے گا؟ اور مونا کو کوئی مسیحا مل جائے ...وہ بھی کھلی فضا میں سانس لے سکے .

اس کہانی کو زیادہ سے زیادہ شیئر کریں کہ لوگ اپنے اعمال کا محاسبہ کریں .

ہم ایک کتاب و ایک رسول کے ماننے والے ہیں .رب العزت کے سامنے عمل کی تصدیق چاہیے.

سب مسلم بہن بھائیوں کو حق ہے کہ غیاث الدین کو اپنے جذبات شیئر کرنا چاہے تو اس email I'd, "ghias_ahmed2000@Yahoo.com" and hotmail.comپر نصیحت کر سکتا ہے .

(داستان دل آپکو کیسالگا۔۔۔اپنی رائے

واٹس اپ03225494228کریں۔۔۔۔۔۔۔۔

امیمہ حریم

جھوٹا دکھاوا

کسی جنگل میں بندروں کا ایک غول رہتا تھا اس جنگل میں چونکہ بہت زیادہ تعداد میں پھل وغیرہ اُگتے تھے اس لیے وہ سب بندر بہت اطمینان اور خوشی سے رہتے تھے۔

ایک دن ایسا ہوا کہ ایک سائنسدان اپنی بیٹی کے ساتھ اسی جنگل میں ریسرچ کے لیے آیا۔ خیمہ نصب کرنے کے بعد سائنسدان تو پودوں کے سیمپل اکھٹے کرنے نکل کھڑا ہوا مگر وہ لڑکی اس خیمہ کی تزین و آرائش کے لیے پیچھے رہ گئی۔ اس نے پہلے زمین پر ایک پرانا قالین بچھایا۔ پر اس قالین پر بستر لگائے۔خیمے کی درمیانی ٹیک سے برقی لالٹین لٹکائی اور اس کے عین نیچے ایک چھوٹی سی میز اور اس پر سجاوٹی سیبوں سے بھرا ایک پیالہ رکھ دیا۔وہ سیب دیکھنے میں بہت تازہ، خوبصورت اور بڑے لگ رہے تھے۔

تمام بندر درختوں پر بیٹھے ان مصنوعی سیبوں کو لالچ سے دیکھ رہے تھے۔ لڑکی خیمہ کے سامنے کی جگہ صاف کرنے کے لیے زرا باہر نکلی تو ایک بندر نے تیزی سے جھپٹا مارا اور ایک مصنوعی سیب اٹھا لیا اور عین اسی وقت لڑکی کی نظر بھی اس پر پڑ گئی۔ لڑکی نے فوراً بندوق اٹھا کر نشانہ لیا اور فائر داغ دیا۔ مگر تمام بندر اتنی دیر میں وہاں سے بھاگ گئے تھے۔

کافی دیر تک بھاگنے کے بعد تعاقب نہ ہونے کا یقین ہونے پر تمام بندر رک گئے۔ چوربندر نے ہاتھ بلند کرکے سب کو سیب دکھایا۔ سب بندر حیرت سے اس بندر کو دیکھنے لگے اور اس کو خوش قسمت گرداننے لگے کہ اسے ایسا اچھا سیب مل گیا۔ اور کوشش کرنے لگے کہ ایک بار اس مصنوعی سیب کو ہاتھ لگا کر دیکھ سکیں۔

چور بندر نے سب کو جھڑکا اور یہ مصنوعی سیب لے کر ایک درخت کی سب سے اونچی شاخ پر جا بیٹھااور سیب کو کھانے کے لیے اسے منہ میں لے کر دبایا۔ مگریہ مصنوعی سیب سخت پلاسٹ کا بنا ہوا تھا جسے چبانے سے بندر کے دانتوں میں درد ہونے لگا۔ بندر نے دو تین بار اور کوشش کی مگر ہر بار اسے درد ہونے لگتا۔

وہ دن چور بندرنے اسی اونچی شاخ پر بھوکے رہ کر گزارا۔ اگلے دن وہ نیچے اتر آیا۔ دوسرے تمام بندر اسے احترام سے دیکھنے لگے کیونکہ اس وقت بھی اس کے ہاتھ میں وہ مصنوعی سیب موجود تھا۔ دوسرے بندروں سے ملنے والا احترام دیکھ کر اس بندر نے اس سیب پر اپنی پکڑ اور مضبوط کر دی۔ اب دوسرے بندر پھلوں کی تلاش میں نکل گئے اور تیزی سے ایک درخت سے دوسرے درخت پر چھلانگ لگاتے ہوئے پھل توڑ توڑ کر کھانے لگے۔

چور بندر کے ایک ہاتھ میں چونکہ مصنوعی سیب تھا اس لیے وہ درختوں پر نہیں چڑھ سکا۔ مگر وہ سیب بھی ہاتھ سے چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے وہ سارا دن بھوکا پیاسا رہا اور یہی سلسلہ اگے کچھ دنوں تک چلتا رہتا۔ دوسرے بندر اس کے ہاتھ میں مصنوعی سیب ہونے کی وجہ سے عزت کرتے مگر اسے کھانے کے لیے کچھ نہیں دیتے۔

بھوک سے بے حال وہ بندر اتنا نڈھال ہو چکا تھا کہ اس کو اپنا آخری وقت نظر آ رہا تھا۔ اس نے ایک بار پھر اس سیب کو کھانے کی کوشش کی مگر اس بار میں نتیجہ مختلف نہ تھا۔ اس کے دانت اس مرتبہ بھی درد کر رہے تھے۔ چور بندر کو اپنی آنکھوں کے سامنے درختوں سے لٹکے ہوئے پھل نظر آ رہے تھے مگراس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ ان درختوں پر چڑھ سکتا۔ آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں ہمیشہ کے لیے بند ہو گئیں۔ جان نکلتے ہی اس کی گرفت مصنوعی سیب پر

ڈھیلی ہو گئی اور وہ مصنوعی سیب اس کے ہاتھ سے نکل کر لڑکھ گیا۔

شام کو باقی بندر آئے انہوں نے مرے ہوئے بندر کی لاش پر کچھ آنسو بہائے افسوس کیا اور اس کی لاش کو پتوں سے ڈھانپ دیا۔ ابھی وہ اتنا کر ہی رہے تھے کہ ایک دوسرے بندر کو وہی مصنوعی سیب ملا۔ اور اس نے اپنا ہاتھ بلند کر کے سب کو وہ سیب دکھانا شروع کر دیا

دنیا کی مثال بھی اس پلاسٹک کے سیب کی طرح ھے اس سے حاصل کچھ نہیں ھوتا۔ جب کہ اس کو دیکھنے والے اس سے متاثر ھو رھے ھوتے ھیں اور دنیا کو ھاتھ میں رکھنے کا دعوی دار بلا آخر خالی ھاتھ لا حاصل اس دنیا سے چلا جاتا ھے۔ جھوٹا دکھاوا انسان کو پہلے تھکا دیتا ھے پھر مار ڈالتا ھے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایڈیٹر رابطہ:03225494228

فیس بک:03377017753

ای میل:abbasnadeem283@gmail.com

کراچی میں امن یقینی بنایا جائے

تحریر: عریشہ سہل

بسمہ اللہ الرّحمٰنِ الرّحیم

کراچی میں امن یقینی بنایا جائے

کراچی پاکستان کا قدیم اور اہم ترین شہر ہے۔ کراچی کو پاکستان میں وہی اہمیت حاصل ہے جو نیویارک کو امریکہ میں، استنبول کو ترکی میں اور ممبئی کو بھارت میں حاصل ہے۔ اس شہر کی تاریخ صدیوں پرانی ہے۔ اس کا پرانا نام کولاچی تھا جو کہ بدلتے بدلتے کراچی بن گیا۔ کراچی کو پاکستان کا پہلا دارالحکومت ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ یہ ملک کی سب سے زیادہ آبادی اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ اس شہر سے جڑی ساحلی پٹی اس کی اہمیت میں مزید اضافہ کر رہی ہے۔ یہ ملک کا سب سے بڑا تجارتی مرکز ہے۔ درآمد شدہ سامان کی پورے ملک میں ترسیل اسی شہر سے کی جاتی ہے۔ یہ شہر ستر فیصد ٹیکس سرکاری خزانے میں ڈالتا ہے۔ تجارت کا گڑھ ہونے کے سبب یہ شہر سب سے زیادہ روزگار کے مواقع فراہم کرتا ہے اسی لیے ملک کے کونے کونے سے لوگ یہاں آ کر روزگار حاصل کرتے ہیں۔ یہاں ہر نسل، ہر ذات کے لوگ مختلف شعبوں سے منسلک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کراچی کو چھوٹا پاکستان بھی کہا جاتا ہے۔

یوں تو اس شہر کے باسیوں کو بہت سے مسائل درپیش ہیں جن میں سب سے بڑا مسئلہ اختیارات کی جنگ ہے۔ اس کی سیاسی تاریخ بھی بہت پرانی ہے۔ خصوصاً قیامِ پاکستان کے بعد اس شہر کی سیاسی قدر میں مزید اضافہ ہو گیا۔ بہت سی سیاسی جماعتیں اس شہر کی نمائندہ جماعت ہونے کا دعویٰ کرتی نظر آتی ہیں لیکن یہ دعوے صرف زبانی کلامی باتوں تک ہی محدود ہیں۔ حقیقت میں سب اختیارات کی جنگ لڑنے میں اس قدر مگن ہیں کہ کراچی اور اس کے مسائل کہیں بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ کل تک دنیا بھر میں کراچی کو روشنیوں کا شہر کہا جاتا تھا اور آج غلیظ ترین شہروں میں کراچی کو بھی شمار کیا جاتا ہے۔ اس شہر کا ایک اور بڑا مسئلہ بدامنی ہے جو اس شہر کو دیمک کی طرح کھا رہا ہے۔ اسی بدامنی کے سبب تجارت کو شدید

نقصان پہنچا ہے،بے روزگاری میں خطرناک حد تک اضافہ ہوا ہے،سرمایہ کار اپنا سرمایہ یہاں لگانے سے گھبراتے ہیں، یہاں کی آبادی حالات سے تنگ آکر یہ شہر چھوڑنے پہ مجبور ہے کیونکہ اس شہر میں کسی کی بھی جان،مال اور عزت محفوظ نہیں ہے۔ہر طرف لاقانونیت دکھائی دیتی ہے۔پولیس جیسا اہم ادارہ صرف اور صرف اپنی جیبیں گرم کرنے میں مصروف ہے۔جب قانون نافذ کرنے والے ادارے خوابِ غفلت کے مزے لوٹنے لگیں تو ایسے میں شر پسند عناصر جاگ جاتے ہیں۔ہر کونے سے نامعلوم افراد اُمڈ اُمڈ کر آتے ہیں اور بدامنی پھیلا کر گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہو جاتے ہیں۔اور اگر کبھی کوئی شخص ان نامعلوم افراد کو پہچان کر ان کی نشاندہی کرنا چاہے تو اسے مجرم سے زیادہ سزا دی جاتی ہے۔

ملک کی ترقی کا بہت حد تک انحصار کراچی کی ترقی پہ ہے اور اگر یہ شہر اسی طرح بدامنی کا شکار رہا تو ملکی تجارت کو اربوں کا نقصان اٹھانا پڑے گا۔اس کے لیے ضروری ہے کہ کراچی میں امن یقینی بنایا جائے۔تاکہ اس کے شہری بلاخوف وخطر اپنے گھروں سے نکلیں اور اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوائیں۔اس شہر میں قیامِ امن تب تک ممکن نہیں ہے جب تک حکومت اور قانون نافذ کرنے والے ادارے ساتھ مل کر کام نہ کریں۔جب ملک کا تجارتی گڑھ ترقی کرے گا تو ملک بھی تیزی سے ترقی کی منازل طے کرے گا۔

ختم شد

تحریر : راہِ ہدایت

صداقت علی

03407640926

"

دیکھو تو نمازی آ رہا ہے.

ہوں ، نمازی آج تک پتہ نہیں کیا کیا کرتا رہا ہے اور آج دوسروں کو دکھانے کے لیے نمازی بنا بیٹھا ہے".

"میں عصر کی نماز پڑھ کے آ رہا تھا تو سامنے گاؤں کے بگڑے ہوئے لڑکوں کا گروپ میری نماز کے بارے میں سرگوشیاں کر رہا تھا پوری بات تو نہیں البتہ کچھ میں نے سن لی اور سمجھ بھی گیا کے یہ کیا کہ رہے ہیں؟

میں ان کے پاس آ کر رکا جو سڑک کے ایک طرف کھڑے تھے

"میں نے اپنی زندگی میں بہت گناہ کیے ہیں بلکہ میرے گناہوں کی تو ایک لمبی فہرست ہے جنہیں گنتا مشکل ہے. مگر اس کے باوجود اللہ نے مجھے بھٹکنے نہیں دیا. میں پہلے برا تھا توسب کی نظروں میں برا تھا اب اللہ کی طرف رجوع کیا ہے پھر بھی سب کی نظروں میں میرا وہ ہی مقام ہے لیکن مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ مجھے یقین ہے کہ اللہ کی نظر میں میرا مرتبہ بہت اعلیٰ ہے . میں نے صرف ایک چیز سیکھی ہے کہ سوچنے والے بہت تھوڑا سوچتے ہیں. میں کہہ کر چلا گیا لیکن انہیں کیا فرق پڑ سکتا تھا...؟

از قلم

صداقت علی...کٹھیالہ خورد ،منڈی بہاؤالدین

☆☆☆☆☆

آپ کو داستان دل پڑھ کر کیسا لگا ہمیں اپنی رائے لازمی دیں ۔آپکی رائے کو داستان دل میں آپکے نام کے ساتھ شائع کیا جائے گا،

واٹس اپ:03225494228

محبت کی اِنتہا چاہتا ہوں

از قلم محمد شعیب

آخری قسط:

آج دن چڑھ آیا تھا لیکن اعظم کے کمرے کا دروازہ بند تھا۔ عریشہ اور دانیہ چہ مگوئیاں کرتے ہوئے دروازے کے پاس آئیں تو کمرے کا دروازہ یک دم کھلا۔ اندر سے افرہ برآمد ہوئی۔ جسے دیکھ کر وہ بری طرح چونکی تھی۔

"تم۔۔۔" دانیہ نے غصے سے کہا تھا

"جی۔۔۔" وہ اپنی مسکراہٹ کو دباتے ہوئے سیڑھیوں کی طرف چل دی اور ان کو کچھ نہ بتایا۔

"اسے کیا ہوا؟" دانیہ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا

"یہ صبح صبح۔۔۔استفہام کے کمرے میں کیا کر رہی تھی؟" وہ بڑبڑائی

"بھائی سے پوچھیں۔۔۔" عریشہ نے کہا تھا۔ جس پر دونوں اندر کی طرف گئیں تو ایک بار پھر چونکیں۔ اعظم اپنی قمیض کے بٹن بند کر رہا تھا۔

"اعظم۔۔۔" دانیہ بس اس کا نام ہی پکار سکی تھی۔ اعظم کے چہرے کی مسکراہٹ نے اسے بولنے لائق چھوڑا ہی کب تھا؟

"کیا ہوا آپی؟ کوئی کام تھا؟" اس نے دھیمے لہجے میں پوچھا تو دونوں کو ایک اور جھٹکا لگا تھا

"ارے تم دونوں یہاں ہو۔۔۔ میں وہاں تمہیں کچن میں ڈھونڈ رہی ہوں۔۔" نورجہاں بھی وہاں آموجود ہوئی تھی

"امی۔۔ آج ناشتہ بنانا رہنے دیں۔۔" اس نے نورجہاں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تو نورجہاں نے طنز کے نشتر چلائے

"کیوں؟ اب کیا گناہ ہو گیا ہم سے؟ جس کی پاداش میں ناشتہ کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے؟" تلخ لہجے میں کہا تھا

"میں نے ناشتہ کرنے سے منع نہیں کیا۔۔بلکہ بنانے سے منع کیا ہے۔۔میں بازار جا رہا ہوں۔۔حلوہ پوری لینے۔۔سب اسی سے ناشتہ کریں گے۔۔" یہ سننے کی دیر تھی کہ سب جیسے سکتے کی حالت میں چلے گئے۔نور جہاں کے ہاتھوں میں موجود ڈونگا بھی نیچے زمین پر آ گرا۔ پھٹی پھٹی آنکھوں سے سب اس کے چہرے کی طرف دیکھنے لگے تھے۔

"آپ بس۔۔۔ ٹیبل پر چیزیں رکھیں۔۔میں ابھی آتا ہوں۔۔" اس نے جاتے ہوئے ایک مسکراہٹ کے ساتھ کہا تھا۔یہ کہتے ہی اعظم وہاں سے چلا گیا مگر وہ سب بت بنے وہیں کھڑے رہے۔

"امی۔۔۔یہ ابھی تک ناشتہ نہیں بنایا آپ نے؟" عرفان نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا تھا مگر وہ تو جیسے سننے سے بھی قاصر تھے

"امی۔۔۔" اس نے شانہ پکڑ کر جھنجوڑا تھا

"کیا ہے؟" نور جہاں جیسے سکتے سے باہر آئی

"ناشتہ۔۔۔" اس بار دانیہ اور عریشہ بھی سکتے سے باہر آ گئیں۔

"وہ ہمارا ہی ایم ہی تھا ناں۔۔۔؟؟" عریشہ نے باہر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا تھا

"لگتا تو وہی تھا۔۔۔" دانیہ نے تصدیق کی

"پھر وہ حلوہ پوری لینے گیا۔۔وہ بھی ہمارے لئے؟" عریشہ نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا تھا

"کیا؟ حلوہ پوری؟" حلوہ پوری کا نام سن کر عرفان کے منہ میں پانی آ گیا۔

"دال میں کچھ ضرور کالا ہے۔۔" دانیہ نے کہا

"مجھے تو پوری دال ہی کالی لگ رہی ہے۔۔" عریشہ نے کہا

"ارے۔۔یہ کیا تم کالی پیلی دال لے کر بیٹھ گئے ہو۔۔۔ چھوٹے نے حلوہ پوری کا ناشتہ کروانا ہے۔۔اور آپ سب یہاں

´

"چلو۔۔جاکر چائے شائے بناؤ۔۔جلدی۔۔۔میں ابھی دلاور بھائی کو اٹھاتا ہوں۔۔کہیں وہ مس نہ کردیں۔۔"وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔جبکہ وہ تینوں ابھی تک وہیں کھڑی تھیں۔

☆ ☆ ☆

آج ان کی شادی کو کئی دن بیت گئے۔لیکن سچ بتانے کا موقع ہاتھ نہ لگا تھا۔اگلے دن ہی استفہام کو میرج بیورو کی طرف سے دوسرے شہر جاکر ایک کلائنٹ کے ساتھ معاملات طے کرنا پڑے جس میں ایک ہفتہ بیت گیا لیکن اس کے پیچھے اس نے گھر کا بندوبست افرہ کے سپرد کیا جس پر اس نے بخوشی قبول کیا۔پہلے پہل تو نور جہاں اور دانیہ اس کو منہ چڑھاتی مگر رفتہ رفتہ وہ ان کے دل میں اپنی جگہ بنانے میں کامیاب ہوتی گئی۔تسنیم کے دل سے بھی نور جہاں کی نفرت میں کمی آگئیں

ادھر سب کچھ ٹھیک ہونے جارہا تھا تو دوسری طرف سب کچھ بگڑنے کو تیار تھا۔دوسرے شہر جاتے ہی استفہام کی طبیعت خراب رہنے لگی۔مگر اس نے طبیعت سے زیادہ کام پر زور دیا اور جب واپس لوٹا تو راستے میں ہی بے ہوش ہوگیا۔

"آپ کو یہ چکر کب سے آرہے ہیں؟"کسی راہگیر نے اسے اسپتال پہنچادیا تھا۔جہاں پر اس کے ٹیسٹ کئے گئے اور پھر ٹیسٹ کے بعد ڈاکٹر نے پوچھا تھا

"یہی کوئی ایک دو ہفتے سے۔۔"اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا تھا

"آپ نے اس دورانیے میں کیا اپنا خون ڈونیٹ کیا یا پھر کسی سے خون لیا؟"اس سوال پر وہ بری طرح جھجکا تھا

"کیا مطلب ہے آپ کا؟"

"مطلب میں آپ کو سمجھاتا ہوں لیکن پہلے آپ بتائیں کہ آپ نے کسی کو خون عطیہ کیا تھا؟"ڈاکٹر اپنی بات پر قائم تھا

"جی ہاں۔۔۔ ایک ہفتہ پہلے ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں ایک شخص بری طرح زخمی ہوا تھا۔ خون اس کا کافی بہہ چکا تھا۔ جب میں اسے قریبی ڈسپنسری لے کر گیا تو ڈاکٹر نے خون کا بندوبست کرنے کو کہا۔ اتفاق سے میرا خون اس شخص کے خون سے میچ کر رہا تھا۔ میں نے اس کو خون عطیہ کیا تھا۔۔۔ مگر اس بات کا میرے چکر آنے سے کیا فکر ہے؟"

"کیا اُس ڈاکٹر نے آپ کے اور اس شخص کے خون کا ٹیسٹ کیا تھا؟ اور کیا جراثیم سے پاک نئے آلات کا استعمال کیا تھا؟" ڈاکٹر ایک کے بعد ایک سوال کر کے اس کی پریشانی میں اضافہ کر رہا تھا

"یہ تو مجھے نہیں معلوم۔۔۔ مگر بات کیا ہے؟ آپ پلیز صاف صاف بتائیں۔۔ پہیلیاں مت بوجھائیں۔۔"

"دیکھیے۔۔۔ میں یقین سے تو نہیں کہہ سکتا مگر میرا غالب گمان ہے کہ وہ شخص جس کو آپ نے خون عطیہ کیا تھا اسے بلڈ کینسر تھا اور شاید وہ کینسر کی لاسٹ سٹیج پر تھا۔ اور میرے اندازے کے مطابق اُس شخص نے جسے آپ ڈاکٹر کہہ رہے ہیں اس نے ایک ہی سرنج سے آپ دونوں کے خون کا ٹیسٹ کیا، جس سے اُس شخص کے جسم میں موجود جراثیم آپ کے جسم میں منتقل ہو گئے۔۔" اس بار ڈاکٹر نے توقف کیا تھا۔ جس کا مطلب وہ سمجھ چکا تھا مگر پھر بھی چاہتا کہ ڈاکٹر ایسی بات نہ کہیں شاید وہ کچھ اور کہنا چاہتے تھے

"مطلب۔۔" اس نے ششدر کہا تھا

"مطلب یہ کہ آپ کو بھی بلڈ کینسر ہے۔۔" اس کے سر پر جیسے کسی نے بم پھوڑا تھا۔ وہ کتنے لمحے تو بنا سانس لئے وہاں بیٹھا رہا

"اور کینسر کی بھی لاسٹ سٹیج پر ہے۔۔ میرے تجربے کے مطابق آپ کے پاس زیادہ سے زیادہ ایک ماہ ہے۔۔۔" یہ الفاظ تھے یا نشتر؟ وہ ایک لمحے میں ہی کرچی کرچی ہو گیا۔

"کتنی بار کہا جاتا ہے کہ استعمال شدہ سرنج یا ڈاکٹری آلات کو دوبارہ استعمال نہ کیا جائے۔ ہمیشہ نئی سرنج استعمال کی جائے۔ ڈاکٹری آلات کو بھی جراثیم کش دوا سے دھو کر استعمال کیا جائے مگر ذرا سی بے احتیاطی انسان کو کس سٹیج پر لے آتی

ہے۔۔شاید آپ کو علم ہو گیا ہے۔۔"اس نے اب گردن جھکا لی مگر اس کی نگاہیں نہ جھکیں۔وہ یک ٹک اسے دیکھتا رہا۔

"اب میں آپ کو یہی مشورہ دوں گا کہ آپ کو اگر ایک ماہ سے زیادہ جینا ہے تو اپنے سارے کام نمٹا کر جتنا جلد ہو سکے اپنے آپ کو اسپتال ایڈمٹ کرا دیں۔۔شاید آپ کتنا عرصہ اور جی لیں؟"انہوں نے گردن اٹھا کر کہا تھا

"کتنا عرصہ؟"کھوئے کھوئے لہجے میں جواب دیا

"یہی کوئی۔۔چند دن۔۔"ایک طویل خاموشی دونوں کے درمیان حائل ہو گئی۔جسے اعظم کی مسکراہٹ نے توڑ ڈالا

"یعنی جتنے بھی کام ہیں ان کو جلدی سے نمٹا کر اپنے آپ کو بیڈ پر پہنچا دوں تاکہ اوروں کا محتاج ہو جاؤں۔۔ویسے میں اس ایک ماہ میں کتنے کام نمٹا سکتا ہوں ڈاکٹر صاحب؟"اس کے سوال پر وہ کچھ دیر خاموش رہے پھر گویا ہوئے

"جتنے آپ چاہیں۔۔۔یا جتنے آپ کے ذمے ہوں"انہوں نے عاجزی کے ساتھ کہا تھا

"اچھا۔۔۔جتنے میں چاہوں؟۔۔۔میں تو بہت سے کام کرنا چاہتا ہوں۔۔کیا وہ سب ایک ماہ میں ہو جائیں گے؟

ابو کا علاج کروا کر اپنے پاؤں پر کھڑا ہوتا دیکھنا ہے،ان آنکھوں نے کیا یہ کام ایک ماہ میں ہو جائے گا؟

دانیہ آپی کو اس بات کا احساس دلانا ہے کہ شادی کے بعد اصل گھر اس کا سسرال ہوتا ہے میکہ نہیں۔۔۔جو کام میں پچھلے سات سالوں سے نہیں کر پایا کیا ایک ماہ میں ہو جائے گا؟

دلاور بھائی کو اس بات کا احساس دلانا ہے کہ ان کی عزت ان کے اپنے گھر میں ہیں۔یوں گھر داماد بن کر آخر وہ کب تک ہمارے ساتھ رہیں گے؟انہیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلانا ہے۔کیا یہ بھی ایک ماہ میں ہو جائے گا؟

عریشہ جو اپنی بچپنے میں اپنا صحیح غلط دیکھ نہیں پا رہی۔۔اسے سمجھا کر نئی زندگی کی طرف لے کر جانا ہے۔۔کیا یہ سب کچھ ہو جائے گا ایک ماہ میں۔۔اس کی شادی کروانی ہے۔۔لڑکا

ڈھونڈنا ہے، منگنی کرانی ہے، پھر نکاح۔۔ کیا یہ سب کچھ ایک ماہ میں ہو جائے گا؟

امی۔۔ جو ہر وقت فضول خرچی میں گھر کو برباد کرنے پر تلی ہوئی ہیں فقط اس گمان پر کہ ان کا بیٹا زندہ ہے، ان کی خواہشیں پوری کرنے کے لئے۔۔۔ ان کو کفایت شعاری کا سبق کیا ایک ماہ میں سکھایا جاسکے گا؟ کیا وہ ایک ماہ میں گھر کی ڈور کو اپنے ہاتھوں میں سنبھالنے کے قابل ہو جائیں گی؟

بھائی صاحب جو اپنی ذمہ داریوں سے بد ظن ہوئے بیٹھے ہیں۔ کام چوری تو ان کے نس نس میں بھری پڑی ہے۔ کیا انہیں ایک کار آمد بنانے کی جستجو ایک ماہ میں رنگ لے آئے گی؟

سمیرا بھابھی۔۔۔ جس کی سوچ اپنے سے آگے تک جاتی ہی نہیں کیا وہ امی کے ساتھ گھر سنبھالنے کے قابل ہو جائیں گی ایک ماہ میں؟

انس اور روشنی۔۔۔ میری جان۔۔۔ جن کے سپنے میری ذات سے وابستہ ہیں، کیا ان چھوٹے چھوٹے سپنوں کو ایک ماہ میں پورا کر پاؤں گا میں؟ ایک کا پڑھ لکھ کر ڈاکٹر بننے کا ارادہ ہے تو دوسرا وکیل بننا چاہتا ہے۔ تو کیا میں ان ننھے پھولوں کے خوابوں کو ایک ماہ میں پورا کر سکوں گا؟

تسلیم پھپھو جو ہر وقت مکان کو لے کر امی سے جھگڑتی ہیں، کیا انہیں اس بات کا یقین دلا سکوں گا کہ میرے مرنے کے بعد بھی انہیں اس حصے سے کوئی نہیں نکالے گا۔ ان کے اور امی کے درمیان محبت کا رشتہ قائم کر سکوں گا ایک ماہ میں؟

اور سب سے بڑھ کر افرہ۔۔۔ جس کے ساتھ میرا نکاح ہوئے ابھی زیادہ وقت بھی نہیں گزرا۔۔ کیا اس کو زندگی بھر کی خوشیاں دے سکوں گا بس ایک ماہ میں؟ اس کو عزت کے ساتھ دلہن بنا کر۔۔۔ دنیا والوں کے سامنے اپنے نکاح کا اقرار اور پھر۔۔۔ اپنی شناخت سب کچھ۔۔ ایک ماہ میں کر سکوں گا میں؟" وہ گندھے ہوئے لہجے میں کہتا جا رہا تھا۔ ڈاکٹر اس کی باتیں سن کر دنگ رہ گیا۔ ایک جان کے ساتھ کتنی زندگیاں وابستہ تھیں مگر قدرت کو نجانے کیا منظور تھا؟

وہ خاموشی سے اٹھ کر آنکھوں میں آنسو لئے اپنے گھر کی طرف چل دیا۔ مگر جذبات تھے کہ مسلسل کترے جا رہے

تھے۔اس کا دل دھڑ کنا بھی شاید بھول چکا تھا مگر گھر پہنچنے کے بعد بھی اس نے اپنا غم آشنا نہ کیا۔بس خاموشی سے اپنے کمرے میں داخل ہوا۔اس کے آنے کی اطلاع نے افرہ کو بھی خوشی پہنچائی مگر اس کی بے رخی سے ایک رنج بھی ہوا تھا۔جانے کیوں وہ سب سے ملے بغیر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

☆ ☆ ☆

دن بیتتے جا رہے تھے۔طبیعت میں بھی تناؤ پیدا ہو گیا۔ہر گزرتا لمحہ اسے موت سے قریب تر کرتا جا رہا تھا۔مگر ان گزرتے لمحوں میں بھی اس نے اپنوں کے بارے میں ہی سوچا۔ان کی خوشیوں کو اپنی جان پر فوقیت دی۔جو ہوا کا جھونکا اس کے جانے کے بعد ان رشتوں میں قرابتیں لایا تھا۔اسے بس انہی کو دل میں اجاگر کرنا تھا۔سب سے پہلے تو اس نے عرفان پر توجہ دی تھی۔اس کے لئے ایک دکان کرائے پر لی۔

"یہ لیجیے بھائی صاحب۔۔!!" دکان کی چابی عرفان کے ہاتھوں میں تھماتے ہوئے کہا تھا

"یہ کیا ہے؟" اس نے بے رخی سے جواب دیا

"یہ دکان کی چابی۔۔آپ ہمیشہ سے کریانہ دکان کھولنا چاہتے تھے نا۔۔یہ لیجیے۔۔میں نے ایڈوانس دے دیا ہے۔دس ہزار۔۔۔بس آپ کرایہ وقت پر ادا کرتے رہیے گا۔۔۔دو ہزار کرایہ ہے۔۔مجھے یقین ہے اگر آپ محنت سے کام کریں گے تو آپ نہ صرف دکان کا کرایہ دیں سکے گے بلکہ اس دکان کو خریدنے کے قابل بھی ہو جائیں گے۔۔" اعظم کی بات پر وہ ششدر تھا اور حیرانی سے اس کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا

"خیریت تو ہے ناں چھوٹے۔۔۔تو مجھے۔۔۔اپنے بھائی صاحب کو دکان کی چابی دے رہا ہے۔۔جس پر تجھے رتی برابر بھی بھروسہ نہیں۔۔" اس نے تصدیق چاہی تھی۔نور جہاں کو ایک بھی جھٹکا لگا تھا

"کیوں اپنے بھائی کو ایک آخری چانس نہیں دے سکتا کیا؟ اور ویسے بھی آپ مجھ سے بڑے ہیں۔۔ آپ پر بھروسہ نہیں کرونگا تو اور کس پر کروں گا؟" اسے دوسرا جھٹکا لگا۔

"تو سچ کہہ رہا ہے؟ تو نے واقعی عرفان کے لئے دکان کرائے پر لی ہے؟" نور جہاں نے تصدیق چاہی تھی

"میں نے آج تک جھوٹ بولا ہے؟ جو آج بولوں گا۔۔" اس نے مسکرانے کی ناکام کوشش کی تھی۔ دیوار سے افرہ نے نیچے جھانکا تو ایک جھٹکا سا لگا تھا۔ گزرے دنوں سے وہ کچھ بدلا بدلا سا تھا۔ اس کے ساتھ بات بھی نہیں کرتا تھا۔ بس اُس رات کے بعد تو اس نے پلٹ کر دیکھنا بھی گوارا نہ کیا تھا۔

"جانے کیا ذہن میں چل رہا ہے صہیب کے؟" اس نے سوچا تھا۔ وہ کسی نہ کسی بہانے سے اس کے پاس جانا چاہتی تھی۔ اس بات کا جواز چاہتی تھی۔ وہ یہ تو سمجھ چکا تھا کہ کچھ نہ کچھ گڑبڑ ہے مگر کیا؟ وہ یہی کچھ جاننا چاہتی تھی۔

☆ ☆

☆

ادھر وقت سکڑ تا چلا گیا۔ ایک ماہ کیسے دکان کا ایڈوانس پورا کرنے میں گزر گیا۔ اسے پتا ہی نہ چلا۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑ چکے تھے۔ گھر والوں نے اس کی حالت نظر انداز کر دی۔ ان کی اب ساری توجہ فقط عرفان کی طرف تھی۔ عرفان کی شکل میں انہیں ایک نیا کمانے والا تو مل گیا تھا۔ آج بھی جب اسے اپنوں کی ضرورت تھی کوئی گھر نہ ملا۔ اس کا سر بری طرح چکرا رہا تھا۔ جب وہ صحن میں آیا تو کوئی نظر نہ آیا۔ شاید سب کہیں گئے ہوئے تھے تبھی دروازے کو کھلا دیکھ کر وہاں منتہیٰ آموجود ہوئی تھی۔ اعظم کی یہ حالت دیکھ کر وہ اسے فوراً اسپتال لے گئی۔

"لگتا ہے زندگی آپ پر مہربان ہے جو آپ کو مہلت دے رہی ہے۔۔" اس کے ٹیسٹ کرنے کے بعد ڈاکٹر نے کہا تھا

"کیا مطلب ہے؟" اس نے پوچھا جبکہ منتہیٰ انجان بنی سب کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی

"مطلب یہ ہے کہ۔۔۔ مجھ سے غلطی ہو گئی تھی، دراصل آپ کے پاس ایک نہیں دس ماہ تھے۔ جس میں سے اب ایک

ماہ گزر چکا ہے۔اب تو میرے خیال سے آپ کو اپنے کام نمٹانے کے لئے کافی وقت مل گیا۔۔"ڈاکٹر نے اپنی طرف سے ایک آس باندھی تھی لیکن دل کے حالات سے بھلا کسی کو کیا خبر؟

"ڈاکٹر صاحب؟کیا بات کر رہے تھے اعظم؟"واپسی پر منتہی نے پوچھا تو اس سے کچھ چھپایا نہ گیا کیونکہ آدھی ادھوری بات تو اسے معلوم ہو ہی چکی تھی۔اور جب پورا سچ معلوم ہوا تو منتہی کو ایک دھچکا لگا تھا

"کیا؟تمہیں بلڈ کینسر ہے؟اور تم اب بتا رہے ہو۔۔میں ابھی سب کو بتاتی ہوں۔۔"اس نے تیز قدموں سے آگے بڑھنا چاہا تھا لیکن اس نے روک دیا۔وہ کسی کو ڈسٹرب کرنا نہیں چاہتا تھا۔اپنے غم کو اپنے تک محدود رکھنا چاہتا تھا۔

"نہیں منتہی۔۔تم کسی سے کچھ نہیں کہو گی۔۔میں نہیں چاہتا کہ کوئی بھی میری وجہ سے ڈسٹرب ہو۔۔"اس کی بات پر وہ ایک لمحے کے لئے ششدر رہ گئی۔آخر کیسی طبیعت پائی تھی اس نے؟جو اپنی بیماری کو بھی کسی پر آشنا نہیں کرنا چاہتا۔

خیر۔۔اس نے اعظم کی بات مان لی اور کسی سے کچھ نہ کہا مگر اس کی پرواہ وہ اب پہلے سے زیادہ کرنے لگی۔اعظم کو بھی گھر کو سنبھالنے کے لئے کچھ وقت کی مزید مہلت مل گئی۔اسے اندھیرے میں جیسے چراغ ملا تھا۔بھائی صاحب کو توڈگر پر چلا دیا اب بس باقیوں کو راہِ راست پر لانا باقی تھا۔ابھی وہ یہی سوچ رہا تھا کہ افرہ اس کے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔اس کے چہرے پر انتہا کی خوشی تھی۔

"کیا ہوا؟اتنی خوشی؟کوئی خاص بات ہے؟"اس نے مسکرانا چاہا تھا مگر ناکام رہا

"خوش تو ہونا ہی ہے۔۔جب تم بھی سنو گے ناں۔۔تم بھی خوشی سے اچھل پڑو گے۔۔۔"وہ خوشی میں اس کے سینے سے جا لگی تھی،جبکہ وہ ابھی تک اس کا جواز سمجھنے سے قاصر تھا۔اس کو دونوں شانوں سے پکڑ کر اپنے سے علیحدہ کیا اور دوبارہ دریافت کیا۔اس بار جو خبر اس نے سنی،وہ سمجھ ہی نہ سکا کہ وہ خوش ہو یا پھر روگ منائے؟

"صہیب تم باپ بننے والے ہو۔۔" وہ کہہ رہی تھی شاید کچھ اور بھی گر وہ ایک جگہ پر جیسے مورت بن گیا۔ آنکھیں یک ٹک اس کے چہرے کی طرف جمالیں۔شاید قدرت نے اسی لئے مہلت دی تھی کہ مرنے سے پہلے اپنی اولاد کا چہرہ دیکھ لے۔ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے مگر افرہ ان آنسوؤں کو خوشی کی طرف موڑ گئی اور اس دکھ کو نہ سمجھ سکی جو وہ اپنے تک محدود کئے ہوئے تھا۔ لیکن ابھی بھی ایک امتحان باقی تھا۔ سب گھر والوں کو اپنی شادی کے بارے میں آگاہ کرنا۔۔

"اس کی تم فکر نہ کرو۔۔۔ ابھی اسی وقت میں سب کو اپنی شادی کے بارے میں بتانے جارہاہوں میں۔۔" اعظم اب اور دیر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وقت ہاتھ سے نکل جائے اس سے پہلے ہی انسان کو تدبیر کر لینی چاہئے اور اس کے پاس وقت ہی تو نہیں تھا۔ کہنے کو نو ماہ تھے مگر سانسوں کی کس کو خبر؟ کب ساتھ چھوڑ جائے۔۔

"امی۔۔ ابو۔۔۔ بھائی صاحب۔۔۔ آپی۔۔" اس نے آواز دے کر سب کو بلایا تھا۔ ایک لمحے سے پہلے وہاں سب آموجود ہوئے۔ تسلیم پھپھو بھی آموجود ہوئی تھی۔

"پھپھو۔۔ آپ کو اوپر کا حصہ اپنے نام کروانا ہے ناں۔۔ میں آپ کے نام کرنے کو تیار ہوں۔۔ ابھی اور اسی وقت۔۔" استفہام کی بات سن کر سب کو ایک جھٹکا سا لگا تھا۔ خود افرہ بھی دنگ تھی۔ کیا بات کرنی تھی اور وہ کیا بات کر رہا تھا؟ جبکہ وہ بخوبی ان کے خصلتوں سے واقف تھا۔ کیسے اور کس طرح بات منوانی ہے۔

"استفہام۔۔ تیرا دماغ تو ٹھکانے پر ہے۔۔" نور جہاں نے مداخلت کی تھی

"جی امی۔۔ اور نیچے کا سارا حصہ میں آپ کے نام کرنے کو تیار ہوں ابھی اور اسی وقت۔۔" یہ سن کر نور جہاں کا غصہ اڑنچھو ہو گیا۔ تسلیم اور نور جہاں تو جیسے اس پر واری جا رہی تھیں۔

"تُو سچ کہہ رہا ہے۔۔" نور جہاں نے پوچھا تھا

"ہاں۔۔لیکن اس کے لئے ایک شرط ہے کہ آپ دونوں کو بہنوں کی طرح رہنا ہو گا۔۔تب ہی میں پیپر پر سائن کرونگا۔۔"فضل صاحب نے گھر کی باگ دوڑ کے ساتھ ساتھ یہ گھر بھی استفہام کے نام کر دیا تھا۔اسی حق سے وہ اب اس گھر کو ان کے نام کر رہا تھا۔یہ سننے کی دیر تھی دنوں مقناطیس کی طرح ایک دوسرے کی طرف کھینچتی چلی گئیں۔

"ارے۔۔ہم دونوں بہنیں ہی تو ہیں۔۔بس تھوڑی بہت نوک جھونک تو ہوتی رہتی ہے۔۔کیوں بھابھی؟"نور جہاں نے کچھ زیادہ ہی مکھن لگایا تھا۔ایسے میں تسلیم کہاں پیچھے رہتی؟

"صحیح کہا بھابھی۔۔جہاں دو بہنیں اکٹھی ہوں وہاں معمولی سا جھگڑا تو ہوتا رہتا ہے۔۔اگر تم نے دیکھنا ہی ہے تو ہمارے دل میں دیکھو۔۔ہم کتنا ایک دوسرے پر جان چھڑکتے ہیں۔۔"تسلیم نے بھی حد سے زیادہ چھوڑی تھی۔جس پر اس کی دونوں بیٹیاں ہنس دیں۔

"توبہ کتنا جھوٹ بولتی ہے یہ۔۔"دانیہ بڑبڑائی تھی

"امی کم بول رہی ہے۔۔"عریشہ نے لقمہ دیا

"تو پھر ٹھیک ہے۔۔جب آپ دونوں بہنیں بن ہی گئیں ہیں تو یہ خبر بھی سن لیں۔۔آپ دونوں اب سمدھن بھی بن چکی ہیں۔میں نے اور افرہ نے نکاح کر لیا تھا۔اور اب آپ دونوں ایک ننھے سے بچے کی نانی اور دادی بننے والی ہیں۔۔"یہ سننے کی دیر تھی سب کے جیسے حواس اڑ گئے۔سانسیں اوپر کی اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئیں۔اس سے پہلے کہ کوئی کچھ کہتا اعظم نے مزید کہا تھا

"جسے اس رشتے سے کوئی اعتراض ہے وہ ابھی بتا دے تا کہ اس کے نام میں کوئی پراپرٹی کا حصہ نہ کروں۔۔"یہ دھمکی سننے کے بعد سب تو جیسے ان پر جان چھڑکنے لگے تھے

"تمہیں کس نے کہا کہ ہمیں اس رشتے سے اعتراض ہے؟ارے ہم تو خود یہی چاہتے تھے کہ افرہ اس گھر کی بہو بن کر آئے۔"دانیہ نے جھٹ تائید کی

"ہاں۔۔ہاں۔۔میں بھی تو یہی چاہتی تھی۔۔۔"تسلیم نے بھی منہ بگاڑ کر کہا تھا مگر دل میں کتنا نفاق تھا وہ دونوں کو معلوم

تھا۔ مگر پھر بھی خوشی اس بات کی تھی سب نے اس رشتے کو قبول تو کر لیا۔

☆ ☆ ☆

گھر اپنے نام ہوتا دیکھ کر سب بہت خوش ہوئے۔ استفہام، اب صہیب بننے جارہا تھا۔ سب کے کاموں میں ان کا ساتھ دیتا۔ شاید مرنے سے پہلے وہ اپنی شناخت سے سب کو آشنا کر دیتا مگر قسمت نے تو کچھ اور ہی لکھا تھا۔

جن اپنوں کی خاطر وہ اپنی بیماری کو چھپا رہا تھا۔ وہی اپنے اس سے نظریں چرانے لگے تھے۔ دانیہ اور دلاور کے نام زیورات کرنے کے بعد انہوں نے استفہام سے نظریں چرا لیں۔ جہاں آتا، وہاں سے اٹھ کر دور چلے جاتے۔ عرفان کو دکان کیا دلا کر دی۔۔ اس کے تو پاؤں زمین پر ہی نہ ٹکے۔ اپنے کام سے کام رکھتا۔ اور جن لبوں سے جہاں چھوٹے چھوٹے کا ورد جاری رہتا تھا، اب کہیں معدوم ہو گیا۔ عریشہ کا بھی ایک اچھا سا رشتہ طے کیا تو سب نے ایسے ظاہر کیا جیسے وہ سب انہوں نے خود کیا ہے۔ خود عریشہ بھی اب اپنے ہونے والے سسرال میں اس کا نام لینا بھی پسند نہیں کرتی تھی۔

نور جہاں۔۔ جب مکان کو اپنے نام کروالیا تو ایسی نظریں پلٹ لیں جیسے وہ ان کا سگا نہ بلکہ سوتیلا بیٹا ہو۔ ایسے میں فضل صاحب دلبر داشتہ ہو گئے۔ تسلیم پھپھو تو پہلے ہی استفہام کو اچھا نہیں سمجھتی تھی۔ ہر وقت اپنی بیٹی کے کان اس کے خلاف بھرتی رہتی اور پھر شاید ماں کا اثر رنگ لے آیا۔ منتہیٰ کا بار بار اعظم کے پاس آنا۔ اس کے دل میں شک کو جنم دے دیتا۔ ہو تو اصل حقیقت سے نا آشنا تھی کہ منتہیٰ کے آنے کا مقصد کیا ہے؟ وہ تو بس اعظم کی تیمارداری کرتی تھی۔

"ویسے افرہ کو میرا بار بار تمہارے پاس آنا اچھا نہیں لگتا۔۔" زندگی کے دن مکمل ہو چکے تھے۔ شاید یہ رات اس کی زندگی کی آخری رات تھی۔ تبھی اس کو اپنی موت اپنے سے قریب تر محسوس ہو رہی تھی۔ گھر والے افرہ کے ساتھ اسپتال گئے ہوئے تھے مگر وہ ابھی تک بے خبر تھا۔ اپنی ہونے والی اولاد کے بارے میں بھی۔۔ شاید افرہ نے بتانا بھی مناسب نہ سمجھا، تسلیم کی باتوں نے اس کو متنفر کر دیا تھا

"اچھی بات ہے ناں۔۔ پھر تو۔۔۔ میرے جانے کا غم نہیں ہو گا اس کو۔۔۔" اس نے طنزیہ مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ شاید اپنی قسمت کا روگ منا رہا تھا۔

"لیکن پھر بھی۔۔ وہ تمہاری بیوی ہے۔۔ اسے ایک بار اپنی حالت کے بارے میں بتاؤ تو صحیح۔۔۔" اس نے زور دیا مگر اعظم نے نفی میں سر ہلا دیا۔ وہ اس بارے میں بات نہیں کرنا چاہتا تھا

"بتانے سے کیا ہو گا۔۔ وہ مزید پریشان ہو جائے گی اور میں نہیں چاہتا کہ میں اس دنیا سے جاتے جاتے بھی کسی کو دکھ دوں۔۔"

"اور تمہاری خواہش کا کیا؟"

"خواہش۔۔۔ کون سی خواہش۔۔" وہ چونکا

"مجھ سے کچھ چھپانے کی ضرورت نہیں ہے صہیب۔۔۔

"اپنی اصلیت سن کر وہ بری طرح چونکا تھا۔ منتہیٰ کو یک ٹک دیکھنے لگا

"صہیب؟"

"ہاں صہیب۔۔ تم کیا سمجھے تھے کہ کسی کو نہیں بتاؤ گے تو پتا نہیں چلے گا۔ میں ہمیشہ سے جانتی تھی کہ تم استفہام نہیں صہیب ہو۔۔ جن مجبوریوں کے تحت تم نے استفہام کا لبادہ اوڑھا، وہ بھی میں جانتی ہوں۔۔ صرف محبت چاہیے تھی تمہیں استفہام سے صہیب بننے کے لئے جو شاید تم سمجھے تھے افرہ سے مل جائے گی مگر تمہارے اپنوں کی طرح وہ بھی تم سے انجان نکلی۔۔ تمہاری شناخت کو پہچاننے کے لئے تمہارے منہ سے سننا ضروری سمجھا۔۔" وہ کہتی رہی جبکہ وہ خاموش بیٹھا سنتا رہا

"میں جانتی ہوں تمہارے دل میں فقط ایک ہی خواہش ہے کہ اپنوں کی محبت حاصل کرنا۔۔ مگر اب تو لگتا ہے یہ خواہش تمہارے دل میں ہی رہے گی۔۔" اس نے مستقبل کو دیکھ لیا تھا۔ شاید وہ خود بھی دیکھ سکتا تھا۔ تبھی دروازے پر ایک آہٹ سنائی دی۔ بچے کی رونے کی آواز سنائی دی۔ منتہیٰ دوڑتی ہوئی باہر گئی اور خوشخبری لے کر لوٹی کہ اس کے ہاں بیٹا ہوا

ہے۔اس کے چہرے پر زندگی میں پہلی باہر اتنی گہری مسکراہٹ ابھری تھی۔اس نے بمشکل اٹھنے کی کوشش کی اور اپنا وجود گھسر اتا ہوا باہر آیا تو یہ دکھ برداشت نہ کر سکا کہ اس کی اولاد کو بھی اس سے دور لے جایا جا چکا ہے۔منتہی کی آنکھیں بھی بھر آئیں۔رات کے اندھیرے میں فقط سناٹے کے کوئی نہ تھا۔ایک درد کی لہر اٹھی اور سانسوں نے ساتھ چھوڑنا شروع کر دیا

"اعظم۔۔۔اعظم۔۔" وہ فوراً اس کی طرف بڑھی۔اس کی آواز کو سن کر سب وہاں آموجود ہوئے مگر وہ بے ہوش ہو چکا تھا

"بھائی صاحب۔۔جلدی سے ایمولنس کو فون کریں۔۔اعظم کو اسپتال لے کر جانا ہے۔۔۔"منتہی نے چیختے ہوئے کہا تھا

"اسپتال کیوں؟بے ہوش ہوا ہے۔۔پانی کے چھینٹے مارو۔۔ہوش آجائے گا۔۔"نورجہاں نے بے رخی سے کہا

"آپ کیسی ماں ہیں۔۔آپ کا بیٹا۔۔آپ کے سامنے آخری سانسیں لے رہا ہے۔۔اور آپ کہہ رہی ہیں کچھ نہیں ہوا۔۔"لفظ آخری سانسیں سن کر سب کو جیسے ایک جھٹکا لگا تھا

"کیا کہا تم نے آخری سانسیں۔۔۔؟؟"افرہ جھٹ بولی

"ہاں۔۔آخری سانسیں۔۔۔صہیب کو بلڈ کینسر تھا۔۔۔اور اس کی زندگی کی آخری رات ہے۔۔"اس نے احساس دلانے کی کوشش کی تھی۔کینسر کا نام سن کر سب کو اتنا جھٹکا نہ لگا جتنا کہ صہیب سن کر لگا تھا۔سب کی آنکھیں باہر آچکی تھیں۔وہ یک ٹک استفہام کے چہرے کو دیکھ کر سچائی سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے مگر تب تک بہت دیر ہو چکی تھی۔وہ جا چکا تھا۔اپنی سچائی بتائے۔اپنی اولاد کا چہرہ دیکھے بغیر۔۔اپنوں کی محبت کو پائے بغیر۔۔۔اس دنیا سے کوسوں دور۔۔۔اپنوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے دور۔۔۔سب سکتے کی حالت میں تھے۔افرہ بھی اپنے ہوش کھو بیٹھی تھی۔منتہی بھی کچھ کہنے کے قابل نہ تھی۔فضل صاحب تو جیسے اپنے آپ کو کوستے جا رہے تھے۔کیوں وہ استفہام سے صہیب کے بارے میں پوچھتے رہے۔۔کیوں انہیں نے محسوس نہ کیا کہ اس کا خاموش رہنا

ہی سب سے بڑی دلیل تھی کہ وہی صہیب ہے۔کیوں انہوں نے اس کے ساتھ یہ ظلم ہونے دیا؟ مگر ان سب کا کچھ فائدہ نہ تھا۔سب کو اپنی اپنی غلطی کا احساس تو ہوا مگر وقت گزرنے کے بعد۔شاید یہ احساس انہیں پہلے ہو جاتا تو صہیب کی تمنا تو پوری ہو جاتی۔۔محبت کی انتہا پانے کی۔۔مگر تمنا تو کسی کسی کی ہی پوری ہوتی ہے۔قسمت والوں کو ہی ملتی ہے محبت اور پھر کڑوروں میں ایک ہوتے ہیں جنہیں محبت کی انتہا ملتی ہے ورنہ بے ثبات دنیا میں تو فقط نفرتیں ہیں۔جنہیں جھولی پھیلائے بنا سمیٹا جاسکتا ہے۔بس محبت ہے جس کے لئے در در کی ٹھوکریں کھانا پڑتی ہیں مگر تب بھی سب کچھ لاحاصل رہتا ہے۔

☆ ☆ ☆

ختم شد

واٹس اپ:03225494228

فیس بک:03377017753

Abbasnadeem283@gmail.com

ایڈیٹر: ندیم عباس ڈھکو ساہیوال

"افلاس و بے بسی"

عائشہ انصاری۔

اچھا___پھر میں بھی بڑا ہو کر آپ جیسا میں مجاہد بنو گا "مٹھو نے شاہ عبدالرحمن کی بات سن کر معصومیت سے کہا ۔لاؤنج میں داخل ہوتی ماں کو لگا مٹھو نے 'دہشت گرد 'بولا ہو، ان کا دل دہل گیا " ۔چل مٹھو اٹھ جا اور کھانا کھا آکر "اماں نے اسے وہاں سے اٹھانا مناسب جانا۔ "دیکھ تجھے آخری بار کہہ رہا ہوں اسے میرے پاس سے تب نا اٹھایا کر جب میں اسے ضروری بات بتا رہا ہوتا ہوں "شاہ عبدالرحمن نے اس کو نہایت غصے سے کہا_____******__

"خالہ جی آپ اس طرح فٹ پاتھ پر کیوں بیٹھی ہیں "نہایت شائستہ لہجے سے پوچھا گیا۔تسمیہ ولید نے ہاتھوں پر گرائے سر کو اٹھا کر دیکھا تو ایک درمیانی عمر کا خوش شکل داڑھی والا نوجوان اس کے پاس کھڑا پوچھ رہا تھا.وہ اسے بھلا لگا" .پتہ نہیں بیٹا __میں یہاں کیوں اور کس لئے بیٹھی ہوں "وہ پریشان سی زندگی سے اکتائی ہوئی گویا ہوئیں " .کیا میں آپ سے آپ کی پریشانی جان سکتا ہوں؟شائد میں آپکی کوئی مدد کر سکوں "وہ فٹ پاتھ پر ان کے پاس بیٹھ گیا" .میرا شوہر 2 سال پہلے ایک خودکش حملے میں مارا گیا۔رشتے داروں نے چند دن مدد کی پھر ہاتھ کھینچ لیا تو میں گھر چلانے کے لئے لوگوں کے گھر میں کام کرتی تھی مگر وہاں پر مجھ پر چوری کا الزام لگا کر نکال دیا گیا اور اب تک کوئی کام نہیں مل رہا،مالک مکان بھی 2 ماہ سے کرایہ مانگ رہا، چھوٹی بیٹی السر کی بیماری میں مبتلا ہو گئی، بڑی بیٹی جہیز کے نا ہونے کی وجہ سے گھر بیٹھی، اور سب سے چھوٹا 9 سال کا بیٹا روز خالی ہاتھ دیکھ کر بھوک کی وجہ رو دیتا ہے "__وہ نجانے کیوں اس اجنبی نوجوان کو بتاتی چلی گئی ۔

"آپ پریشان نہ ہوں میں آپکی مدد کروں گا آپ میرے ساتھ چلیں خالہ "وہ مہذب انداز میں تسلی دے کر بولا ۔

"تم مجھے کام دلواوں گے بیٹا؟ "وہ حیرت و خوشی سے بولیں ۔

"جی میں آپ کو کام دلاؤں گا "وہ دونوں کھڑے ہوئے ۔

"خالہ آپکو رہنے کی جگہ بھی وہیں مل جائے گئی میرے دوست کا بنگلہ ہے، "اس نے ان کا اعتماد بحال کیا_____********__

وہ ایک خوبصورت بنگلہ تھا جو ان سب نے خواب میں بھی نہ دیکھا تھا کبھی، مگر وہاں کوئی نا تھا اس نوجوان نے کہا اس کا دوست اپنی فیملی کے ساتھ گھومنے پھرنے سیر کرنے گیا ہے کچھ دن تک واپسی ہو گئی . وہ تینوں بچوں کو لے کر آ تو گئی تھی پر اب اسے احساس ہو رہا تھا کہیں کچھ غلط تو نہیں کر بیٹھی مگر بھوک سے پیٹ میں اٹھتے مروڑوں نے اس بات کو ذہن سے کھرچ دیا اور قدم اندر کی جانب بڑھا دیے _ جب فاقوں کی نوبت آ جائے تو کچھ سجائی نہیں دیتا انسان کس پر اعتبار کرے یا نا کرے، بس پیٹ کی بھوک مٹانے کو روٹی چاہیے ہوتی ہے . وہ بھی اپنے دماغ کی سوچوں کو پرے دھکیل کر اس کے ساتھ چلی آئی . ہر طرف بے حد خوبصورت اور قیمتی اشیا تھیں، وہ سب حیرت سے اطراف میں دیکھ رہے تھے . پھر ان سب نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا تو وہ شام کا کہ کر چلا گیا اور جب دوبارہ آیا تو اس کے ہاتھ میں شاپنگ بیگز تھے " . بیٹا اس سب کی ہمیں ضرورت نہیں ہے میں یہ نہیں لے سکتی، جب مجھے کام کرنے کے بعد پیسے ملے گے تو میں خود ہی اپنی حیثیت سے خریداری کر لوں گی "وہ ان کے لئے کچھ ضروری سامان لایا تھا کپڑے جوتے وغیرہ . جیسے دیکھ کر شرمندہ سی گویا ہوئی " . آپ کام کی فکر نا کریں خالہ میں آپکو جلد بتا دوں گا کہ کیا کام کرنا ہے اور کب ___ آپ آرام سے رہیں یہاں "وہ کچھ عجیب سے انداز میں بولا تو تسمیہ ولید کو خطرے کی گھنٹی کانوں میں گھونجتی محسوس ہوئی . وہ ڈر گئی تھی اور یقیناً اس سے کچھ غلط ہو گیا تھا_____******_____

ان کو یہاں آئے پندرہ روز ہو گئے تھے اس دوران وہ آدمی نہیں آیا تھا . تسمیہ ولید بے حد پریشان تھی، گیٹ پر کالا موٹا سا چوکیدار کھڑا تھا جو کسی کو باہر جانے کی اجازات نہ دیتا تھا۔ کوئی رابطہ کا ذریعہ نہیں تھا وہ کرتی تو کیا کرتی . پھر کچھ دن بعد آخر کار وہ آ گیا مگر اکیلا نہیں 2 آدمی اور تھے جو لمبے لمبے داڑھی والے ہی تھے . اس وقت وہ سب لاؤنج میں تھے تو وہ سب گھبرا گئے . وہ اصل میں اب خوف زدہ ہوئیں ان کا دل حلق میں اٹک گیا . تینوں بچے ڈر کر ماں کے پیچھے چھپ گئے .

"کیسی ہو خالہ ___ یہ میرے دوست ہیں آج تمھیں کام دینے آئے ہیں "شاہ عبدالرحمن کہتا ہوا صوفہ پر بیٹھ گیا اور دونوں آدمی بھی اس کے ساتھ بیٹھ گئے۔ تسمیہ کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا اور بچے ماں کے پیچھے چھپے خوف سے انکو دیکھ رہے تھے"۔ ک___کا___کیا__کام؟ "وہ بے ربط سانسوں سے بے ربط سے الفاظ بول پائی تھی"۔ اپنے چھوٹے بیٹے کو ساتھ لے جا حبیب بھائی کے ساتھ جانا ہے ایک اسکول میں اس کو داخل کروانے کے بہانے اور واپسی پر یہ پیکٹ ہے وہاں ایک جگہ پر رکھ دینا، اسکول کے درمیان میں گملے پڑے ہوں گے وہیں ایک پر رکھنا ہے ___ سمجھ آگئی خالہ؟ "وہ مکروہ آواز میں تفصیل سے بتا رہا تھا۔ تسمیہ ولید کے دل میں عجیب عجیب وسوسے جنم لے رہے تھے۔ وہ ساکت سی شاہ عبدالرحمن کو دیکھ رہی تھیں"۔ ک__کیسا___پیکٹ ہے__یہ؟ "وہ سمجھ کر بھی نہیں سمجھ پا رہی کہ شائد اس نے غلط سمجھا ہو"۔ خالہ یہ نیک کام تیری قسمت میں آیا ہے تو اگر یہ کام کرے گی تو رب تجھ سے راضی ہو گا ___ اب دیکھ یہ اسکولوں میں لڑکے لڑکی کو ایک ساتھ پڑھا کر نسل کو بے راہ روی کا شکار بنا رہے ہیں تو ہم بس اس گناہ کو ختم کر کے اسلام کو پھیلا رہے ہیں، بس یہ پیکٹ بھی اسلام کو پھیلانے کا ایک ذریعہ ہے، اور تجھے اس کا منہ بولا معاوضہ ملے گا "وہ اپنی بھاری آواز میں بولا تو تسمیہ کی سانس حلق میں اٹک گئی۔

"نا__نہیں بیٹے__مجھ_سے یہ کام___نہیں ہو پائے گا، میں مر جانا چاہوں گی مگر یہ کام __ نہیں کروں گی __ تمھیں اللہ کا واسطہ __ ہمیں جانے دو__ہم بے ضمیر لوگ بھوکے مر جائے گے__مگر اپنے معصوم وطن کو__ آگ نہیں لگا سکتے "وہ لجاجت سے بولی، آنکھوں سے آنسوں بہنے لگے "۔ دیکھ بی بی _میں اپنی بات دوبارہ نہیں کہنے کا قائل ہوں__تو جا کام کر آ تیرے بچے یہاں محفوظ ہیں "وہ غصے سے بلند آواز میں کہتا اٹھ کھڑا ہوا تو بچے بھی ڈر کر رو دیے"۔ تجھے اللہ کا واسطہ __ جانے دے ہمیں__نہیں تو__نہیں تو مار ڈال ہمیں بھی "وہ بے بس سی عورت چادر پھیلا کر اس سے کہنے لگی۔ وہ بے حد خوف زدہ تھیں مگر ہمت سے بول رہی تھی "۔ لے حبیب بھائی اسے لے جا_اور جو دل چاہتا ہے کر اس کے ساتھ __ اتنی آسانی سے تم لوگوں کو مار دیں__ناں "وہ

اگے بڑھ کر اس کی بڑی بیٹی کو اپنی گرفت میں لے کر بولا تھا پھر حبیب نامی آدمی کی طرف اسے دھکا دیا اس کی چادر میز میں پھنس کر اتر گئی وہ تڑپ کر رو دی تو تسمیہ اس پر جھپٹ پڑی مگر وہ مضبوط جسامت کا مرد تھا اس کو ہاتھ سے روک دیا اور اس عورت کے تھپڑ دے مارا وہ دور جا گری، فضا میں آہ بکا گونج اٹھی بچے ماں کی طرف دوڑے". تجھے اللہ کا واسطہ ___ اپنے نام کی لاج رکھ لے ___ چھوڑ دے میری بیٹی کو "___ وہ روتے ہوئے پھٹ پڑی تھی. وہ تینوں ان کی بے بسی پر قہقہے لگانے لگے". چل بتا پھر کام یا بیٹی؟ "حبیب اس کی بیٹی کے بال پکڑے ہوئے بولا. وہ بے بسی سے سر جھکا گئی "پھر میں اپنے تینوں بچوں کو ساتھ لے کر جاؤں گی ___ مجھے تم پر یقین نہیں رہا "تسمیہ بے بسی سے روتے ہوئے بولی. وہ خود کو کھائی میں گرا محسوس کر رہی تھی". ہاہاہا ___ ساتھ تو لے کر نہیں جا سکتی، ایسا کر انہیں کمرے میں بند کر کے چابی ساتھ لے جا " پھر ایک مسلمان ہار گئی اور ایک ماں جیت گئی، نجانے وہ اب مسلمان رہے گی یا ______******___ ___

"اور وہ قلیل معاوضہ کے لئے اپنا ایمان بیچ دیتے ہیں" . "اور جب ان سے کہا جاتا ہے زمین میں فساد پیدا نہ کرو تو کہتے ہیں ہم ہی تو ہیں اصلاح کرنے والے "

وہ اکثر قرآن مجید کی ان آیات پر آ کر رک جایا کرتی تھی اور حیران ہوتی تھی کون لوگ ہوں گے جو اپنا ایمان بیچتے ہوں گے؟ "ہم آپ کو بریکنگ نیوز دیتے چلیں کہ کراچی کے ایک اسکول میں دھماکہ ہوا ہے جس میں 45 بچے شہید اور 17 زخمی ہو گئے ہیں "___ ٹی وی پر نیوز چل رہی تھیں اور ان تینوں کے قہقہے فضا میں گونج رہے تھے. تسمیہ ولید پھوٹ پھوٹ کر رو دی، وہ بہت زیادہ پچھتا رہی تھی کہ بھوک کی مر جاتی مگر شاہ عبدالرحمن پر یقین نا کرتی _____*****___

"""""بلاشبہ سزا ان لوگوں کی جو جنگ کرتے ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور کوشش کرتے ہیں زمین مین فساد برپا کرنے کی یہ ہے کہ انہیں) چن چن کر (قتل کیا جائے یا سولی دیا جائے یا کاٹے جائے ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مختلف طرفوں سے یا جلاوطن کر دیئے جائیں یہ تو ان کے لئے رسوائی ہے دنیا میں اور ان کے لئے آخرت میں) اس سے بھی (بڑی سزا ہے _ مگر وہ جنہوں نے توبہ کر لی اس سے پہلے کہ تم قابو

پالوان پر) ان کو معاف کر دیا جائے گا (اور خوب جان لو کہ
یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا
ہے_القرآن ""

اسے یہاں رہتے 2ماہ ہو گئے تھے وہ کہیں آ جا نہیں سکتی
تھی، یہ گھر آبادی سے دور تھا اور جس گاڑی میں انکو لایا گیا تھا
اس کے شیشے کالے تھے اور گاڑی انجان راستوں پر تھی .شاہ
عبد الرحمن اس دوران آتا رہتا اور میٹھو کو سبق پڑھتا کہ وہ
کس طرح ملک کو اچھی خدمات انجام دے سکے گا اور تسمیہ کو
کہ گیا کہ اگلا کام جلد بتانے آئے گا .وہ سبزی بنا رہی تھی کہ
اس کی انگلی زخمی ہو گئی، خون بہنے لگا مگر اسے درد محسوس نا ہوا
جو درد اب اس کے سینے میں پنپ رہا تھا اس درد کے اگے یہ
حقیر درد تھا .وہ اپنی کٹی انگلی سے بہتا خون دیکھ کر ٹھٹکی اور
ذہن میں دردناک سوچ بیدار ہوئی_____*****____
کیچن میں ہر طرف خون ہی خون تھا اس کے تینوں بچوں کی
لاشیں خون میں لت پت پڑی تھی اور وہ خون میں پوری نہا
گئی، اس کا ذہنی توازن خراب ہو گیا تھا پھر اس نے اونچی آواز
میں پاکستان زندہ باد کا نعرے لگائے پھر کلمہ طیبہ پڑھنے لگی
اور زمیں بوس ہو گئی___****___

The_End

لازوال محبت, سچائی کا پیکر, سراپا شفقت, قربانی

وایثار,امید اور تڑپ, صبر ودرگزر, احساس اور چاہت

دعا اور وفا سب مل کر بناتے ہیں لفظ ماں..

..کہنے کو تو چھوٹا سا لفظ ہے مگر اپنے اندر سارے

جہاں کی خوشیاں اور پیار سموئے ہوئے ہے....ماں لفظ

میں ہی اس قدر مٹھاس ہے کہ جب لبوں سے یہ لفظ

ادا ہوتا ہے تو لہجے میں شیرینی گھل جاتی ہے دل اور

روح میں سکون اتر جاتا ہے

کیا لکھوں کیسی ہوتی ہے ماں..میرے پاس وہ الفاظ ہی

نہیں ہیں جس سے ماں جیسی عظیم ہستی کی تعریف

کروں ..

چاند کی ٹھنڈک جیسی پھولوں کی خوشبو جیسی کوئل کی

کوک جیسی گلاب کی مہک جیسی دھوپ میں چھاوں

جیسی ہوتی ہے ماں.

..ماں نام ہے پیار کا چاہت کا قربانی کا ماں نام ہے

تڑپ کا صبر و درگزر کا احساس کا .

سال میں اک دن منا لینے سے ماں کی محبت کا حق ادا

نہیں ہو جاتا بلکہ ہر دن ماں سے محبت کا ہوتا ہے

کسی نے کیا خوب کہا ہے.

رب نے

ماں کو یہ عظمت - اے -کمال دی

اس کی دعا پر آئی

مصیبت بھی ٹال دی

قرآن نے ماں کے پیار کی اس طرح مثال دی

جنت اٹھاکر

ماں

کے قدموں میں ڈال دی

ماں کے اندر ممتا کا جو جذبہ ہوتا ہے وہ نہ کسی اور میں ہوتا ہے نہ ہی ہو سکتا ہے

ماں ایسی ہستی جو دن رات کا فرق بھلایے اولاد کو سکھ دینے کے لیے کام کرتی ہے..بچوں کی ذرا سی تکلیف پر تڑپ اٹھتی ہے رات بھر بچہ جگائے رکھے روتا رہے تو وہ ماں ہی ہے جو کسی سے کوئی گلہ کیے بغیر اسے اٹھایے رکھتی ہے

اور اپنے بچوں کو سرد و گرم سے بچاتی ہے.اور اپنے بچوں کو زندگی گزارنے کے رہنما اصول بتاتی ہے صحیح اور غلط کی پہچان کرواتی ہے

ماں جس کے وجود سے گھر کا آنگن مہک اٹھتا ہے .. اور جس کے آگئے کائنات کی سبھی رونقیں بے رنگ ہے.ماں لازوال محبت اور شفقت کا پیکر اور قدرت کا عطا کردہ بہترین تحفہ ہے جو ہر برے وقت میں بچوں کی ڈھال بن جاتی ہے

ماں وہ مقدس ہستی ہے کہ جب نبی کریم صلّی اللہ علیہِ وَسَلّم کی خدمت میں اک شخص حاضر ہوا اور پو چھا کہ میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے تو آپؐ نے فرمایا تیری ماں

اس نے پھر پوچھا کون آپؐ نے فرمایا تیری ماں

اس نے پو چھا پھر کون آپؐ نے فرمایا تیری ماں پھر پوچھا کون آپؐ نے فرمایا تمہارا باپ

غرض کہ تین بار ان کے یہ سوال کرنے پر فرمایا تیری ماں کا اور چوتھی بار فرمایا تیرے باپ کا..

جو دعا کرتی ہے تو آسمانوں کے پردے بھی ہل جاتے ہیں

ماں جو اپنے بچوں کے لیے اتنی تکلیفیں برداشت کرتی ہے بچوں کے بھلے کے لیے ہر مشکل امتحان کا سامنا

کرتی ہے..خود بھوکی رہ کر بھی بچوں کو اپنے منہ کا نوالہ دیتی ہےماں جس کے بارے میں پیارے نبیؐ کا فرمان ہے کہ اگرتو اپنی ماں کوکندھوں پر اٹھا کر حج کرائےتواسکی ایک رات کا حق بھی ادا نہیں کرسکتا..ماں اک عظیم اور مقدس ہستی ہے جس کو مسکرا کر دیکھنے سے مقبول حج کا ثواب ملتا ہے

بوعلی سینا نے کہا کہ اپنی زندگی میں محبت کی اعلی مثال تب دیکھی..جب سیب چار تھے اور ہم پانچ.تب ماں نے کہا مجھے سیب پسند ہی نہیں..

ماں کی دعاوں میں رحمت برستی ہے

ماں کی اصل خوبصورتی اسکی محبت ہے... اور میری ماں دنیا کی سب سے عظیم اور خوبصورت ماں ہے ماں کائنات کی سب سے بڑی نعمت ہے اور ہماری زندگی میں رونق اور بہار ماں کے دم سے ہی ہے ..

لیکن ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم اپنے والدین کو اتنا پیار اور توجہ نہیں دے سکتے جتنا انکا حق ہے..اللہ پاک سے دعا ہے کہ ہم سب کی ماوں کا سایہ ہمارے سر پر سلامت رکھے

اور جن مسلمانوں کی مائیں اس دنیا سے رخصت فرما گئیں ہیں ان پر اپنا کرم فرماہیں آمین..ثم آمین

☆☆☆☆☆☆☆

"مخلوق سے خالق تک

مصنف: ابو البشر ارمان

"اللہ کے نام پہ کچھ دے دو صاحب" ۔

گاڑی کا شیشہ کٹکٹا کے اُس نے عاجزی سے آواز لگائی تھی۔

"معاف کرو، نہیں ہے" ۔

میں نے ہاتھ کے اشارے سے اُسے جانے کے لئے کہا تھا۔

"صاحب! صبح سے کچھ نہیں کھایا ہے، کچھ مدد کرو" ۔

اس نے اِک بار پھر اپنے ہاتھ پھیلا دیئے تھے۔

"کچھ کام کیوں نہیں کرتے؟ جاؤ یہاں سے، نہیں ہے

اِس بار غصّے سے میں نے شیشہ بند کر دیا اور اِشارہ کھُلتے ہی روانہ ہو گیا۔

"یار! اِک کپ چائے تو پِلاؤ کہیں سے" ۔

کچھ دیر خاموشی کے بَعد میرے ساتھ سیٹ پر بیٹھے دوست نے کہا تھا۔

"ضرور جناب! کیوں نہیں، ساتھ پراٹے بھی کھا لیتے ہیں۔ مجھے بھی بھوک لگی ہے" ۔

میں نے مُسکرا کر اُس کی طرف دیکھا۔

تھوڑی دیر بَعد ہم اِک ہوٹل پر رُکے اور چائے منگوائی۔

" اور سناؤ جناب! کیسی جا رہی ہے زندگی؟"۔

بیٹھے ہوئے اُس نے مجھ سے سوال کیا۔

"یار بس کیا بتاؤں تمھیں، بے سکونی سی ہے زندگی میں۔ دن رات میں بدل جاتی ہے اور رات کب پھِر سے دن کی شکل اختیار کرتی ہے، پتہ ہی نہیں چلتا۔ اِک عجیب سی بے قراری ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے کچھ کھو گیا

ہے میرا اور میں اُس کی تلاش میں اِدھر اُدھر بھٹک رہا ہوں''۔

جو دل میں تھا، وہ اس کے سامنے بیان کر دیا تھا۔

''کبھی کبھی ایسا وقت آجاتا ہے زندگی میں۔ صبر رکھو، سب بہتر ہو جائے گا''۔

اُس نے مجھے تسّلی دینے کی کوشش کی۔

''اور تم سناؤ کیا چل رہا ہے آج کل؟ تمہارا کاروبار کیسے جا رہا ہے''؟

میں نے چائے کی پیالی اُٹھاتے ہوئے اس سے پوچھا تھا۔

''اللہ کا کرم ہے، بہت اچھا جا رہا ہے سب۔ اگلے ہفتے اک نئی ڈیل فائنل ہوئی ہے، اگر وہ خیر سے ہوئی تو میرا بزنس اور بڑھ جائے گا انشاءاللہ''۔

اُس نے تسلی سے مجھے آگاہ کیا۔

''اللہُ اکبر اللہُ اکبر۔۔۔۔۔''۔ ساتھ والی مسجد سے اذان کی آواز سنائی دی۔

''چلو یار میں ذرا نماز پڑھ لوں۔ مسجد بھی سامنے ہی ہے''۔

اذان ختم ہوتے ہی میں اپنی کُرسی سے اُٹھا۔ میں نے سوچا عدنان بھی میرے ساتھ اُٹھ جائے گا لیکن وہ کرسی پہ ہی بیٹھا رہا۔

''ٹھیک ہے تم پڑھ کر آؤ، میں اِدھر ہی بیٹھا ہوں''۔

اُس نے چائے کا کپ میز پہ رکھتے ہوئے مجھ سے کہا۔

مجھے تھوڑا عجیب لگا لیکن میں نے کچھ کہے بغیر مسجد کی طرف منہ کیا۔

جب میں واپس آرہا تھا تو دور سے میری نظر عدنان پہ پڑی۔ اُس کے ساتھ اِک بوڑھا بابا کھڑا ہوا تھا جو بیچنے کے لئے ہاتھ میں کچھ قلم پکڑے ہوئے تھا۔

"نہیں باباجی! قلم بھی رکھلو آپ، اور یہ پیسے بھی لو" ۔

اُس نے کچھ لئے بغیر ہی پیسے باباجی کے ہاتھ میں تما دیئے تھے۔

"اللہ آپکو لمبی عمر دے بیٹا۔ ہمیشہ خوش اور کامیاب رہو"۔

جب تک میں قریب پہنچا تو باباجی دعائیں دیتا ہوا وہاں سے رُخصت ہو گیا تھا۔ ہم دونوں بھی گاڑی میں بیٹھے اور پھر سے روانہ ہو گئے تھے۔

Y..Y..Y..Y

کچھ دن بعد صبح میں پارک میں واک کرتے ہوئے احمد سے اک موضوع پر بات کر رہا تھا۔

"یار اللہ کی تقسیم دیکھو کسی کو اِتنا عطا کیا ہے کہ وہ بڑے بڑے بنگلوں میں رہتے ہیں، بڑی بڑی گاڑیوں میں گھومتے ہیں۔ کسی کو اِتنا دیا ہے کے بس گزارا چل رہا ہے اور کسی کو چھت تک نصیب نہیں"۔

میں نے چلتے چلتے اک بات چیڑھی تھی۔

"پگلے ایسا نہ کہو۔ اللہ دِلوں کا بادشاہ ہے، وہ جب بھی کچھ عطا کرتا ہے انسان کی سوچ، نیّت اور اوقات دیکھ کر ہی دیتا ہے۔ کسی کو اِک چیز سے نوازا ہوتا ہے تو کسی کو دوسری سے۔ میں اور تم نہیں سمجھ سکتے کہ کون اللہ کے کتنے قریب ہے اور کس کو واقعی ہی دل کی خوشی نصیب ہے"۔

اس نے میری باتوں پہ مُسکرا کے جواب دیا تھا۔

"یار! دولت مند کو کیا مسئلہ ہو گا؟ وہ تو ہر وقت ہی خوش رہے گا اور غریب کو کہاں سکون ہے؟ وہ تو صبح شام محنت میں لگا رہتا ہے بے چارہ"۔

میں نے اس کے جواب میں اک اور نقطہ نکال کے بات کو بڑھانا چاہا۔

"میرے دوست! ایسے بہت سے امیر لوگ بھی ہیں، جن کے دلوں کو سکون حاصل نہیں اور ایسے بہت سے غریب بھی، جو اطمینان سے زندگی گزار رہے ہیں۔ کیوں کہ غریب کا کیا ہے؟ کوئی خواہشیں ہی نہیں، کوئی مایوسی ہی نہیں۔ اِسی لئے اُسے ہی تو سکونِ قلب نصیب ہوتا ہے۔ اس نے بڑی تفصیل سے مجھے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

"مگر جن کو نوازا ہے اِتنی دولت سے یا بقول تمہارے خوشی عطا کی ہے۔ اُس میں اُن کا کیا کمال ہے؟"۔

میں نے اِک اور سوال اُس کے سامنے رکھ دیا تھا۔

"اوہو! کس بیوقوف نے یہ یہاں پہ پھینک دیئے ہیں"۔ اس کی نظر اچانک زمین پہ کانچ کے پڑے ٹکڑوں پہ پڑی اور وہ اُسے اُٹھا کر اک طرف رکھ رہا تھا۔

"چھوڑو یار! اپنا ہاتھ زخمی کرلوگے چلو"۔

میں نے اُسے چلنے کے لئے کہا لیکن اس نے میری بات اَن سُنی کرکے سارے ٹکڑے اک طرف رکھ دیئے اور راستے سے صاف کردیے۔ اور پھر میرے ساتھ اپارٹمنٹ کی طرف روانہ ہوگیا۔

پہنچ کر میں تھوڑی دیر کے لئے قرآنِ پاک کی تلاوت کرنے بیٹھ گیا۔

"بھائی! میرے اور اپنے دونوں کے لئے دُعا کرنا، آج سکالرشپ کا رزلٹ آنا ہے"۔

اس نے کمرے میں جاتے ہوئے مجھ سے کہا تھا۔ میں نے ہاں میں سر ہلایا اور تلاوت جاری رکھا۔

Y..Y..Y

دوپہر کے وقت کسی کام کے لئے میں باہر نکلا ہوا تھا۔ راستے میں ہی احمد کا میسج ریسیو ہوا کہ وہ سکالرشپ کے

لئے سیلکٹ ہو گیا ہے اور بد قسمتی سے میرا نام لسٹ میں نہیں آیا۔ کچھ مسلسل ٹریفک کی وجہ سے میرا موڈ خراب تھا اور یہ سن کر میں اور پریشان ہو گیا۔ گاڑی چلاتے ہوئے میری نظر اچانک سامنے والی سڑک پر موٹر سائیکل سے گرے پڑے بندے پہ پڑی۔ دو چار گاڑیاں اُس کو دیکھ کر یونہی گزر گئی تھی۔ میں نے بھی اپنے غم میں ڈوبا، یونہی گزر جانا بہتر سمجھا۔ اچانک میرے سامنے اِک بڑی گاڑی نے بریک ماری۔ میں نے بہت مشکل سے اس کے پیچھے گاڑی روکی اور بہت زور سے ہارن بجائے اور اُسے آندھا بھی کہا۔ گاڑی سے اِک سوٹ پہنا ہوا نوجوان باہر نکلا اور بھاگتا ہوا اُس زخمی آدمی کو اُٹھایا۔ اپنی گاڑی میں لے کر روانہ ہوا۔ میں یہ سب دیکھتا رہ گیا اور کچھ دیر تک وہاں میرے کانوں میں میرے کہے الفاظ گونجنے لگے۔

"مگر جن کو نوازا ہے اِتنی دولت سے یا بقول تمہارے خوشی عطا کی ہے۔ اُس میں اُن کا کیا کمال ہے"۔

یہی سوچتے سوچتے میں پیچھے گاڑیوں کے مسلسل ہارن سے چونک کر آگے بڑھا۔

اُس دن کے بعد مجھے اِک بات سمجھ آگئی تھی کہ "تم اللہ کے مخلوق کے جتنے بھی قریب جاؤ گے، اللہ خود اُس سے زیادہ تمہارے قریب آئے گا۔ عبادت سے تو صرف جنت مل جائے گی۔ لیکن مخلوق کی خدمت سے خالق مل جائے گا"۔

☆☆☆☆☆

داستان دل کی طرف سے عید مبارک ہو۔۔۔۔

عشق دیوانہ ہے

تحریر: ماہ نور علی

مکمل ناول

:mahnoorali.ma.ma@gmail.coM

****

سب سے پہلے تو پڑھنے والوں کو میرا سلام ۔ میرے پہلے ناول پر آپ سب کا بہت شکریہ اور میں مریم باسط ۔۔.,.Maryam basit ثوبیہ احمد sobia ahmadکا تہہ دل سے شکرگزار ہوں جہنوں نے میرا بہت ساتھ دیا اور یہ ناول میں اپنی امی اور اپنی بہت پیاری دونوں بہنوں کے نام کرنا چاہتی ہوں ثوبیہ احمد ۔۔مریم باسط اور میری والدہ ناہید مشتاق کے نام کرنا چاہتی ہو ۔۔۔۔

)ڈھونڈوگے اگر ملکوں ملکوں ۔ ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

تعبیر ہے جس کی حسرت و غم ۔ اے ہم نفسو وہ خواب ہیں ہم

میں حیرت و حسرت کا مارا خاموش کھڑا ہوں ساحل پر

دریائے محبت کہتا ہے آ کچھ بھی نہیں پایاب ہیں ہم

اے درد بتا کچھ تو ہی پتہ ۔ اب تک یہ معمہ حل نہ ہوا

ہم میں ہے دل بے تاب نہاں یا آپ دل بے تاب ہیں ہم

لاکھوں ہی مسافر چلتے ہیں، منزل پہ پہنچتے ہیں دو ایک

اے اہل زمانہ قدر کرو نایاب نہ ہوں کمیاب ہیں ہم

مرغان قفس کو پھولوں نے اے شاد یہ کہلا بھیجا ہے

آجاو !جو تم کو آنا ہو ایسے میں ابھی شاداب ہیں ہم(

واعلیکم اسلام --

ماہ نور علی

****

کوئی جاکے خبر کرے اس کو

چھوڑ گئے جو زندگی کی راہ پر

ہم آج بھی امید لگائے بیٹھے ہیں اس کے

لوٹنے کی--

اورنگزیب نے کمرہ میں لگی گھڑی پر وقت دیکھا جو رات کے دو بجے کا وقت بتارہی تھی اس نے کتاب میز پر رکھی اور اٹھ کے بیڈ پر آگیا کل اسے پھر کسی کی تلاش میں جانا تھا جو نہ جانے وقت کی دھول میں کہا کھو گی تھی اورنگزیب نے آنکھیں موند لی اور سونے کی کوشش کرنے لگا--

****

ارے آصفہ ناشتہ لئے بھی آؤ اور کتنی دیر ہے میں آفس کے لیے لیٹ ہورہا ہوں آفتاب صاحب نے اخبار ایک طرف رکھا اور چشمہ اتارا ان کا روزانہ کا معمول تھا صبح کے وقت اخبار پڑھنا--

لارہی ہو ناشتہ چائے بنانے رکھی تھی آصفہ ہاتھ میں ناشتے کی ٹرے تھامے کچن سے باہر نکلی اور آفتاب کے سامنے رکھی

یہ اورنگزیب ابھی تک اٹھا نہیں ہے انہوں نے ناشتہ کرتے ہوئے آصفہ کی طرف دیکھا --

ہاں وہ رات کو دیر سے سویا تھا میں پانی پینے کے لئے اٹھی تو اس کے کمرہ کی بتی جل رہی تھی

اچھا مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہی اس لڑکے کا کیا ہوگا آفس جانا چھوڑ دیا کیا کروں ۔۔

کچھ نہیں ہو گا آپ پریشان مت ہو وقت کے ساتھ ساتھ خود ہی ٹھیک ہوجائے گا میں بات کرو گی آصفہ نے تسلی دی

وقت اور کتنا وقت لے گا ایک سال ہونے کو ہے ہر ضد مانی ہے اس کی اس نے بہترین سے بہترین رشتے ٹھکرا دیے اس لڑکی کی خاطر اب وہ دھوکہ دیں کے چلی گئی یہ جوگ لے کے بیٹھ گیا انہوں نے غصے سے کپ میز پر رکھا اور آفس کے لیے اٹھ گئے

آصفہ خاموش بیٹھی رہی ۔۔

****

اورنگزیب نے میلوں دور پھیلے سمندر کو دیکھا اسے صبح اور شام کا وقت ساحل پر گزارنا اچھا لگتا تھا ہوا کے ساتھ اس کے بال اڑ رہے تھے کبھی کبھی اسکا دل کرتا کہ وہ اسی سمندر میں ڈوب جائے کسی کو یاد بھی نہ رہے کوئی اورنگزیب بھی تھا اسکی زندگی تماشہ بن کے رہ گئی تھی اورنگزیب چلتا ہوا سمندر کی طرف بڑھنے لگا سمندری لہریں اس کے پاوں کو چھونے لگی گیلی نرم ریت کی ٹھنڈک اس کو سکون دیں رہی تھی اس نے توڑی دیر آنکھیں بند کرکے اس کو محسوس کرنا چاہا اورنگزیب نے آنکھیں کھولی اس کی نظر نیچے اپنے پاوں کے قریب پڑی مچھلیوں پر پڑی جو سمندری لہروں کی وجہ سے ساحل کے کنارے پر آجاتی اس نے جھک کے تڑپتی ہوئی مچھلی کو اٹھایا اور پانی میں پھینک دیا وہ تیسری مچھلی اٹھا رہا تھا جب اس کے پاس کوئی اجنبی شخص کھڑا ہوگیا

اورنگزیب نے اسے دیکھا اور دوبارہ سے اپنے کام میں مشغول ہوگیا ۔۔

میں تمہیں کافی دیر سے دیکھ رہا ہو جب تم سمندر کی طرف بڑھے تو مجھے لگا تم خودکشی کرنے جارہے ہو پھر

تم روک گے اور نیچے جھک کے کچھ اٹھا اٹھا کے سمندر میں پھینکنے لگے مجھے تجسس ہونے لگا تو میں قریب آ گیا ساحل کنارے تو بہت مچھلیاں پڑی ہوتی ہے تم کس کس کو اٹھا کے پانی میں پھینکوں گے اجنبی نے پوچھا --

مجھے جو جو نظر آئی اس کی جان بچانے کی کوشش کروں گا اورنگزیب نے کہا

اجنبی شخص نے اسے دیکھا وہ بہت خوبصورت تھا شیو بڑھی ہوئی تھی نیلی جینز کو اس نے اوپر تک فولڈ کیا ہوا تھا سفید شرٹ کے بٹن کھولے ہوئے تھے آستین کو اس نے اوپر تک چڑھایا ہوا تھا وہ رف حلیے میں بہت ڈیشنگ لگ رہا تھا اسے اپنے ایڈ کے لیے ایسے ہی انسان کی۔ضرورت تھی جو آتے ہی چھا جائے اس میں وہ بات تھی۔.

پر انکو پانی میں پھینکنے سے تمہیں کیا فرق پڑے گا اجنبی نے پوچھا جو جھک کے آخری مچھلی اٹھا رہا تھا--

اورنگزیب نے اسے دیکھا مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا اس نے اپنے ہاتھ میں تڑپتی ہوئی مچھلی کی طرف اشارہ کیا اسے ضرور فرق پڑے گا اورنگزیب نے مچھلی کو سمندر کی طرف اچھل دیا--

اجنبی ہسنے لگا مجھے تمہارے جواب نے لاجواب کر دیا میں کیا کہوں میرے لئے کام کروں گے موڈلینگ کا ہے بہت مہشور ہوجاوں گے سلمان نے اپنا وزیٹنگ کاڈر اسکی طرف بڑھایا--

سوچوں گا اورنگزیب نے کارڈ پکڑ لیا اور واپس جانے لگا--

****

ماما اب مجھ سے اور برداشت نہیں ہوتا آخر اس انسان کے ساتھ مسئلہ کیا ہے وانیہ نے غصے سے کشن صوفے پر پٹخا اور اپنے سہنری بالوں کو ہیر بینڈ سے آزاد کیا--

کیا ہوگیا ہے وانیہ اب کون سی آفت آگئی جو اتنا موڈ خراب ہے عالیہ دوبارہ سے سرخ نیل پالش اپنے لمبے ناخنوں پر لگانے لگی۔۔

کیا ہونا وہی جو ہر دفعہ وہ شخص کرتا ہے صبح سے اورنگزیب کو فون کررہی ہوں وہ کاٹ دیتا ہے اسکی نظر میں میری کوئی عزت نہیں کوئی اہمیت نہیں وانیہ نے فون اٹھا لیا

عالیہ نے ایک نظر اس کے سرخ ہوتے چہرہ کو دیکھا اور اپنی نیل پولش خشک کرنے لگی ۔۔

ماما اب آپ کچھ بولے گئی یا اپنی نیل پینٹ میں مصروف رہے گی ۔ ۔

میں کیا کہوں وانیہ خود تمہیں اسے اپنے جال میں کرنے کا فن نہیں آتا ورنہ تم میں کس چیز کی کمی ہے

ماما یہ آپ مجھے کہہ رہی ہیں کچھ لوگوں کے نصیب ہی ایسے ہوتے ہیں جن کی زندگی میں سکون نہیں ہوتا اور وہ زندگی کی خوبصورتی کو نہیں دیکھتے اور زیبی انہیں میں سے ہے پتہ نہیں کیا جادو کیا ہے اس لڑکی نے جو ابھی تک اسکو دل سے لگائے بیٹھا ہے ۔۔

اچھا میں بھائی صاحب سے بات کروں گی تم پریشان مت ہو اور میں شام کو مسز زوہیب کی پارٹی پر جارہی ہو چلنا ہو تو تیار رہنا۔۔

نہیں مجھے کوئی شوق نہیں فضول سی پارٹی میں جانے کا جہاں نیند آنے لگے ان کے زمانے کی غزلیں سن کے وانیہ نے منہ بنایا ویسے بھی میں دوستوں کے ساتھ باہر جاری ہو اس نے ٹی وی چلا لیا۔۔

اوکے چندہ جیسے تم خوش رہو۔۔

****

اورنگزیب نے کھڑکی سے باہر برستی بارش کو دیکھا اسے اب بارش اچھی نہیں لگتی تھی پھر بھی وہ اٹھ کے کھڑکی کے پاس آگیا نہ چاہتے ہوئے بھی اسے وہ سب یاد آنے لگا جو وہ یاد نہیں کرنا چاہتا تھا تب ہی ایسا موسم تھا بارش برس رہی تھی جب اس نے اپنا سب کچھ کھو دیا وہ بہت پیچھے چلا گیا۔۔

****

رنگ برنگے کپڑوں میں ملبوس لڑکیاں کبھی کدھر بھاگ جارہی تھی کبھی ادھر آج کے دن کسی کو کوئی ہوش نہیں تھا اتنے دنوں کا انتظار ختم ہوگیا تھا اورنگزیب بھی اپنے گروپ کے ساتھ ولیم شیکسپیئر کے لکھے ڈرامہ کی ریہرسل کررہے تھے توڑی دیر میں انکا فکشن شروع ہونے والا تھا۔۔

ارے یار کوئی پتہ کرے آفروزہ کدھر رہ گئی اس نے بھی ریہرسل کرنی ہے وقت کم رہ گیا آیان نے کہا۔۔

آجائے گی آیان ویسے بھی تمہارے علاوہ اور کسی کو اسکا زیادہ انتظار ہے زینب نے اورنگزیب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو ریہرسل کررہا تھا۔۔

ہاں تو اسی انتظار کو ختم کرنے کے لیے کہہ رہا ہوں نہ جانے لوگوں نے اسی چکر میں ناشتہ بھی کیا ہے یا آفروزہ کے ساتھ پلیے کی خوشی میں سب کچھ بھول گیا۔۔

آیان نے اسکے ناشتہ نہ کرنے پر چوٹ کی اسے صبح آصفہ آنٹی کا فون آیا تھا اورنگزیب کو ناشتہ ضرور کروائے۔۔

اب اگر تم نے اور بکواس کی تو میرے سے برا اور کوئی نہیں ہو گا آیان اورنگزیب نے تنگ آکے کہا۔۔

کیا ہوا لڑ کیوں رہے ہو تم دونوں آفروزہ نے اچانک آ کے پوچھا

وہ تینوں پیچھے مڑے آفروزہ انہیں ہی دیکھ رہی تھی --

جاؤں بہن راستہ ناپو ہم تمہیں نہیں جانتے آیان نے کہا --

تمیز کروں آفروزہ ہے آیان زینب نے کہا

ارے یہ فروزن ہے اپنی پہنچانی نہیں جارہی واہ اب سمجھ آئی یہ میک اپ کیا چیز ہے آیان نے اسے چھڑا پہچان تو وہ اسے گیا تھا --

آیان بس کروں بیچاری کب تیار ہوئی ہے تم بھی حد کرتے ہو بکواس کی --

اورنگزیب اسے ہی دیکھے گیا جو ڈراک بلیو میکسی میں عام دنوں سے زیادہ پیاری لگ رہی تھی گہری بادامی آنکھوں میں کاجل اور ہلکی سی لپسٹک کانوں میں سلور رنگ کی بالیاں تھی --

بس کردیں یار کسی اور کے لیے بھی چھوڑ دے آس پاس کا بھی ہوش کرلیا کر میرے مجنوں بھائی لیلٰی گبھرا رہی ہے پیچھلے ایک منٹ سے دیکھی جارہا ہے آیان نے اسے کہا--

اورنگزیب نے چونک کے اسے غورا تو نہ ہمیشہ جلتا رہا کر اپنے کام سے کام رکھوں --

ہاں تو کام سے کام ہی رکھ رہا ہوں اب تو جو ایک منٹ سے لڑکی تاڑی جارہا مجھے تو بتانا تھا نہ دوست ہوں --

زیبی اسکی بکواس ختم نہیں ہوگی تم چپ کرجاو اب کام کرلے کیا زنیب نے تنگ آ کے کہا--

ہاں چلو اس کی عادت بن گی ہے آفروزہ نے بھی کہا .

فروزن آپ

بھی دشمن کی ٹولی میں شامل ہو گی آیان نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔۔

وہ سب مسکرانے لگے۔۔

****

ہاں بھائی برخوردار کیا ہورہا ہے پڑھائی کیسی جارہی ہیں آفتاب صاحب نے کپ میز پر رکھا ۔۔

جی بابا بہت اچھی جارہی ہے اب بس کچھ دن بعد فائنل ایرر ختم ہوجائے گا اورنگزیب مسکرایا۔۔

کل کا فکشن کیسا رہا تمہاری ماں بتارہی تھی کوئی پلیے کیا ہے ۔۔

جی وہ میں نے اور ایک گروپ کے اور لوگ تھے مل کے کیا۔۔

اچھا تو آگے کیا ارادہ ہے باہر پڑھنے جاؤں گئے یا میرے ساتھ آفس جانا شروع کروں گے۔۔

ابھی تو ایم بی اے مکمل ہو جائے آپ کے ساتھ آفس جاؤں گا پھر دیکھو گا کسی کورس کے لیے جاؤں ۔۔

چلوں اچھی بات ہے جیسا تمہارا دل کرے انہوں نے اپنے خوبرو جوان بیٹے کو دیکھا ۔۔

****

یار یہ کیا بات ہوئی کسی کو میں کیوں نہیں نظر آرہا آیان گرنے والے انداز میں گھاس پر بیٹھا ۔۔

اورنگزیب نے اسے دیکھا اور دوبارہ سے اپنے کام میں مشغول ہوگیا ۔۔

رنیب اور آفروزہ نے بھی اس کی اتری ہوئی صورت دیکھی اور دوبارہ مصروف ہو گی ۔۔

اچھا تو میں کسی کے لیے کوئی اہمیت ہی نہیں رکھتا آیان نے دوبارہ کہا۔۔

یار آیان بات سن ابھی نہ بہت تھک گئے ہیں بھوک بھی بہت لگ رہی ابھی جلدی جلدی کام کرنے دیں

پھر تمہیں بھی پوچھ لیے گے ابھی کسی کا موڈ نہیں تمہاری بکواس سننے کا اورنگزیب جلدی جلدی نوٹس بنانے لگا۔۔

آیان جو بہت غور سے اسکی بات سننے لگا تھا ایسی میٹھی عزت افزائی پر کھول کے رہ گیا۔۔

بتاؤں میں پھر تمہارے فون میں کیا ہے مسٹر زیبی آیان نے دھمکی دینے والے انداز میں اورنگزیب کو دیکھا ۔۔

آیان اس سے پہلے تو مزید بکواس کرے اپنا مسئلہ بتا ورنہ زبان بند اورنگزیب نے تپتے ہوئے کہا اس کے فون میں آفروزہ کی تصویر تھی جو اس نے فکشن والے دن بنائی تھی نجانے کب اس آیان نے دیکھ لی۔۔

دونوں لڑکیاں اسے دیکھنے لگی کیا ہے اس کے فون میں زینب نے تجسس کے مارے جلدی سے پوچھا ۔۔

آیان نے مسکرا کے زیبی کو دیکھا جو اسے ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے ابھی کچا کھا جائے گا۔۔

اب بول بھی چکو تمہارا مسئلہ کیا ہے اورنگزیب نے پوچھا ۔۔

یار مسئلہ یہ ہے کہ کسی کی منگنی ہورہی کسی کی شادی مجھے لگتا ہے میرے تو صرف قل ہی ہوگے اب اس آم کو دیکھ لو اسکی بھی منگنی ہوگی آیان نے اپنے سے جونیئر لڑکے کی طرف اشارہ کیا ۔۔

ہاں تو تمہارے قل کب ہوگئے ہماری فکر مت کروں ہم بریانی کھانے آجائیں گے اورنگزیب نے بدلہ للیا۔۔

میں بتاؤں پھر تمہاری بات زیبی بتاؤں بولوں ۔۔

زنیب نے ہنسی روک کے کہا اسے ابھی بھی قل والی بات پر ہنسی آرہی تھی آفروزہ بھی ہسنے لگی ۔۔

تو سنو لڑکیوں اس کے فون میں وہ ماہین نہیں اسکی تصاویر ہے آیان نے کہا اور اٹھ کے بھاگ گیا۔۔

روک آیان کے بچے میں تمہیں آج قتل کروں گا یا زبان تو ضرور کاٹوں گا اورنگزیب اس کے پیچھے بھاگا آس پاس کے سٹوڈنٹ انہیں حیرت بھری نظروں سے دیکھنے لگے اچانک انہیں کیا ہوگیا ۔۔۔

زینب اور آفروزہ کا ہنس ہنس کے برا حال تھا ماہین کا نکاح ہوا تھا پہلے وہ اورنگزیب پہ فدا تھی اورنگزیب اس سے دور بھاگتا تھا آیان ہمیشہ اسکا مذاق اڑایا کرتا اور اسے اسی بات سے تپ چڑھتی تھی ۔۔

****

آرہی ہے ماہ رانی یونیورسٹی سے وقت دیکھا ہے بی بی کیا ہورہا ہے خالہ نے چھالیہ چباتے ہوئے کہا۔۔

آفروزہ جو ابھی یونیورسٹی سے تھکی ہوئی آئی تھی سلام کرکے اپنے کمرہ میں آگئی تھی ۔

بیٹا فریش ہوجاؤں میں کھانا کمرہ میں لیے آتی ہوں زیبا کمرہ میں داخل ہوتے ہوئے بولی ۔۔

آفروزہ نے اپنی ماں کے چہرہ کو دیکھا اور نظریں جھکا لی ۔۔

خالہ کی باتوں کو دل پر مت لیا کروں آفروزہ جان زیبا نے اسکا ماتھا چوما۔۔

نہیں امی ایسی بات نہیں ہے بس تھکاوٹ ہورہی ہے

چلو کھانا کھانے کے بعد آرام کر لینا میں کھانا لاتی ہوں وہ اٹھ کے باہر جانے لگی ۔۔

آفروزہ نے تکیہ پر سر رکھ کے آنکھیں بند لی اسے آج کی ملاقات یاد آنے لگی آج اورنگزیب نے اس سے شادی کی بات کی

آفروزہ کیا تم میرے سے شادی کروں گی اورنگزیب کی آنکھوں میں کتنی چاہت تھی ایک پل کے لیے وہ بھی بھول گی وہ کہاں کھڑی ہے اس کا دل چاہا ہاں کردیں بھول جائے وہ سب کہ وہ کون ہے پھر اسے یاد آیا کہ وہ ہے کیا وہ بس چپ تھی ۔۔

میں تمہارے جواب کا انتظار کروں گا آفروزہ ۔۔

آفروزہ آفروزہ سو گی ہو کیا زیبا نے آواز دی ۔۔۔

وہ یکدم خوابوں کی دنیا سے حقیقت میں آئی

****

یار فروزن نہ تم ہمیں انوائٹ کرتی ہو اپنے گھر نہ آتی ہو اب تو آجانا میں کھانا دیں رہا ہو آیان نے کہا۔۔

ہاں نہ اس دن میں نے بھی نورین آپی کی شادی پر اتنا کہا پر یہ نہیں مانی میں نے فون پر آنٹی سے بھی کہا انہوں نے بھی منع کردیا زینب نے بوتل کا سپ لیتے ہوئے بولی وہ سب اس وقت یونیورسٹی کی کینٹین میں بیٹھے تھے ۔۔

اورنگزیب غور سے اسکے چہرہ پر بدلتے رنگوں کو دیکھنے لگا جب سے اس نے شادی کا کہا تھا اس نے بات کرنا ہی چھوڑ دیا تھا

نہیں بس میں خود نہیں آتی اور گھر میں تم سب سے تو روز ملاقات ہوجاتی ہے میری خالہ بہت پرانے خیالات کی ہے انہوں نے میرا یونیورسٹی آنا بھی بند کردینا ہے اگر تم لوگ چلے گے تو اس نے بڑی مشکل سے بہانہ بنایا۔۔

اچھا ہاں تم بتارہی تھی چلو چھوڑوں یار کوئی اور بات کروں آیان نے کہا اور سامنے آتی رامین کو دیکھنے لگا اس کی شہہ رگ پھر سے پھڑکی ۔۔

آجا سجناں تینوں آنکھیاں اوڈکیدا وہ زور زور سے میز بجا کے گانے لگا

اورنگزیب نے پاس پڑی بوتل اس پر اچھل دیں

وہ جو آنکھیں بند کرکے گا رہا تھا آنکھیں کھول کے اپنی شرٹ کو دیکھا جس پر پیپسی کا داغ نظر آرہا تھا صدمے کے مارے اس سے کچھ بولا ہی نہیں گیا

اورنگزیب نے آفروزہ کے آگے سے پیپسی اٹھائی اور مزہ سے پینے لگا

زینب نے اپنی مسکراہٹ چھپانے کے لئے پیپسی پینے لگی --

آیان اور آفروزہ کی شکلیں دیکھنے والی تھی نہ چاہتے ہوئے بھی زینب مسکرانے لگی --

****

آفروزہ سونے کی کوشش کررہی تھی جب اسکے تکیہ کے نیچے فون کی میسج ٹون بجی اسے پتہ تھا اس وقت میسج کس کا ہو گا

تکیہ کے نیچے سے فون اٹھا کے دیکھا سکرین پر اورنگزیب نام جگمگا رہا تھا اس نے میسج کھول کے دیکھا وہی سوال جو وہ تین ماہ سے کررہا تھا اسکا اور آیان کا فائنل ایرر مکمل ہو گیا تھا جبکہ اسکا اور زینب کا ایک سال رہتا تھا

مجھے تمہارے جواب کا انتظار ہے آفروزہ اس نے میسج پڑھا اور ڈیلیٹ کردیا اور دوبارہ سے سونے کی کوشش کرنے لگی صبح اسے جلدی اٹھنا تھا

****

اورنگزیب آفس تو آگیا تھا پر اسکا دل نہیں کررہا تھا کسی بھی کام کو کرنے کا اس نے فائل میز پر رکھی اور کرسی پر جھولنے لگا اسے آفروزہ کی سمجھ نہیں آرہی تھی وہ کیوں ایسا کررہی تھی وہ اس سے بات کرنا چاہتا تھا اور وہ ہمیشہ کترا کے گزر جاتی اس نے آصفہ سے بھی بات کرلی تھی انہیں بھی کوئی اعتراض نہیں تھا اورنگزیب کرسی سے ایک جھٹکے سے اٹھا گاڑی کی چابی

اٹھائیں اور باہر جانے لگا آج وہ یہ قصہ ختم کرنا چاہتا تھا۔۔۔

****

آفروزہ جیسے ہی یونیورسٹی کے گیٹ سے باہر نکلی سامنے اورنگزیب کھڑا تھا وہ سایڈ سے گزر جانا چاہتی تھی لیکن اورنگزیب اسے ہی دیکھ رہا تھا مجبوراً وہ اس کی طرف بڑھی نزدیک آکے اس نے سلام کیا۔۔

مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے گاڑی میں بیٹھوں اورنگزیب نے سلام کا جواب دینے کے بعد کہا۔۔

آفروزہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گی

اورنگزیب نے گاڑی سٹارٹ کی اور خاموشی سے ڈرائیو کرنے لگا۔۔

دور خالہ نے اسے کسی خوبصورت نوجوان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔۔

****

اورنگزیب نے گاڑی کا رخ سمندر کی طرف موڑ لیا توڑی دیر بعد وہ ساحل پر تھے اس نے گاڑی بند کی اور کب سے چپ بیٹھی آفروزہ کی طرف رخ کیا۔۔

اب بولو آفروزہ تمہارے ساتھ کیا مسئلہ ہے میں پوچھ پوچھ کے تھک گیا ہوں میں تمہیں پسند کرتا ہوں شاید پسند بہت چھوٹا لفظ ہے میں اپنی فیملی کو تمہارے گھر بیجھنا چاہتا ہوں اور آج جواب لئے بنا میں تمہیں جانے نہیں دو گا۔۔

میں تمہارے لائق نہیں اورنگزیب تمہارا سٹیٹس بہت اونچا ہے میں تمہارے ساتھ چل نہیں سکوں گی۔۔

بس اتنی سی بات کے لئے تم یہ سب کررہی ہو میری فیملی سیٹیں کانشس نہیں ہے تم اسکی فکر مت کروں اور بتاؤں میں کب بیجھوں انہیں تمہارے گھر۔۔

اورنگزیب مجھے لگتا ہے تمہیں سچ بتادوں اور سچ یہ ہے
کہ میں ایک ناچنے والی بیٹی ہوں مجھے نہیں پتہ میرا
باپ کون ہیں اور ماں مجھے تو بس کسی نے لا کے خالہ
بی کو بیچ دیا گیا تھا جب میں بہت چھوٹی تھی اور میں
نے انکا قرض چکنا ہے ساری زندگی ناچ کے تمہیں کیا
لگتا ہے تمہاری فیملی ایک رقصہ کو بہوں کے روپ میں
قبول کرلیں گی کبھی نہیں ہم جیسی عورتیں کسی کا دل
تو بہلانے کے قابل ہوسکتے ہیں پر بیوی بہوں کے
نہیں کیوں کہ یہ معاشرہ ہی ایسا ہے جہاں نام نہاد
عزت دار۔لوگ آتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ اس
وقت رات کو انکی بیٹی بہن بیوی بھی اپنی ہائی کلاس
پارٹی میں مصروف یہی کام کررہی ہوگی ان پر ہائی
کلاس پارٹی کا ٹیگ لگا ہوتا ہے کبھی دوستوں کی پارٹی
میں ناچ رہی ہوتی ہے تو کبھی کلب میں پر انکو کوئی
پوچھتا نہیں اور ہمارے پر رقصہ کا ٹیگ لگا ہوتا کام تو
ایک ہی نہ ناچنا بس لوگوں کہ سوچنے کا طریقہ بدل گیا
اور پلیز مجھے بخش دوں اورنگزیب آفروزہ رونے لگی ۔۔

اور اورنگزیب کو لگ رہا تھا اسکے کسی نے ٹکڑے
کردیں ہوں یا کانوں نے کچھ غلط سناہو اسکا وجود کسی
گہری کھائی میں گرتا جارہا تھا نجانے کتنے پل گزرے
جب وہ بولنے کے قابل ہوا۔۔

آفروزہ تم نے کبھی بتایا نہیں اور اس لئے تم ہمارے
سے دور رہتی تھی مجھے اور آیان کو کھر نہ بولنا ہم تو
کچھ اور ہی سمجھتے رہے ۔۔

اورنگزیب پلیز میرے بارے میں زینب یا اور کسی کو
کچھ مت بتانا پڑھنا میرا خواب تھا تو زیبا نے مجھے بہت
مشکل سے یونیورسٹی میں داخلہ لے کے دیا ورنہ خالہ
نہیں مان رہی تھی مجھے تمہیں سچ اس لئے بتانا پڑا کہ
تم ایسے راستے سے پیچھے چلے جاؤں اور مجھے گھر جانا ہے
بہت دیر ہوگی ۔۔

بیٹھوں میں چھوڑ دیتا ہو اورنگزیب نے کہا

نہیں رہنے دوں ان گلیوں میں تمہارا کوئی کام نہیں
مجھے بس سٹاپ پر اتار دینا

****

کس کے ساتھ گی تھی آفروزہ میں تمہیں سب سے بچا کے رکھ رہی ہو اپنی اولاد کی طرح پروش کی تمہیں یونیورسٹی بیجا اور تم نے میری سب محنت ضائع کر دی --

آفروزہ گھر آئی تو ایک طوفان اسکا منتظر تھا خالہ نے پورے گھر کو سر پر اٹھایا ہوا تھا وہ خاموشی سے کمرہ میں آگئی زیبا بھی اسکے پیچھے تھی --

ارے میں تو پہلے ہی سمجھ گی تھی یہ دھول جھونک رہی ہے ہماری آنکھوں میں پر تو نہ مانی یونیورسٹی بیجھ کے دم لیا اگر یہی سب کرنا تھا تو اسے ناچنے میں کیا موت پڑتی تھی اس دن جب میں نے اسے گنگھروں دیں تو نے اٹھا کے پھینک دے کہ آفروزہ یہ کام نہیں کرے گی اسکی جگہ تم کروں گی آج دیکھ کیا کر آئی ہے خالہ کا بس نہیں چل رہا تھا اسے اٹھا کے باہر نکال دیں --

خدا کے لیے خالہ چپ کر جاوں جاؤں یہاں سے زیبا نے اٹھ کے دروازہ بند کر یا

آفروزہ نے زیبا کو دیکھا اور سب بتانے لگی --

تو وہ لڑکا تمہیں پسند کرتا ہے زیبا نے پوچھا --

ہاں پر میں نے اسے سب سچ بتادیا آفروزہ بولی

چلوں آرام کرلوں آفروزہ باہر مت آنا آج وہ سیٹھ آرہا ہے تم کمرہ میں رہنا زیبا اٹھتے ہوئے بولی --

امی آپ یہ کام چھوڑ کیوں نہیں دیتی ہم دونوں کہیں دور چلے جائے گے جہاں ہم سکون سے رہے گئے وہاں نہ تو خالہ جیسی مطلب پرست عورتیں ہوگی نہ ان گنگروں کی آواز نہ تبلے کی تاپ مجھے وہشت ہوتی ہے اس جگہ سے میرا یونیورسٹی سے آنے کو دل نہیں کرتا آفروزہ رونے لگی

اور زیبا نے اسے بےبسی سے دیکھا اسے نہیں معلوم کہ خالہ کے پاس اس کی قیمتی شے ہے ---

****

ایک ہفتہ ہونے کو آیا تھا پر اورنگزیب ابھی تک ان الفاظ کو بھول نہیں سکا تھا

میں ایک ناچنے والی ہو۔۔

اورنگزیب نے اپنے سامنے پڑا گلاس اٹھا کے فرش پر مارا

آفروزہ کے بغیر اسکی زندگی ادھوری تھی اور اسے ایک فیصلہ کرنا تھا اور اسے پتہ تھا اسے کیا کرنا ہے

****

بابا آپ کیا کررہے ہے اورنگزیب کمرہ میں داخل ہوا تو اسکی نظر شیشے کے فریم میں لگی تصویر پر پڑی جہاں تین چہرے مسکرا رہے تھے۔۔

کچھ نہیں بس آرام ہورہا ہے تمہیں کوئی کام ہے ۔۔

جی بس اتنا ضروری نہیں میں باہر جانا چاہتا تھا کچھ عرصے کے لئے اورنگزیب نے تصاویر کی طرف دیکھا ۔۔

اچھا چلے جاؤں انہوں نے مسکراتے ہوئے اجازت دے دی ۔۔

کہاں کون جارہا ہے آصفہ کمرہ آتے ہی بولی ۔۔

کچھ نہیں بس زینب باہر جانا چاہتا ہے ۔۔

اچھا پر میں پہلے اس کی منگنی یا شادی کر کے بیجھوں گی

وہ آپ اپنے بیٹے سے پوچھ لیے ۔۔

ہاں کب ملا رہے ہوں اس لڑکی سے مجھے تو لگتا ہے تم بس ڈرامہ کررہے ہو لڑکی کوئی نہیں ہے یہ صرف شادی سے بچنا چارہا ہے اگر ایسی بات ہے تو میں اور تمہارے ابو وانیہ کے لئے بات کرے اچھی لڑکی ہے آصفہ نے کہا۔۔

آپ کی مرضی اور یہ تصویر بابا آپ نے ابھی تک لگائی ہوئی ہے اس نے بات بدلی۔۔

ہاں بیٹا کچھ لمحہ بھولے نہیں جاتے ۔۔

بابا آپ کہہ رہے تھے پھپھو کو کسی نے اغواء کیا ہے آپ نے انکو ڈھونڈا نہیں ۔۔

بہت ڈھونڈنا تھا بیٹا پر جو ایک دفعہ کھو جائے کہاں ملتے ہیں کاش اس دن اسے میں سکول سے لینے چلا جاتا تو یہ حادثہ نہ ہوتا پھر یہ سوچ کے چپ کرجاتا ہو کہ جو قسمت میں تھا اسکو کون روک سکتا تھا۔۔

پھر بھی بابا آپ کو کوشش جارہی رکھنی چاہیے تھی کیا پتہ پھپھو کا کچھ پتہ چل جاتا ان لڑکیوں کا پتہ چلا جو پھپھو کے ساتھ ہی اغوا ہوئی تھی ۔۔

ہاں بیٹا سکول کی بس اغوا ہوئی کچھ لڑکیوں کو ڈھونڈ لیا تھا پر کچھ ابھی بھی نہیں ملی تمہاری پھپھو کی طرح اب ناجانے کہاں ہوگی

اچھا چلے چھوڑیں آپ کی طبیعت خراب ہوجائے گی اورنگزیب نے کہا۔۔

****

زیبا نے سوئی ہوئی آفروزہ کو دیکھا اسے آج بھی یاد تھا جب ایک شخص آفروزہ کو لیے کے خالہ کے پاس دینے آیا تھا تب اس نے چھوٹی سی آفروزہ کو اٹھایا اور خالہ سے کہا چاہیے کچھ بھی ہوجائے وہ آفروزہ کو ناچنے والا کام نہیں کرنے دیں گی اسکا سارا خرچہ وہ خود اٹھائے گی

زیبا نے پانی والے جگ کو دیکھا جو خالی پڑا تھا وہ اٹھ کے باہر آگئی اور پانی لینے کے لیے کیچن میں کا رخ کرنے لگی کہ ساتھ والے کمرہ سے خالہ کی آواز آئی اس وقت خالہ کس سے بات کررہی ہے یہی سوچتے

ہوئے زیبا آگے بڑھ کے کھڑکی کے ساتھ لگ گئی اب آندر سے توڑا سا نظر بھی آرہا تھا اور آواز بھی صاف سنائی دی رہی تھی زیبا نے آندر جس شخص کو دیکھا تو سانس لینا بھول گی

یہ خان کیا کررہا ہے ادھر اور وہ بھی اس وقت یہ خالہ کیا کرنے لگی ہے خان بہت ہی حسن پرست انسان تھا کافی عرصہ سے آفروزہ کے پیچھے تھا زیبا ان کی باتیں سننے لگی ۔۔

دیکھ خان میں تمہیں بتارہی ہو پندرہ لاکھ سے ایک روپیہ کم نہیں بس میں نے جو کہنا تھا کہہ دیا

دیکھ خالہ مان جا دس دیں رہا ہو نہ اور اگر تو نہیں مانے گی میں چلا جاوں گا پھر بیٹھی رہنا جب وہ زیبا اور اسکی چالاک بیٹی یہاں سے کہیں دور چلی جائے گی خان نے خالہ کو دیکھا ۔۔

ٹھیک ہے دس لاکھ اور یہ رہا اسکا پتہ جدھر پڑھتی ہے اور دیکھ خان سب کچھ بہت سوچ سمجھ کے کرنا آفروزہ کو یہی کہنا اسکی ماں نے کروایا سب وہ تم سمبھال لینا اور ادھر میں زیبا کو سمجھا دوں گی

خالہ تو اسکی فکر مت کر میں سب دیکھ لو گا اتنی مشکل سے آئی سونے کی چڑیا کو ہاتھ سے نہیں جانے دوں گا اسکے پر کاٹ دوں گا زیبا کا کیا کرے گی ابھی تک اسے یہ پتہ نہیں چلا تو اسکے ساتھ جھوٹ بول رہی ہے اسکے خاندان کا پتہ تو ہے نہیں خالہ تو بہت شاطر عورت ہے کیسے اسکو اپنے جال میں قابو کیا ہوا خان ہسنے لگا۔۔

ایسے عورتوں کو ایسے ہی قابو کیا جاسکتا ہے ورنہ یہ کب کی بھاگ گی ہوتی وہ تو اسکی دو کمزوریاں میرے ہاتھ لگ گی ایک آفروزہ دوسرا اس کا خاندان اب مجھے پتہ تھا اس کو کیسے استعمال کرنا ہے اور اتنے عرصہ سے یہی کررہی ہو اب آفروزہ چلی جائے گی یہ کچھ دن سوگ منانے کے بعد خود ہی ٹھیک ہوجائے گی پھر میں ہوگی خالہ نے پان منہ میں ڈالا اور دور کی سوچنے لگی

اچھا اب چلتا ہوں یہ پیسے رکھ اور کل اسکی یونیورسٹی کی واپسی سے آفروزہ کو میرے بندے اٹھا لیئے گے

چل ٹھیک ہے سب دھیان سے کرنا اور پیسے ادھر رکھ دوں ۔۔

زیبا جلدی سے اپنے کمرہ میں آگئی اور آندر سے دروازہ بند کرلیا شک تو اسے پہلے بھی تھا آج سب کچھ واضح ہوگیا تھا اسے جو بھی کرنا تھا جلدی کرنا تھا ورنہ خان کے آدمی بہت خطرناک تھے

آفروزہ آفروزہ جلدی اٹھو زیبا نے سوئی ہوئی آفروزہ کو جھنجھوڑا

کیا ہوگیا ہے امی آفروزہ جلدی سے اٹھی نیند کی وجہ سے اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا

تم جلدی سے یہاں سے نکلوں زیبا نے کمرہ کی الماری میں سے بیگ نکالا اور آفروزہ کے کپڑے ضروری سامان اور یونیورسٹی کی فائلیں رکھنے لگی ۔۔

کیا ہوگیا ہے امی آپکو پتہ بھی آپ کیا بول رہی ہے اور رات کے اس وقت میں کہاں جاوں گی آپ مجھے بتائیں ہوا کیا ہے آفروزہ جو پہلے نیند میں تھی اب اسکی نیند اڑ گی تھی

زیبا سامان رکھنے کے ساتھ ساتھ اسے خالہ اور خان کے درمیان ہونے والی گفتگو بتانے لگی

پر امی میں کہا جاوں گی میں تو اس شہر میں کسی کو نہیں جانتی آفروزہ وہی بیڈ پر بیٹھ گی تھی

زیبا نے سارا سامان بیگ میں رکھا اور آفروزہ کے پاس بیٹھ گی

دیکھ آفروزہ خالہ بہت تیز عورت ہے وہ اپنے فائدہ کے لئے کسی بھی حد تک جاسکتی ہے تم ابھی نکلوں میں ادھر سب سمبھال لوگی

امی میں اکیلی کیسے جاؤں آپ بھی ساتھ چلیں

آفروزہ تم یہاں سے جاوں اور یہ پتہ ہے میں تمہیں کچھ دن تک ادھر ہی ملوں گی تم دور رہنا ورنہ خان کے آدمی تمہیں ہر جگہ تلاش کرے گے یونیورسٹی بھی مت جانا اور میں نے تمہارے بیگ میں پیسے رکھ دیں ہے زیبا نے اسے چادر دی

امی اس وقت میں کدھر جاؤں گی آپ سمجھ کیوں نہیں رہی میری بات آفروزہ رونے لگی

ادھر دیکھو آفروزہ یہ وقت رونے کا نہیں اگر خالہ نے دیکھ لیا تو بہت مشکل ہوجائے گی تم اس دن اورنگزیب کی بات کررہی تھی میری اس سے بات کروا دوں اس وقت ہو سکتا ہے وہ ہماری مدد کر دیں

نہیں امی میں اورنگزیب سے مدد نہیں لوگی اور ویسے بھی اسکی میرے سے بات نہیں ہوئی اور وہ اب میرا فون نہیں اٹھائے گا میں خود کہیں چلی جاؤں گی

آفروزہ نے آنسو صاف کیے

نہیں آفروزہ ایک دفعہ مجھے اس سے بات کرنے دیں دیکھ میں کوئی رسک نہیں لیے سکتی وہ تمہیں صبح کسی درلامان چھوڑ دے گا مجھے نمبر ملا دیں اس کا میں خود بات کروں گی

امی میں اس کے ساتھ نہیں جاؤں گی

تو کیا کرے گی ادھر بیٹھے گی خان جیسے بندہ کے ساتھ جائے گی ہاں آفروزہ تم جانتی بھی ہو وہ کتنا خطرناک شخص ہے اگر ادھر رہی وہ تمہیں ڈھونڈ لیے گا آخر اتنا عرصہ تمہیں کیوں دور رکھا ان چیزوں سے لوگوں سے اس دن کے لیے کے خان جیسے لوگ آئے اور لیے کے ساتھ چلے جائے تم نہیں جانتی آفروزہ یہ سب بہت مشکل ہے مجھے معلوم ہے اپنوں سے دور خالہ نے اتنا عرصہ مجھے دھوکہ دیا کہ وہ مجھے میرے خاندان سے ملادیں گی پر نہیں اگر تم نے ضد کی تو میں اپنی جان لے لوگی آفروزہ مت کروں میرے ساتھ ایسا زیبا رونے لگی

امی امی کیا ہوگیاہے رویں مت پلیز آپ جو بولیں گی میں کروں گی اگر آپ نے حوصلہ ہار دیا تو مجھے کون سمبھالیے گا آفروزہ نے فون اٹھایا اور اورنگزیب کا نمبر ملادیا

یہ لیے اگر اس نے اٹھا لیا تو ٹھیک ورنہ جو اللہ کو منظور آفروزہ نے فون پکڑا دیا اور خود زیبا کے ساتھ لپٹ گی

اور زیبا دل میں دعا کرنے لگی اورنگزیب فون اٹھا لے۔۔

****

ہاں یار بس زیادہ کام مکمل ہو گیا ہے بس توڑا سا رہا گیا ہے آجانا کل دیکھ لینا فلیٹ سب سیٹ ہے اورنگزیب نے کافی کا خالی مگ میز پر رکھا اور سایڈ ٹیبل پر پڑی فائل اٹھا کے دیکھنے لگا

چل ٹھیک ہے بعد میں بات کرے گے ابھی بابا نے آفس کا کچھ کام دیا ہے وہ مکمل کر لو تو بھی سو جا ٹائم بہت ہوگیا میں بھی توڑی دیر تک سوتا ہو

اورنگزیب نے فون بند کرکے ایک طرف رکھا اور فائل دیکھنے لگا توڑی دیر بعد فون کی بیل بجی

اف۔۔آیان کو اب سکون نہیں آئے گا میں کام کیوں کررہا ہو اورنگزیب نے نمبر دیکھے بنا فون کاٹ دیا اور دوبارہ سے کام کرنے لگا

ایک دفعہ پھر بیل بجی اورنگزیب نے فون اٹھا لیا۔۔

کیا مسٔلہ ہے آیان کیوں سر کھا رہے ہو اورنگزیب نے غصہ سے کہا

میں آیان نہیں آفروزہ کی امی بات کررہی ہو بیٹا

اورنگزیب نے نمبر دیکھا آفروزہ کا تھا

او سوری آنٹی مجھے لگا آیان ہو گا سب خیریت ہے نہ آپ نے اس وقت فون کیا آفروزہ تو ٹھیک ہے۔۔

مجھے آپ کی مدد چاہیے زیبا نے کہا اور اسے ساری بات بتانے لگی

آپ پلیز پریشان مت ہو میں ابھی پہنچ رہا ہو آپ آفروزہ کو بتادیں اورنگزیب نے کہا اور فون بند کر دیا اس نے جلدی سے فائل سایڈ پر رکھی اور گاڑی کی چابی اٹھا کے باہر جانے لگا۔۔

****

کیا ہوا امی آفروزہ نے پوچھا

اورنگزیب آرہا آفروزہ وہ گلی میں روکے گا تم چلی جانا باقی سب میں دیکھ لوگی اپنے کاغذات دیکھ لو سب پورے ہے زیبا نے کہا

جی سب ٹھیک ہے آپ اکیلی کیا کرے گی

مجھے اورنگزیب کا نمبر لکھ دو میں خود رابطہ کروں گی تم نے نہیں کرنا اور جو پتہ میں نے دیا ہے وہی آجانا ملنے جب میں کہوں تب آنا آفروزہ ۔۔

آفروزہ نے دیکھا اورنگزیب کی کال آرہی تھی ۔۔

امی لگتا ہے اورنگزیب آگیا آفروزہ اٹھی اور چادر ٹھیک کرنے لگی

ہاں چلوں میں چھوڑ آتی ہوں زیبا اٹھی اور بیگ اٹھا لیا وہ دونوں باہر صحن میں آگئی صحن میں ہلکی روشنی تھی زیرو کا بلب جل رہا تھا

زیبا نے موڑ کے خالہ کے کمرہ کی طرف دیکھا اور آستہ سے دروازہ کھولنے لگی آفروزہ پیچھے تھی وہ دونوں گلی میں آگئی دور گلی کے نوکر پر گاڑی کھڑی نظر آرہی تھی وہ چلتی ہوئی گاڑی کے پاس جانے لگی زیبا آس پاس کے گھروں کے دروازہ دیکھ رہی تھی کوئی آ نہ جائے

اورنگزیب گاڑی سے باہر نکل آیا سامنے آفروزہ اور اسکی امی آرہی تھی

اسلامو علیکم آنٹی اورنگزیب نے سلام کیا

واعلیکم اسلام زیبا نے ہلکی روشنی میں اسکی طرف دیکھا اورنگزیب بھی اسی طرف دیکھ رہا تھا

بیٹا معاف کرنا اتنی رات کو تمھیں تکلیف دی پر اور کوئی شخص نہیں تھا جس پر بروسہ کرتی آفروزہ نے تمہاری بارے میں بتایا تھا زیبا نے پیچھے کھڑی آفروزہ کو دیکھا

ارے آنٹی پلیز کوئی بات نہیں مجھے بہت اچھا لگا کے آپ نے میرے پر اعتبار کیا مجھے خوشی ہوگی میں آپ کے کام آیا آپ پلیز یہ بیگ مجھے پکڑا دیں اورنگزیب نے ہاتھ آگے بڑا کے بیگ پکڑ لیا

شکریہ بیٹا کچھ دن بعد آپ آفروزہ کو کسی ہاسٹل یا درالامان چھوڑ دیجیے گا جیسے ہی حالات ٹھیک ہوگے میں رابطہ کروں گی زیبا کو ایسا لگ رہا تھا جیسے پہلے وہ اورنگزیب سے مل چکی ہو یا پہلے کہیں دیکھا ہو۔۔

پلیز آنٹی ایسا کچھ بھی مت سوچیے گا آفروزہ اب میری زمہ داری ہے اور رہی بات ہاسٹل کی تو میرا فلیٹ ابھی کچھ دن پہلے میں نے ٹھیک کروایا ہے آفروزہ وہاں آرام سے رہ سکتی ہے اور میں آپکو فلیٹ کا پتہ دیں دیتا ہو اورنگزیب نے گاڑی میں سے کاغذ نکلا اور اڈریس لکھ کے دیں دیا آپ کے پاس فون نمبر تو ہوگا

ہاں آفروزہ سے لیے لیا تھا

چلیں پھر ہم نکلتے ہے آپ اپنا خیال رکھے گا آجائے آفروزہ اورنگزیب واپس موڑ کے بیگ پیچھلی سیٹ پر رکھنے لگا

زیبا نے آفروزہ کو گلے لگایا پریشان مت ہونا میری جان میں ہوں تمہارے ساتھ اور اورنگزیب بھی اچھا لڑکا ہے اپنا خیال رکھنا رونا نہیں اب زیبا نے اسکے آنسو صاف کیے

امی میں کیسے رہو گی آپ بھی چلے

بےوقوف لڑکی اگر مجھے پتہ نہ چلتا اور خالہ اپنے ارادہ میں کامیاب ہوجاتی تو تم یہ نہیں دیکھ رہی اللہ نے

تمہیں بہت بڑی مصیبت سے بچایا ہے اور کچھ دن بعد میں بھی آجاؤ گی اب جاوں اورنگزیب انتظار کررہا ہے

اپنا بہت سا خیال رکھے گا آفروزہ نے کہا اور گاڑی کی طرف بڑھ گی

اچھا آنٹی اللہ حافظ پلیز آپ پریشان مت ہوئے گا اورنگزیب نے کہا اور گاڑی میں بیٹھ گیا

زیبا نے دور جاتی گاڑی کو دیکھا اور اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے واپس چلی گی ۔۔

****

آفروزہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھی اس نے نظر اٹھا کے اورنگزیب کی طرف دیکھا جو خاموشی سے گاڑی چلا رہا تھا رات کافی ہو گی تھی شہر کی سڑکیں بلکل سنسان تھی

یہ بھی کیا سوچتا ہو گا کاش یہ خان نہ آتا تو اورنگزیب کو مسئلہ نہیں ہوتا آفروزہ دل میں سوچنے لگی توڑی دیر بعد گاڑی روک گی آفروزہ نے سامنے بنے خوبصورت فلیٹ کو دیکھا

آجاؤں آفروزہ اورنگزیب نے کہا اور پیچھے پڑا اسکا بیگ اٹھا کے باہر نکل آیا

آفروزہ خاموشی سے چادر درست کرتی ہوئی باہر آگئ اور اورنگزیب کے پیچھے چلنے لگی

اورنگزیب نے چابیاں نکالی اور دروازہ کھولنے لگا۔۔

مسجد سے فجر کی اذان کی آواز آنے لگی ۔۔

****

دیکھ خالہ میں بتا رہا ہو لڑکی بتا کدھر غائب کی ہے ورنہ تو جانتی ہے میں بہت برا ہو اگر نہیں بتایا نہ میں تیرے پورے گھر کو آگ لگا دو گا ۔۔

خان میں سچ بول رہی ہو لڑکی مجھے نہیں معلوم کہا گی وہ تو صبح زیبا نے شور مچایا آفروزہ نہیں ہے کمرہ میں --

یہ ڈرامہ کسی اور کے ساتھ کرنا خان کے سامنے نہیں میں تیری بوڑھی ہڈیوں کا لحاظ کررہا ہو سیدھے طریقہ سے بتادیں ادھر پیسہ دیا تو نے لڑکی غالب کر دی میرا پیسہ نکال جلدی کر ورنہ ابھی تجھے مار دوں گا خان نے جیب سے پستول نکال لیا

زیبا دور کھڑی سب دیکھ رہی تھی

ہاں ہاں دیتی ہوں پیسے سارے دوں گی تو یہ پستول نیچے کرلے زیبا زیبا جا بھاگ کے اندر سے الماری میں بیگ پڑا ہے وہ اٹھا لا جلدی کر خالہ زور سے بولی کیا پتہ یہ گولی چلا نہ دیں اسکا کا بروسہ خالہ نے تو سوچا بھی نہیں تھا آفروزہ یوں جاسکتی ہے

زیبا خاموشی سے اندر چلی گی اور بیگ لا کے خان کو پکڑا دیا

دیکھ خالہ میں تجھے چھوڑں گا نہیں یہ کہنے کے ساتھ ہی خان نے ٹریگر دبا دیا گولی سیدھی خالہ کے سر پر لگی خالہ وہی نیچے گر گی

زیبا پٹ پٹی نظروں سے سامنے پڑی خالہ کی لاش کو دیکھ رہی تھی یہ سب اتنی اچانک ہوا تھا اسے کچھ سمجھ ہی نہیں آئی زیبا نے خوفزدہ نظروں سے خان کو دیکھا

خان نے جلدی سے پستول جیب میں رکھا اور باہر نکل گیا گولی اس نے غصہ میں آ کے چلائی تھی

آس پاس کے گھروں میں سے لوگ گولی آواز سن کے نکل آئے تھے کسی نے پولیس کو فون کردیا تھا۔۔

****

آفروزہ کو آئے آج پورا ایک ہفتہ ہوگیا تھا پر نہ تو زیبا کی کال آئی وہ بہت پریشان ہورہی تھی ابھی اسے اورنگزیب نے منع کردیا تھا یونیورسٹی نہ جائے زینب

اور آیان بھی ملنے آئے تھے انہیں آفروزہ نے سب
کچھ بتادیا تھا اب چھپانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا

آج میں اورنگزیب سے صاف بات کروں گی مجھے کسی
دارالامان یا ہاسٹل چھوڑ دیں کچھ پیسے تھے جن سے فلحال
گزارہ ہوسکتا تھا باقی وہ نوکری کرنے کا سوچ رہی تھی

تم نے ناشتہ کیا آفروزہ اورنگزیب صوفہ پر بیٹھتے ہوئے
بولا

آفروزہ نے چونک کے اسے دیکھا اسے نہیں پتہ چلا تھا
اورنگزیب کب آیا

ہاں کرلیا مجھے ایک ضروری بات کرنی ہے آفروزہ
سوچنے لگی بات کہاں سے شروع کرے ۔۔

ہاں کہوں میں سن رہا ہو اورنگزیب اسے دیکھنے لگا

وہ مجھے کسی سنٹر یا ہاسٹل میں چھوڑ دو میں اپنا خرچہ خود
اٹھا سکتی ہو کافی دن ہوگے ہے ادھر رہتے ہوئے میں

مزید کسی پر بوجھ نہیں بنا چاہتی آفروزہ نے اورنگزیب
کی طرف دیکھا وہ کسی گہری سوچ میں گم تھا

ٹھیک ہے کل تک روک جاؤں میں چھوڑ دو گا
اورنگزیب نے کہا اور اٹھ کے باہر چلا گیا

آفروزہ دل ہی دل میں شکر ادا کرنے لگی ورنہ اسے
امید نہیں تھی وہ اتنی جلدی مان جائے گا

یہاں سے نکل کے جاب ڈھونڈوں گی آفروزہ آگے کا
سوچنے لگی ۔۔

****

واہ یار واہ دل خوش ہوگیا یہ سن کے ویسے یہ نیک
خیال آیا کہاں سے آیان نے اورنگزیب کو دیکھا

تم میری مدد کروں گے یا نہیں آیان ۔۔

ضرور کروں گا لیکن انکل آنٹی کا سوچا ہے انہیں کیا
کہوں گے

وہ میں سب سمبھال لو گا زینب سے میں نے بات کرلی ہے اور باقی وہ سب دیکھیں گی تمہیں جو جو کام دیا وہ مکمل کرو اور شام کو میرے فلیٹ پر پہنچ جانا وہی ملوں گا اورنگزیب نے کہا اور سن گلاسز اٹھا کے آنکھوں پر لگا لیے

اوکے فکر مت کر میرے یار تیرا یہ دوست آج دوستی کا حق ادا کرے گا آیان بھی کھڑا ہوگیا

وہ تو میں شام کو دیکھو گا پھر بتاؤں گا ابھی جلدی ہے اس خان کا تو پتہ کروں میں وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے ہوٹل سے باہر نکل آئے ۔۔۔

****

ارے زینب تم کب آئی آفروزہ نہا کے باہر نکلی سامنے زینب بیٹھی تھی

بس ابھی آئی شکر ہے تم فریش ہو جلدی سے تیار ہوجاؤں مجھے تمہیں کہیں ساتھ لیے کے جانا ہے زینب کھڑی ہوگی

دیکھو تمہیں سب حالات کا پتہ ہے میں باہر نہیں جاسکتی آفروزہ نے کہا

تم بس یہ سوٹ پہنوں میں کچھ نہیں سن رہی تمہیں جانا ہے

آفروزہ نے آف وائٹ میکسی کو دیکھا جس کے ساتھ نیٹ کا ریڈ ڈوپٹہ تھا

تمہارا دماغ خراب ہے میں اتنے کام والی میکسی پہنوں گی

تم یہ پہن رہی ہو بس زینب نے اسے میکسی پکڑائی اور زبردستی باتھ روم کی طرف دیکھل دیا

توڑی دیر بعد آفروزہ میکسی پہن کے باہر نکلی دیکھو زینب پہلے بتاؤں ہم کہاں جارہے ہے ورنہ میں یہ میکسی اتار دوں گی

بس ریڈی ہوجاؤں پھر بتاؤں گی جلدی کروں وقت نہیں ہے ہمارے پاس زینب نے کہنے کے ساتھ ہی اسے ڈریسنگ ٹیبل پر بیٹھا دیا

آفروزہ کو پتہ تھا اب بولنے کا فائدہ نہیں سو وہ خاموش ہی رہی زینب اپنا کام کرتی رہی ۔۔

****

آیان اور اورنگزیب اس وقت آیان کے فلیٹ میں تھے

سب کام ہوگیا نہ اورنگزیب نے پوچھا

ہاں شہزادے سب ہوگیا ہے مہمان بھی آگے ہے

شکریہ یار اتنے کم وقت میں سب کردیا اورنگزیب مسکرایا

ارے یہ تو کچھ نہیں پر بڑی مشکل سے یہ کرتا ملا ہے نہ پوچھ ابو سے نظر بچا کے اٹھا لایا ہو ورنہ تو مارکیٹ سے نہیں ملا جلدی جلدی سلائی سہی کروائی اور پہن لیا آیان نے اسے دیکھا

کیا کہا تم انکل کا کیوں پہن آئے مجھے کہہ دیتے اب اتنا تو میں کرسکتا ہو ایک کرتا تو تمہیں گفٹ کردیتا

یار بات دراصل یہ ہے ابو کو یہ کرتا بہت پیارا ہے ایک دفعہ غلطی سے مجھ قریب سے توڑا سا سالن گر گیا تھا پورے دو ہفتے انہوں نے جو عزت افزائی کی میری مت پوچھ یارا تب سے ہی میں نے سوچ لیا تھا اس کو پہن کے دیکھو گا ۔۔

ہا ہا۔۔آیان اب تمہیں میں کیا کہوں اف اگر انکل کو پتہ چل گیا نہ تو خیر نہیں اب پتہ کروں زینب کہا رہ گی

اوکے میں فون کرتا ہوں آیان نے جیب سے فون نکالا۔۔

****

یہ تم مجھے کدھر لیے کر آگئ ہو زینب آفروزہ نے فلیٹ کو دیکھا جو پھولوں سے سجا ہوا تھا

تم چپ کرکے میرے ساتھ آؤں جو پوچھنا ہو بعد میں پوچھ لینا۔۔

زینب آفروزہ کا ہاتھ پکڑتی ہوئی کمرہ میں لیے آئی

بہت پیاری لگ رہی ہوں تم ماشاءاللہ آفروزہ تم بیٹھوں میں ابھی آئی زینب یہ کہنے کے ساتھ ہی باہر نکل گی

آفروزہ نے نظر اٹھا کے کمرہ کو دیکھا اسے زینب کی حرکتیں مشکوک لگ رہی تھی ۔۔

****

اف یار اب تم سمبھالوں آیان آفروزہ آگئ ہے کمرہ میں ہے زینب نے کہا

اوکے میں قاضی صاحب کو لیے کے اوپر جارہا ہو تم جاؤں اوپر میں آرہا ہو آیان نے مصروف سے انداز میں کہا اور دوسری طرف چلا گیا

زینب واپس کمرہ میں آگئ

یار حد ہے کیا ہے یہ سب اب کچھ بتاؤں گی یا نہیں زینب اب مجھے غصہ آرہا ہے میں یہاں کسی کو نہیں جانتی تم اٹھا کے لیے آئی ہو میں پاگلوں کی طرح ادھر بیٹھی ہو۔۔

ریلکس ریلکس میری پیاری سی دوست بات یہ ہے کہ تمہارا اور زینب کی بات ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی آیان قاضی صاحب کو لیے آندر داخل ہوا۔۔

آفروزہ نے اسے پھر قاضی صاحب کو دیکھا اسے بہت کچھ اب سمجھ آرہی تھی

زینب خاموشی سے سایڈ پر ہوگی قاضی صاحب نکاح کا رجسٹر لیے کے سامنے بیٹھ گے اور نکاح پڑوانا شروع کیا۔۔

آفروزہ کا دل کر رہا تھا وہ اٹھ کے بھاگ جائے پھر اس نے خاموشی سے جدھر جدھر آیان بتاتا گیا سائن کردیں ۔۔

آیان اور زینب دل میں شکر ادا کرنے لگے کہ طوفان نہیں آیا تھا ورنہ تو اسے بہت ڈر لگ رہا تھا اور نگزیب اور آیان نے اسے منع کیا تھا اسے پتہ تھا آفروزہ نہیں مانے گی ۔۔

****

سب اورنگزیب کے گلے مل کے مبارکباد دیں رہے تھے ان میں سے وہ کچھ لوگوں کو جانتا تھا سب آیان نے انوائٹ کیے تھے وہ اپنے رشتہ داروں کو بلا کے کسی مصیبت میں نہیں پڑنا چاہتا تھا ابھی اورنگزیب سب کا شکریہ ادا کرنے لگا۔۔

شکر ہے ورنہ تو آفروزہ کیا پتہ رجسٹر بھیج کے واپس باہر کا راستہ دیکھا دیتی مبارک ہو تو بھی ایک عدد بیوی والا ہوگیا مجھ غریب کی پتہ نہیں قسمت کب کھولے گی آیان نے مسکرا کے کہا۔۔

قسمت کھول جائے گی پہلے لڑکی کو تو بتادیں۔۔

کیا کون سی لڑکی آیان نے چونک کے اسے دیکھا ۔۔

وہی جیسے تو تاڑ رہا ہے نہ جانے کب سے تو نے سوچا صرف تو ہی میرے پر نظر رکھ سکتا میں نہیں مجھے سب پتہ ہے آیان صاحب آج کل کس کے چکر میں ہے اورنگزیب نے مسکرا کے اسے دیکھا ۔۔

اا و یار پھر دستوں میں تو یہ سب چلتا ہے آیان سر کھجانے لگا اسے نہیں پتہ تھا اورنگزیب اسکی چوری پکڑ لے گا

ہاں ہاں کیوں نہیں میں پھر بات کروں زینب سے کیا خیال ہے ۔۔

ارے کیا کررہا ہے یار اب کچھ تو میرا بھی خیال رکھ نہ
میں خود بات کرلوں گا مہمان سب چلے گے ہیں میں
فلیٹ صاف کروا لو وہ اٹھ کے چلا گیا۔۔

****

تم میرے سے بات مت کروں پلیز زینب آفروزہ نے
کہا

یار مجھے اورنگزیب نے منع کیا تھا اور پھر تمہیں کیا
مسئلہ ہے پسند کرتا ہے آفروزہ تم کیوں ایسا سوچ رہی
ہو وہ تمہیں بہت خوش رکھے گا۔۔

رہنے دوں تم تو خوش کیا اسکے ماں باپ مان جائے گے
وہ مجھے بہوں کے روپ میں کبھی نہیں تسلیم کرے گے
جب انہیں میری اصلیت کا پتہ چلے گا کہ میں کون ہو
تم نہیں سمجھ سکتی پلیز مجھے اکیلا چھوڑ دو زینب ۔۔

آفروزہ دیکھو بات سنوں میری یار اورنگزیب نے سب
کچھ دیکھ کر ہی فیصلہ کیا ہے وہ سب سمبھال لیے گا

زینب پلیز جاؤں یہاں سے ورنہ میں اپنے ساتھ کچھ
کرلوں گی

اوکے اوکے جارہی ہو یار اتنا غصہ زینب باہر چلی گی۔۔

****

زیبی زیبی روکوں میری بات سنوں زینب نے
اورنگزیب کو پیچھے سے آواز دی

اورنگزیب روک کے اسے دیکھنے لگا جو جلدی میں چلی
آرہی تھی

کیا بات ہے زینب اورنگزیب نے پوچھا۔۔

وہ جا کے اپنی بیگم کو سمبھالوں بھائی مجھ سے جتنا ہونا
تھا کردیا اف توبا اتنا غصہ جیسے ابھی کھا جائے گی

ہا ہا۔۔کوئی بات نہیں ٹھیک ہوجائے گی تم فکر مت
کروں اور کس کے ساتھ گھر جاؤں گی

میں مجھے آیان چھوڑ دے گا ابھی نکلنے لگی ہو اور میں
آفروزہ کو لے کر آتی ہو مجھے زیادہ دیر ہوجائے تو پتہ

کرلینا کہیں میں اوپر حساب تو نہیں دیں رہی زینب نے مسکراتے ہوئے کہا۔۔

ہاں اب میں اتنی خطرناک ہوگی ہو آفروزہ نے پیچھے سے آکے کہا

زینب اور اورنگزیب نے پیچھے موڑ کے دیکھا آفروزہ کھڑی تھی

ہاہا۔۔نہیں تو ایسی بھی کوئی بات نہیں بس توڑی سی خطرناک ہوئی ہو چلو جی آپ آپنی بیگم کو لیے کے نکلے میں بھی جارہی ہو یہ آیان ہے کدھر نظر نہیں آرہا زینب دونوں کو اکیلا چھوڑ کے چلی گی۔۔

آجاوں آفروزہ میں گاڑی نکال رہا ہو اورنگزیب نے کہا اور باہر نکل گیا ابھی آفروزہ سے بات کرنا ٹھیک نہیں تھا۔۔

آفروزہ خاموشی سے اورنگزیب کے پیچھے جانے لگی ۔۔

****

زیبا نے اپنا بیگ اٹھایا اور آخری نظر اس گھر کو دیکھا اس گھر نے ان سے سب کچھ چھین لیا تھا خالہ کے پاس لڑکیاں آتی اور خالہ انہیں آگے خان جیسے لوگوں کے ہاتھ فروخت کردیتی کچھ تو بھاگ جاتی جن کو گھر معلوم ہوتا اور کوئی زیبا جیسی لڑکیاں بھی ہوتی جو بہت چھوٹی عمر میں آجاتی اور نہ چاہتے ہوئے بھی اس ماحول کا حصہ بن جاتی اور پھر انہیں کے اشاروں پر ناچتی کچھ عرصہ پہلے خالہ کو دل کا مسئلہ بنا تو خالہ نے وہ علاقہ چھوڑ کے ادھر گھر لیے لیا اب اس کی بوڑھی ہڈیوں میں اتنی طاقت نہیں تھی اور خالہ جیسی عورتوں کا انجام بھی پھر خان جیسے لوگوں کے ہاتھوں سے ہوتا ہے

زیبا نے گھر کو تالہ لگایا اور راکشہ والے کو پتہ سمجھا کے خود آنکھیں بند کرلی وہ ابھی آفروزہ کے پاس جاکے اسے کسی مصیبت میں نہیں ڈالنا چاہتی تھی اور یہ لڑکا اورنگزیب کہا دیکھا اسے کچھ یاد نہیں آرہا تھا پر

دیکھا ضرور تھا ہو سکتا ہے کہیں مارکیٹ میں دیکھا ہو
--

رکشہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا۔۔۔

****

آج اسکے اور اورنگزیب کے نکاح کو دو ہفتے ہوگے تھے
اور آفروزہ نے صرف تین دفعہ اسے اس فلیٹ میں
دیکھا تھا

آفروزہ خاموشی سے چائے پی رہی تھی شام ہورہی تھی
اورنگزیب خوش نہیں اس رشتہ سے اس نے صرف
مجبوری میں مجھ سے نکاح کیا ٹھیک ہے وہ پہلے پسند
کرتا ہوگا جب میں نے اسے اپنے بارے میں بتایا تو
کون شخص ایسا کرسکتا ہے اور اورنگزیب کی فیملی وہ کیا
کہیں گی یکدم ہی آفروزہ کی آنکھوں کے سامنے کسی
نے ہاتھ ہلایا اس نے چونک کے اوپر دیکھا اورنگزیب
کھڑا تھا

ہائے کیا ہوگیا ہے کب سے آوازیں دیں رہا ہو تم ہو
کہ سن ہی نہیں رہی ہو کون سے خیالوں میں گم ہو
آس پاس کا ہوش نہیں اورنگزیب نے کہا اور اسکے
ساتھ بیٹھ گیا

کچھ نہیں بس ویسے بیٹھی تھی آفروزہ توڑی پیچھے ہٹی اور
ٹھنڈی چائے اٹھا کے پینے لگی

اورنگزیب نے اسکا یوں پیچھے ہٹنا صاف محسوس کیا تھا
چلو کچھ نہیں ہوتا اورنگزیب نے سوچا اور سامنے پڑی
فائل اٹھا کے آفروزہ کو پکڑا دی۔

یہ کیا ہے اور مجھے کیوں دیں رہے ہو آفروزہ نے
دیکھیں بنا فائل میز پر رکھ دی

یہ اس فلیٹ کے کاغذات ہے میں نے فلیٹ تمہارے
نام کردیا ہے اور ایک کپ چائے بنا دوں سر میں درد
ہورہا ہے

آفروزہ نے حیرانگی سے اسے دیکھا پر مجھے فلیٹ نہیں چاہیے کبھی مجھ سے بھی پوچھ لیا کروں ہر وقت اپنی مرضی حد ہے آفروزہ غصہ سے اٹھ کے جانے لگی

اورنگزیب نے اسے دیکھا اور صوفے کی پشت سے سر ٹکا دیا لگتا ہے ابھی محترمہ کا دماغ درست نہیں ہوا

****

ہاے وانیہ کیا ہورہا ہے سعد وانیہ کے قریب آیا

ہاے سعد میں ٹھیک ہو تم سناؤں آج ادھر کیسے آ گئے وانیہ اسکے ساتھ ڈانس کرنے لگی وہ اس وقت اپنی دوست کی پاڑٹی پر آئی ہوئی تھی ہفتے میں کوئی نہ کوئی دوست پاڑٹی ضرور کرتا تھا

کچھ نہیں بس تمہاری یاد کھینچ لائی مجھے سعد نے مسکرا کے اسکا ہاتھ پکڑ لیا

ہاہاہا۔۔سچ ویسے میں کب سے یاد آنے لگی وہ سعد کا ساتھ دینے لگی باقی سب بھی اپنی اپنی جگہ مصروف تھے کسی کو کوئی ہوش نہیں تھا۔۔

بس جب سے تم پر غور کیا تب سے سعد نے اسکا ہاتھ پکڑ کے گھوما دیا

ہائے کیا ہورہا میں نے ڈسٹرب تو نہیں کیا نرمین بھی ہاتھ میں گلاس پکڑے ان کے قریب آگئی

اف ڈسٹرب تو کیا ہے یار سعد نے جواب دیا اور ٹیبل پر پڑی بوتل میں سے دو گلاسوں میں خاص مشروب انڈلنے لگا۔۔

ہاہاہا۔۔اچھا ویسے محترمہ کسی کی امانت ہے سعد دھیان رکھنا نرمین نے کہا۔۔

کس کی امانت ہوگی سعد نے ایک گلاس وانیہ کی طرف بڑھایا اور خود گلاس میں سے سپ لینے لگا

کیا وانیہ تم نے بتایا نہیں یار ہم نے پاڑٹی لینی ہے انگیجمنٹ کی اسکا کزن ہے زیبی اسکے ساتھ ہورہی ہے --

اہو پلیز مذاق نہیں یار نرمین میں مذاق کے موڈ میں نہیں سعد نے کہا --

ارے نہیں تم بےشک وانیہ سے پوچھ لو نرمین نے وانیہ کی طرف دیکھا جو مزہ سے مشروب پی رہی تھی --

ہاں سعد یہ سہی کہہ رہی ہے یار وانیہ نے کہا

اہو رئیلی یار سچ تمہارا وہ کزن دو ہفتے پہلے نکاح کرچکا ہے وانیہ جی تم کس دنیا میں گم ہو سعد نے طنز کیا

وانیہ کو جھٹکا لگا کیا کہا تمہارا دماغ تو سہی ہے نہ کہیں زیادہ تو نہیں پی لی جو ایسی باتیں کررہے ہو سعد وانیہ نے غصہ سے گلاس میز پر رکھا---

میڈم ہوش میں تو تم نہیں ہو وہ دو ہفتے پہلے آیان کے فلیٹ پر نکاح کرچکا ہے اگر یقین نہیں تو جا کے پتہ کرلوں سعد نے کہا

وانیہ نے اپنا بیگ سمبھالا اور اٹھ کھڑی ہوئی --

****

اسلامو علیکم آنٹی کیسی ہے آپ اورنگزیب نے سلام کیا--

واعلیکم اسلام بیٹا میں تو ٹھیک ہو آپ سناؤ وہاں سب خیریت ہے نہ آفروزہ تو ٹھیک ہے زیبا نے کہا--

جی آفروزہ ٹھیک ہے آپ بتائیں وہاں کے حالات کیسے ہے--

بیٹا یہاں کے حالات تو بہت خراب تھے زیبا اسے سب بتانے لگی --

اہو آپ تو ٹھیک ہے خان نے آپکو تو کوئی نقصان نہیں پہنچایا اور آپ ہے کدھر میں آپکو لینے آجاتا ہو اورنگزیب نے گاڑی کا موڑ موڑا۔۔

ہاں میں بلکل ٹھیک ہو وہاں سے آگئی ہو میں خود ملنے آجاؤں گی خان بھی زیادہ دیر نہیں چھپ سکتا پولیس پکڑ لے گی

ہاں یہ تو ہے ایکچو ئلی میں نے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے اورنگزیب نے اپنا اور آفرزوہ کے نکاح کے بارے میں سب بتادیا۔۔

کیا سچ میں تم سچ کہہ رہے ہو شکریہ بیٹا مجھے بہت خوشی ہوئی آفروزہ ہے میری بات ہوسکتی ہے اس سے زیبا نے خوشی سے کہا اسے لگ رہا تھا وہ خواب دیکھ رہی ہو

ابھی تو نہیں ہوسکتی میں باہر ہو میں بات کروا دوں گا

بیٹا آفروزہ کا رویہ کیسا ہے وہ ٹھیک ہے نہ تمہارے ساتھ کچھ بول بھی دیں تو برا مت مانا وہ شروع سے جس ماحول میں رہی ہے تو ایسی ہوگی ہے

ارے آنٹی آپ بلکل بھی پریشان مت ہو وہ ٹھیک ہے

چلو اللہ تم دونوں کو خوش رکھے میں جلد ملنے آو گی زیبا نے کہا اور فون بند کردیا۔۔

چلو یہ معاملہ بھی حل ہوا اورنگزیب نے سوچا۔۔

****

تم مجھے پوری بات بتاؤں کیا ایسا ہوا ہے وانیہ نے غصہ سے کہا

یار وانیہ یہ سچ ہے اورنگزیب نے نکاح کیا ہے سعد ٹھیک کہہ رہا ہے عادل نے کہا عادل اور اسکا بہت پرانا ساتھ تھا۔۔

ایسا کیسے ہو سکتا ہے زیبی ایسا نہیں کر سکتا اور وہ بھی ماموں سے چھپ کے میں کیسے یقین کروں ۔۔

عادل مجھے اس لڑکی کے بارے میں سب کچھ پتہ کر کے دوں

وانیہ میں نے سب کچھ پتہ کروایا ہے وہ کسی زیبا نامی عورت کے ساتھ رہتی تھی اور اسکی کوئی خالہ ناچنے والی تھی پھر زیبا اسکی ماں اب مجھے یہی سب پتہ ہے

کیا زیبی اور وہ بھی کسی ناچنے والی کی بیٹی کے ساتھ نکاح کرے اہو اب سمجھ آئی کچھ دن ٹائم پاس کر کے چھوڑ دے گا وانیہ ریلکس ہو گی

ہاں مجھے بھی یہی لگتا ہے یار یہ زیادہ دن نہیں ٹکنے والی شادی تم کچھ پلاؤں تو سہی یار عادل نے اسے گہری نظروں سے دیکھا

اوکے ابھی لائی تم بیٹھوں وانیہ مسکراتی ہوئی اٹھ کے چلی گئی ۔۔

****

تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے آفروزہ میں تمہیں ٹائم دیں رہا ہو اور تم ہو کے سمجھ ہی نہیں رہی بس اپنی مرضی اورنگزیب نے کہا ۔۔

ہاں تو مجھے نہیں رکھنا تمہارے ساتھ کوئی رشتہ تم نے مجبوری میں یہ نکاح کیا ہے بےشک مجھے ابھی چھوڑ دو میں نہیں چاہتی تمہیں بعد میں اس رشتہ پر افسوس ہو آفروزہ نے کہا

اف تمہیں کتنی دفعہ سمجھا چکا ہو مجھے کوئی افسوس نہیں ہے میں نے سب کچھ سوچ سمجھ کے کیا ہے آفروزہ میں تمہیں پسند کرتا ہو اورنگزیب نے کہنے کے ساتھ ہی اسکا ہاتھ پکڑ کے اپنے ساتھ بیٹھا لیا ۔۔

اورنگزیب میری بات سنوں تمہیں وقت گزارای کے لئے کوئی اور مل سکتی ہے مجھے چھوڑ دوں میں تمہارے ساتھ نہیں چل سکتی تم ایک مشہور بزنس مین کے بیٹے ہو جب سب کو پتہ چلے گا انکی بہوں ایک ناچنے والی

کی بیٹی ہے تم بھی زیادہ عرصہ یہ رشتہ قائم نہیں رکھ سکوں گے بہتر ہے ابھی چھوڑ دوں میں کچھ دنوں کے بعد امی پاس چلی جاؤں گی آفروزہ نے اورنگزیب کو دیکھا

اب اگر ایک لفظ بھی اور کہا آفروزہ تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا اور آئندہ میرے سامنے فضول بکواس مت کرنا نہ میں برداشت کروں گا باقی سب تمہارا مسئلہ نہیں اورنگزیب نے اپنے غصہ پر بڑی مشکل سے کنٹرول کیا تھا ورنہ اسکے الفاظ سن کے اسکا دل کر رہا تھا رکھ کے ایک تھپڑ مارے ۔۔

یہ سچ ہے اورنگزیب تمہیں غصہ کیوں آرہا ہے کل کو کوئی اور میرے بارے میں یہی سب کہہ دیں تم کیسے برداشت کروں گے ۔۔

شٹ اپ آفروزہ یہ سچ نہیں ہے نہ آنٹی کا اس میں کوئی قصور نہ تمہارا اور تم نے خود پر بس یہی لیبل لگا رکھا ہے اب مزید بکواس نہیں کیوں کے سمجھ تو تمہیں آتی نہیں ہے تو میرے بولنے کا فائدہ نہیں اورنگزیب نے اسے کھینچ کے اپنے قریب کرلیا۔۔

****

آصفہ بیگم کچھ خیال رکھوں اپنے بیٹے کی سرگرمیوں کا نہ آنے کی خبر نا جانے کی یہ کر کیا رہا ہے آفتاب صاحب نے وقت دیکھا ایک بج گیا تھا۔۔

وہ آپ کا بھی بیٹا ہے آپ پوچھ لیے مجھے کیوں کہہ رہے ہے سوجائیں آجائے گا آصفہ نے کہنے کے ساتھ ہی ٹیبل لیمپ بند کردیا

عالیہ منگنی کا پوچھ رہی تھی اورنگزیب آجائے تو اس سے پوچھ کے کوئی تاریخ رکھ لیتے ہے اندھیرے میں آفتاب کی آواز آئی

ٹھیک ہے صبح اورنگزیب سے بات کرے گئے اب سوجائیں نیند آرہی ہے آصفہ نے کہا اور سونے لگی۔۔

****

آفروزہ کی آنکھ کھولی اس نے ٹائم دیکھا ابھی فجر کی نماز کا وقت تھا وہ اٹھ کے بیٹھ گی اور اورنگزیب کا بازوں سایڈ پر کیا

آفروزہ نے ایک نظر سوئے ہوئے اورنگزیب کو دیکھا کاش اورنگزیب میں تمھیں بتاسکتی میں تمھیں بہت پسند کرتی ہو پھر تمہارے آگئے کی زندگی کو دیکھ کے خاموش ہوجاتی ہو میری وجہ سے تمھیں کوئی پریشانی ہو میں یہ برداشت نہیں کر سکتی آفروزہ اٹھ کے فریش ہونے چلی گی ۔۔

****

ارے واہ آج تو میری بہن آئی ہے آفتاب صاحب ابھی ابھی آفس سے لوٹے تھے

جی بھائی میں سوچا مل آؤ بہت دن ہوگے ہے عالیہ نے کہا ۔۔

بہت اچھا کیا ہماری بیٹی نہیں آئی آفتاب وہی بیٹھ گے۔۔

بس وہ مصروف تھی اس لیے عالیہ نے آصفہ سے چائے لیتے ہوئے کہا۔۔

ارے اورنگزیب آو بیٹا بڑے اچھے وقت پر آئے تمہاری پھپھو آئی ہے آفتاب نے آندر آتے اورنگزیب کو دیکھ کر کہا

اورنگزیب نے مسکراتے ہوئے سلام کیا اور وہی بیٹھ گیا۔۔

بیٹا چائے لوگے یا کھانا کھاؤں گے آصفہ نے پوچھا۔۔

نہیں اپنی صرف چائے کھانا میں نے کھا لیا ہے ۔۔

ہاں جی آج تم میرے ہاتھ لگے ہو یہ آج کل کدھر مصروف رہتے ہو رات کو بھی گھر نہیں آئے تھے آفتاب نے چائے پیتے ہوئے کہا۔۔

بس بابا آیان کے ساتھ کام شروع کیا ہے تو مصروف ہوتا ہو۔۔

ہاں بتارہا تھا آیان چلو اچھی بات ہے پر بیٹا اپنا بھی خیال رکھوں

اورنگزیب سچ ہی کہہ رہے ہو نہ کام شروع کیا ہے یا کوئی اور کام شروع کیا ہے عالیہ نے اسے دیکھا ۔۔

پھپھو میں آپ کی بات سمجھا نہیں اورنگزیب نے دیکھا

ہاں عالیہ یہ کیا بات ہوئی آفتاب بھی بولے ۔۔

دراصل بھائی جان آپ کو آپنے بیٹے پر بہت مان ہے وہ کچھ غلط کر نہایت سکتا پر افسوس وہ ایک ناچنے والی کی بیٹی کے ساتھ نکاح کر چکا ہے آپ لوگ سے چھپ کے کل رات بھی اورنگزیب وہی تھا کیوں اورنگزیب میں ٹھیک کہہ رہی ہو ۔۔

یہ کیسی بات کررہی ہے عالیہ بھابھی میرا بیٹا ایسا نہیں کرسکتا آپ کو ضرور کسی نے غلط اطلاع دی ہے آصفہ آندر آتے ہوئے جلدی سے بولی۔۔

میں جھوٹ نہیں بول رہی بےشک تم اورنگزیب سے پوچھ لو جواب دو اورنگزیب اس نے خاموش بیٹھے اورنگزیب کی طرف دیکھا ۔۔

اورنگزیب یہی سوچ رہا تھا پھپھو کو کیسے پتہ چلا وہ ابھی نہیں بتانا چاہتا تھا پر اب کچھ نہیں ہوسکتا تھا۔۔

جی پھپھو ٹھیک کہہ رہی ہے اورنگزیب کھڑا ہوگیا۔۔

آصفہ نے اورنگزیب کی طرف دیکھا انہیں ابھی بھی یقین نہیں آرہا تھا وہ تو کچھ اور سننے کی امید کررہی تھی ۔۔

یہ کیا کہہ رہے ہو کچھ ہوش بھی ہے تمہیں زیبی تم ایسا کیسے کرسکتے ہو آصفہ نے غصہ سے کہا۔۔

ماما۔۔ پلیز آپ میری بات سنئے اورنگزیب نے آصفہ کے قریب آیا۔۔

کیا بات سنوں ہاں بولو سنا آفتاب ہمارے بیٹے نے نکاح کرلیا آصفہ آفتاب کی طرف دیکھا جو ان سب میں خاموش بیٹھے تھے ۔۔

سوری بھائی جان میں وانیہ کا رشتہ اورنگزیب کے ساتھ نہیں کرسکتی جو پہلے سے ایک نکاح رچا کے بیٹھا ہو عالیہ نے کہا اور اٹھ کے جانے لگی ۔۔

پلیز بھابھی آپ بیٹھے یہ چھوڑ دیں گا اسے آپ ناراض مت ہو آپ تو ایسا نہ کہیں آصفہ عالیہ کو روکنے لگی ۔۔

کیا اچھا چلو اورنگزیب سے پوچھ لیتے ہے ہوسکتا ہے دل بھر جائے کچھ دنوں تک اس ناچنے والی سے تو چھوڑ دیں عالیہ نے کہا۔۔

اورنگزیب نے غصے سے ہونٹ بھنیچے پلیز آپ کو کوئی حق نہیں پہنچاتا آپ میری بیوی کے بارے میں ایسے الفاظ استعمال کریں نہ وہ ایسی ہے اور نہ ہی اسکی ماں آئندہ اسکو کچھ کہنے سے پہلے سوچ لیجئے گا وہ مسز اورنگزیب ہے اور نہ ہی میں نے اسے چھوڑنے کے لئے اپنایا ہے جو بات کہنی ہے آپ مجھے کہیے آفروزہ کو کچھ مت بولے ۔۔

دیکھ لو آصفہ تمہارا بیٹا تو اس اپنے جال میں پھسالیا ہے یہ ہوتی ہی ایسی ہے اورنگزیب تو ابھی سے اس کی زبان بولنے لگا ہے خیر میں اب چلتی ہو۔۔

آصفہ خاموش تھی ۔۔

اورنگزیب عالیہ سے پہلے اٹھ کے باہر نکل گیا۔۔

آفتاب صاحب کو پہلے خبر مل چکی تھی وہ بس انتظار کررہے تھے اورنگزیب کے منہ سے سننے اس لیے وہ خاموش تھے ۔۔

****

آفروزہ تم خوش تو ہو نہ میری جان زیبا نے کہا وہ آج آفروزہ سے ملنے آئی تھی خان کو پولیس نے پکڑ لیا تھا

--

جی میں ٹھیک ہو آپ کیسی ہے اور اتنا کچھ ہوگیا آپ نے بتایا تک نہیں آفروزہ نے گود میں سر رکھ لیا --

بس میری بات ہوئی تھی اورنگزیب سے اسے سب پتہ تھا پھر میں نے منع کیا تھا میں خود ملنے آؤ گی --

اچھا مجھے نہیں بتایا اورنگزیب نے امی پتہ ہے میں نے اپنے ماں باپ نہیں دیکھیں مجھے نہیں پتہ میں کون ہو پر آپ نے مجھے ماں اور باپ دونوں کا پیار دیا اور اگر آپ مجھے نہ ملتی تو پتہ نہیں میرا کیا ہوتا میں کبھی کبھی سوچتی ہو تو بہت ڈر جاتی ہو آپ تو چھوڑ کے نہیں جائے گی --

ارے پاگل ہو میں کیوں اپنی بیٹی کو چھوڑ کے جاؤں گئی اللہ کہ ہر کام میں انسان کے لئے کوئی بہترین ہوتی ہے پر ہم انسانوں کو سمجھ نہیں آتی زیبا نے کہا--

اسلامو علیکم آنٹی کیا حال ہے اورنگزیب نے آندر آتے ہوئے سلام کیا--

واعلیکم اسلام بیٹا کیا حال ہے زیبا نے اورنگزیب کی طرف دیکھا --

میں ٹھیک ہو آپ کیسی ہے سوری مجھے آج آفس سے آنے میں دیر ہوگی--

کوئی بات نہیں بیٹا آفروزہ جاؤں چائے لیکن کے آؤں زیبا نے آفروزہ کو غورا--

آپ نے بتایا نہیں کہ امی نے فون کیا تھا آفروزہ نے اورنگزیب کی طرف دیکھا --

ہاں یاد نہیں رہا جب آتا ہو تم لڑنے لگ جاتی ہو اب تمہاری لڑائی سنوں یا کوئی پیغام دو تم کوئی بات سنتی تو ہو نہیں اورنگزیب نے اسے دیکھا ۔۔

کیا آفروزہ یہ میں کیا سن رہی ہو تم اورنگزیب کے ساتھ لڑتی ہو زیبا نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔۔

جی آنٹی اب یہی دیکھ لیں آپ نے چائے کہیں ہے اور میڈم گئی نہیں ویسے بیٹھی ہے اورنگزیب نے اسے اور تپایا۔۔

آفروزہ اورنگزیب کو غصے سے دیکھتے ہوئے اٹھ کے کیچن میں چلی گی۔۔

سوری بیٹا میں سمجھاؤں گی اسے بس ضدی ہے زیبا نے شرمندگی سے کہا اسے بھی آفروزہ کا رویہ پسند نہیں آیا تھا۔۔

کوئی بات نہیں میں بس آفروزہ کو تنگ کررہا تھا آپ ادھر ہی ہے کل ماما بابا آرہے ہے آفروزہ سے ملاقات کرنے آپ مت جائے گا۔۔

ٹھیک ہے بیٹا آپ کے والدین بہت ناراض ہوگے وہ ٹھیک تو ہے اب انکا رویہ کیسا ہے ۔۔

جی ٹھیک ہے میں نے بات کرلی تھی اور یہ اورنگزیب تھا جس نے بہت مشکل سے آصفہ کو منایا تھا اگر آفتاب صاحب ساتھ نہ دیتے تو آصفہ کو منانا نہ ممکن تھا ۔۔

****

آفروزہ کل امی آرہی ہے تو اپنہ رویہ ٹھیک رکھنا اورنگزیب نے کمرہ میں آ کے کہا ۔۔

کیا میں کسی کو کیا کہتی ہو آج امی کے سامنے بھی تم نے اچھا نہیں کیا میں کب لڑتی ہو ۔۔

اچھا اور وہاں تو بڑی آپ آپ ہورہی تھی کمرہ میں آتے ہی گرگٹ کی طرح رنگ بدل لیا ۔۔

میں جیسی ہو ویسی ہی رہو گی آفروزہ نے کہا اور سونے کے لیے لیٹ گی ۔۔

جو بھی ہے آئندہ میں تمہارے منہ سے تم نہ سنو تمیز سے بات کیا کروں اورنگزیب نے لیمپ آف کردیا۔۔

اچھا مجھے جیسا بولنا آئے گا بولوں گی ورنہ بات مت کروں آفروزہ نے جواب دینا ضروری سمجھا ۔۔

اورنگزیب نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا اب بتاؤں کیا کہوں گی مجھے وہ آفروزہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔۔

آفروزہ کے پاس کوئی جواب نہیں تھا وہ بس خاموش رہی ۔۔

****

آفتاب صرف میں آپ کے کہنے پر جارہی ہو ورنہ اورنگزیب نے بہت برا کیا ہے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی اورنگزیب کبھی ایسا کرے گا اسکے نکاح کی خبر ہمیں کوئی اور دیں رہا ہے آصفہ اور آفتاب دونوں آفروزہ سے ملنے جارہے تھے۔۔

آصفہ اب کچھ نہیں ہو سکتا ہمیں پتہ ہے وہ کبھی بھی آفروزہ کو نہیں چھوڑے گا اور اورنگزیب بہت سمجھ دار ہے اس نے سوچ سمجھ کے ہی فیصلہ کیا ہو گا آفروزہ اب ہماری بہوں ہے اگر ہم ہی لوگوں کو موقع دیں تو انہوں نے تو باتیں کرنی ہے بس تم کچھ نہیں بولوں گی جس میں اورنگزیب کی خوشی وہی ہماری خوشی ہے ۔۔

ٹھیک ہے پر اسے بتانا چاہیے تھا میں اس دن پوچھ بھی رہی تھی اسکی پسند تب کیا تھا بتادیتا ۔۔

بیگم اب جو اسکی قسمت میں لکھا تھا ہوگیا تم پریشان مت ہو اللہ بہتر کرے گا اور مجھے خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کرنے دوں

آصفہ چپ کرگی ۔۔

****

آصفہ نے آفروزہ کو دیکھا جو ساتھ ہی بیٹھی تھی

آفتاب اس سے باتیں کررہے تھے ۔۔

تو اب کیا خیال ہے بیٹا آگے کیا کرنا ہے یونیورسٹی

دوبارہ سے جوائن کروں گے آفتاب کو یہ لڑکی پہلی

نظر میں ہی بہت پسند آئی تھی انہیں پہلے بھی یقین تھا

اورنگزیب کچھ غلط نہیں کرے گا جب سے وہ آفروزہ

سے ملے انہیں اور یقین ہوگیا تھا ۔۔

اورنگزیب ساتھ والے صوفہ پر بیٹھا فون استعمال کررہا

تھا اسے کچھ فائل ای میل کرنی تھی آیان کو وہ اسی

میں مصروف تھا۔۔

یہ تم کیا کررہے ہو فون پہ کب سے دیکھ رہی ہو آصفہ

سے چپ رہا نہیں گیا تو اورنگزیب سے پوچھ لیا

کچھ نہیں ماما بس آیان کو کچھ فائل میل کرنی تھی وہی

دیکھ رہا ہوں ۔۔

آفروزہ آنٹی کدھر ہے آئی نہیں اورنگزیب نے

آفروزہ سے پوچھا ۔۔

امی چلی گئی ہے اورنگزیب انہیں فون آیا تھا تو وہ

آپ سب نہیں مل سکی آنٹی آپ تو کچھ لیے آفروزہ

نے کباب کی پلیٹ آصفہ کی طرف بڑھائی ۔۔

آصفہ نے پلیٹ پکڑ لی اور اسے دیکھا ۔۔

شکریہ بیٹا آصفہ نے کہا اور کباب کھانے لگی ۔۔

اورنگزیب تم اور آفروزہ گھر شفٹ ہوجاؤں چھوڑں

فلیٹ کو آفتاب نے کہا۔۔

جی بابا ضرور ہم آپ کے ساتھ ہی چلے گے اورنگزیب

نے کہا۔۔

آفروزہ نے اسے دیکھا ہاں ہاں میری بات کی کیا اہمیت خود بہت سمجھ دار ہے مسٹر اورنگزیب وہ دل ہی دل میں سوچنے لگی ۔۔

****

ٹرن ٹرن ۔۔میسج ٹون بجی آفروزہ بالوں کو سمیٹتے ہوئے فون اٹھا کے میسج دیکھنے لگی ۔۔

میں شام کو اس ہوٹل کے روم میں انتظار کروں گا جلدی پہنچ جانا میں آفس سے جلدی وہی پہنچ جاؤں گا گھر میں کسی کو بتانے کی ضرورت نہیں اورنگزیب ۔۔

یہ کیا بات ہوئی اب کون سا سرپرائز ہو گا ایک تو مجھے اورنگزیب کی سمجھ نہیں آتی آڈر پہ آڈر دیتے ہے جیسے اور کوئی کام ہی نہیں چلو فون کر کے پوچھ لیتی ہوں ۔۔

آفروزہ اورنگزیب کا نمبر ڈائل کرنے لگی تب ہی آصفہ آندر آئی

ارے امی آپ آجائے بیٹھے آفروزہ کھڑے ہوتے ہوئے بولی اور فون سایڈ پر رکھ دیا۔۔

نہیں بس بیٹا جلدی ہے میں اور تمہارے بابا انکے دوست کا انتقال ہوگیا ہے وہی جارہے ہے ابھی نکلنے لگے ہے اورنگزیب کو جلدی آنے کا کہہ دیا ویسے تو چوکیدار اور اسکی بیوی ہے پھر بھی فون کرلینا۔

ٹھیک ہے امی میں کہہ دوں گی آفروزہ ہوٹل کا بتانے لگی پھر اورنگزیب نے منع کیا تو خاموش ہو گی ۔۔

چلو خیال رکھنا بیٹا آصفہ مل کے باہر چلی گی ۔۔۔

اف اب ہوٹل پہنچنے کا آڈر چلو آفروزہ تیار ہوجاؤں ۔۔

****

ارے آفروزہ تم ادھر کیسے آئی ہو آفروزہ جیسے ہی ہوٹل کی لیفٹ میں داخل ہوئی سامنے وانیہ کھڑی تھی --

وانیہ نے اسکی تیاری دیکھی بلیک کلر کی ساڑھی میں وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی اف تو اورنگزیب کے فدا ہونے کی سمجھ ہی اب آئی تھی --

ہاں بس وہ مجھے اورنگزیب نے کہا تھا اس لیے آفروزہ کے منہ سے جلدی میں نکل گیا --

اہو تو کزن نے روم بک کروایا ہے واہ خوب مزہ کررہی ہو میرے کزن کو اپنے حسن میں الجھا کے وانیہ نے اسے گھورتے ہوئے جواب دیا--

پلیز میں جاری ہو وانیہ آفروزہ جیسے ہی لفٹ روکی کہتی ہوئی باہر نکل گی --

************&***

ہاے اورنگزیب تم یہاں کیا کررہے ہو وانیہ اسکے روم میں داخل ہوتے ہوئے بولی --

آفس میں کیا کرتے ہے کام کررہا ہو اورنگزیب نے اسے ایک نظر دیکھا اور دوبارہ سے لیپ ٹاپ پر کچھ لکھنے لگا--

او وہ تو مجھے بھی معلوم ہے کزن میں اپنا فون لینے آئی تھی تمہیں فائل دینے آئی تھی تو ادھر بھول گی ویسے تم ادھر آفس میں ہو تو آفروزہ تیار ہوکے ہوٹل میں کس سے ملنے جاری تھی --

اورنگزیب نے لیپ ٹاپ بند کیا اور وانیہ کی طرف دیکھا --

کیا مطلب آفروزہ کو کیا ضرورت ہوٹل جانے کی وہ گھر ہوگی تمھیں غلط فہمی ہوئی ہوگی وآنیہ--

نہیں میں نے اس سے پوچھا تھا وہ لفٹ میں تھی بلیک کلر کی ساڑھی میں کہنے لگی اورنگزیب نے آنے کو کہا ہے --

بلیک کلر کی ساڑھی تو اس نے آفروزہ کو گفٹ کی تھی جو اس نے پہنانے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی --

وانیہ میں اس وقت مذاق کے موڈ میں نہیں ہو جاؤں یہاں سے --

مجھے تمہیں یہاں دیکھ کر حیرت ہوئی اورنگزیب اس لئے کہا تھا اگر فون لینے نہ آتی تو مجھے کیسے پتہ چلتا تم آفس میں ہو اگر میری بات کا یقین نہیں آرہا تو ہوٹل جاکے دیکھ لو وانیہ جاتے ہوئے بولی --

روکوں وانیہ چلو میرے ساتھ اگر تم نے جھوٹ بولا نہ تو مجھے اپنی شکل مت دیکھانا میں بھول جاؤں گا کہ تم میری کزن ہو میں آفروزہ کے بارے میں ایک لفظ نہیں برداشت کرنے والا اورنگزیب غصے سے اٹھا اور باہر آگیا --

****

آفروزہ نے کمرہ کی ڈیکوریشن کو دیکھا اور اورنگزیب کی پسند تو لاجواب ہے ابھی تک آئے کیوں نہیں آفروزہ کو کمرہ میں آئے کافی دیر ہوگی تھی اسے گھبراہٹ ہونے لگی تو وہ کھڑکی کے پاس آگئی باہر موسم خوشگوار تاثر دیں رہا تھا بارش اور ٹھنڈی ہوا یکدم ہی موسم خراب ہوا تھا --

آفروزہ کو اپنے پیچھے کمرہ بند ہونے کی آواز آئی وہ مسکراتی ہوئی موڑی

لگتا ہے جناب آپ بھول آفروزہ کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے سامنے کھڑا اجنبی شخص اسے سر سے پاؤں تک غور رہا تھا --

تم کون ہو اور ادھر کیا کررہے ہو آفروزہ نے کہا اور دروازہ کی طرف بڑی --

واہ کیا چیز ہو قسم سے مزہ آگیا تمہیں دیکھ کے آفات لگ رہی ہو میری جان وہ آفروزہ کے سامنے کھڑا ہوگیا۔۔

دیکھو دروازہ کھولوں میں کہتی ہو ورنہ میں شور مچادو گی سامنے سے ہٹو آفروزہ کو خطرہ محسوس ہورہا تھا۔۔

کیوں ابھی تو دیدار کرنے دوں اپنا اور شور مچا کے دیکھ لو اگر کوئی مدد کے لیے آتا ہے اس نے آفروزہ کا ہاتھ پکڑ کے اپنے قریب کرلیا۔۔

چھوڑں مجھے پلیز میں تمہیں نہیں جانتی مجھے جانے دوں آفروزہ زور زور سے چیخنے لگی ۔۔

میں تو جانتا ہوں میری جان اور یہ چیخنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا اس نے آفروزہ کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے ۔۔

یکدم ہی دروازہ ایک جھٹکے سے کھولا آفروزہ اور اس شخص نے دروازہ کی طرف دیکھا شاید وہ لاک کرنا بھول گیا تھا۔۔

اورنگزیب آپ آفروزہ بھاگ کے اورنگزیب کے پاس گی اورنگزیب نے دھکا دیں کے اسے پیچھے کردیا۔۔

کون ہو تم اور ادھر کیا کررہے ہو وانیہ اس کے قریب گی۔۔

میں مجھے آفروزہ نے ہوٹل میں ملنے کے لیے کہا تھا تو آگیا اس نے کہا اور باہر نکل گیا۔۔

نہیں اورنگزیب پلیز ایسی کوئی بات نہیں وہ شخص جھوٹ بول رہا ہے میں تو اسے جانتی تک نہیں آپ پلیز میری بات سنئے جو آپ نے دیکھا ایسا کچھ بھی نہیں آفروزہ روتے ہوئے اورنگزیب کے قریب گی ساڑھی کا پلو فرش کو چھو رہا تھا پر اسے اس کی پرواہ نہیں تھی ۔۔

پلیز آفروزہ مجھے کچھ نہیں سننا جو دیکھنا تھا دیکھ چکا ہو اورنگزیب کے لیے مزید وہاں کھڑے رہنا مشکل تھا وہ باہر نکل گیا۔۔

آخر تھی تو تم ناچنے والی دیکھا دی اپنی اوقات وانیہ نے اس کی طرف دیکھا ۔۔

اورنگزیب اورنگزیب پلیز روکوں میری بات سنوں آفروزہ اورنگزیب کے پیچھے بھاگی۔۔

****

آصفہ اور آفتاب کو بھی سب پتہ چل گیا تھا وہ دونوں بھی خاموش تھے ۔۔

اورنگزیب آپ میری بات سنئے جیسا آپ نے دیکھا ایسا کچھ بھی نہیں آفروزہ نے روتے ہوئے کہا۔۔

اپنی بیوی کو کسی اور کی باہوں میں دیکھو اور اسکو کیا سمجھوں آفروزہ ہاں میں نے تمہیں کیا کچھ نہیں دیا پھر بھی تمہارے رویہ میں تبدیلی نہیں آئی اور میں سمجھتا رہا تم ٹھیک ہوجاؤں گی پر تمہیں تو میں پسند نہیں تھا تمہیں تو کوئی اور پسند تھا ۔۔

نہیں اورنگزیب میں وہ مجھے آپ کے نمبر سے میسج آیا تھا اور اس لیے مجھے نہیں پتہ آپ وہاں نہیں آئے میں آپکو کیسے بتاؤں کہ میں سچ کہہ رہی ہو۔۔

چٹاخ۔۔شٹ اپ آفروزہ کل سے تمہاری بکواس سن رہا ہو میسج کون سا میسج ہاں دیکھاؤں مجھے پاگل نظر آتا ہو تمہیں لگتا ہے میں اب تمہاری کسی بات پر یقین کروں گا آفروزہ اگر تم میرے سامنے ایک منٹ بھی اور رہی تو میں اپنے ساتھ کچھ کر بیٹھوں گا دفع ہو جاؤں میری زندگی سے اورنگزیب نے غصے سے اسے ہاتھ سے پکڑ کر دروازہ کی طرف دھکا دیا۔۔

آفروزہ آندر آتی آصفہ سے ٹکرائی اسے ابھی تک یقین نہیں آرہا تھا اورنگزیب نے اس پہ ہاتھ اٹھایا ہے ۔۔

اورنگزیب یہ کیا بتمزی ہے آرام سے بیٹھ کے اس مسئلہ کو سلجھا سکتے ہو آصفہ نے روتی ہوئی آفروزہ کو دیکھا اور اسے اپنے ساتھ لگا لیا ۔۔

امی میں نے کچھ نہیں کیا میں کچھ نہیں جانتی وہ سسکتے ہوئے کہہ رہی تھی ۔۔

اورنگزیب کے دل کو کچھ ہوا لیکن اسے ہوٹل والا منظر یاد آگیا

امی اسے ابھی اور اسی وقت چلی جائے ورنہ میں کل سے بہت مشکل سے ضبطِ کررہا ہو میں کوئی غلط قدم اٹھا بیٹھوں گا اگر آفروزہ کی شکل مجھے نظر آتی رہی اسے کہیں میری زندگی سے چلی جائے اورنگزیب نے منہ دیوار کی طرف کرلیا۔۔

اورنگزیب میں مجھے جو سزا دیں گے منظور ہوگی کاش وہ میسج میں ڈلیٹ نہ کرتی ۔۔

آفروزہ میں اورنگزیب تمہیں اپنے زندگی اور خود سے دور کررہا ہو میں تمہیں طلاق دیتا ہو ابھی اسکے الفاظ منہ میں ہی تھے کہ آصفہ آفروزہ کی طرف بڑی جو بے ہوش ہوگی تھی ۔۔

اورنگزیب باہر نکل گیا ۔۔

****

اورنگزیب کو گھر سے باہر گئے ایک ہفتہ ہوگیا تھا آفروزہ بلکل

خاموش ہوگی تھی آفروزہ نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ اس کے ساتھ یہ سب ہوگا وہ شخص کون ہوٹل کیسے آیا اسے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی اورنگزیب اسکی بات سننے کے لئے تیار نہیں آفروزہ اپنا سر دبانے لگی جب بھی اسے وہ سب یاد آتا۔۔

کاش میں وہ میسج ڈیلیٹ نہ کرتی کاش میں ہوٹل ہی نہ جاتی اور نجانے اور کتنے کاش تھے آفروزہ نے فون

اٹھایا اورنگزیب کا نمبر ملایا وہ آخری بار کوشش کرنا چاہتی تھی ۔۔

ہیلو اورنگزیب پلیز فون مت بند کرے گا میری آخری بار بات سن لیے اسکے بعد فون نہیں کروں گی آفروزہ جلدی جلدی بولنے لگی ۔۔

کہوں میں سن رہا ہو اور جلدی میرے پاس وقت نہیں تمہاری کوئی جھوٹی کہانی سننوں۔۔

اورنگزیب پلیز آپ ایک دفعہ اس شخص سے تو پوچھتے اور مجھے آپکے نمبر سے میسج آیا تھا ۔۔

بس ہوگیا یا کچھ اور بھی کہنا ہے اور کیا پوچھتا کہ تم کب سے میری بیوی سے مل رہے ہو یہ پوچھتا اورنگزیب نے غصے سے کہا۔۔

آپ پلیز گھر آجائے ماما بابا بہت پریشان ہے اورنگزیب کے الفاظ اسے لگ رہا تھا وہ یہی گر جائے گی آفروزہ نے بیڈ کا سہارا لیا۔۔

ٹھیک ہے آجاؤں گا جب تم نہیں ہوگی میں اسی دن گھر آجاؤں گا اورنگزیب نے یہ کہہ کے فون بند کردیا تھا۔۔

آفروزہ نے بند فون کو دیکھا اور خاموشی سے اٹھ کے باہر آگئی اسکی آخری امید بھی دمِ توڑ گی تھی اب کچھ نہیں بچا تھا ۔۔۔

کچھ باتوں کا جواب خاموشی ہوتی ہے ۔۔

اور خاموشی بہت خوبصورت جواب ہے۔۔۔

****

آسمان پر بجلی زور سے کڑکی اورنگزیب نے چونک کے آسمان کی طرف دیکھا ماضی کی یاد میں اتنا آگے چلا گیا تھا اسے آس پاس کا بھی ہوش نہیں رہا تھا اورنگزیب کھڑکی سے ہٹ گیا وہ آفروزہ کو یاد نہیں کرنا چاہتا تھا نجانے وہ کہاں ہوگی اسکی بات دو سال پہلے ہوئی تھی ۔۔

اورنگزیب بیٹا آصفہ آندر آئی اور کمرہ کی لائٹ جلائی --

جی امی اورنگزیب نے آصفہ کو دیکھا جو چائے لے کے آئی تھی --

آیان کا فون آیا تھا وہ پاکستان آرہا ہے زینب بھی ساتھ آرہی ہے تم مل لینا تمہارا پوچھ رہا تھا آصفہ نے چائے کا مگ اسکی طرف بڑھایا --

جی ٹھیک ہے شکریہ امی اسکی بہت طلب ہورہی تھی اورنگزیب نے چائے کی طرف اشارہ کیا --

آصفہ نے اسکا ماتھا چوما اور مسکراتی ہوئی باہر نکل گی آفتاب صاحب کو بھی چائے دینی تھی --

****

کیا سوچا پھر اپنی زندگی کے بارے میں کب تک یہ سب کروں گے اورنگزیب تم چھوڑ کیوں نہیں دیتے آفروزہ کو آیان اس کے پاس آیا ہوا تھا --

چھوڑنے کی کوشش کرتا لیکن چھوڑ نہیں پا رہا اسے آیان کیا کروں بہت تھک گیا ہو کاش وانیہ نہ آتی میں ہوٹل ہی نہ جاتا تم نہیں جانتے آیان جب کوئی جان سے زیادہ عزیز شخص آپ کو دھوکا دیں اس کا درد کتنا ہوتا ہے آج بھی جب میں اس ہوٹل کے قریب سے گزروں مجھے وہ سب یاد آجاتا ہے نہیں بھول سکتا اور اسے چھوڑ بھی نہیں سکتا میں ختم ہورہا ہو یار آندر سے بہت ٹوٹ گیا ہو اورنگزیب نے سر صوفے کی پشت سے لگایا اور آنکھیں موند لی ---

آیان کا بس نہیں چل رہا تھا وہ کہیں سے بھی اورنگزیب کی خوشیاں واپس لیے آئے یونیورسٹی کے دن بہت یاد آنے لگے آفروزہ کیا کہوں تمہیں تم نے بہت اچھے شخص کو کھودیا --

چل اٹھ مجنوں نہ بن اتنے عرصہ کے بعد آیا ہو کہیں باہر نکلتے ہے تازہ ہوا سے فریش ہوجائے گا آجا میرے

شہزادے آیان پرانی ٹون میں آتے ہوئے بولا وہ آیا ہی اسی مقصد کے لیے تھا۔۔

اورنگزیب مسکرا کے اٹھا تو اب بھی بہت ضدی ہے اور دونوں مسکراتے ہوئے باہر نکل گئے ۔۔

****

اورنگزیب بہت دنوں کے بعد ایک خوشگوار دن گزار کے گھر آیا تھا آیان ویسے کا ویسے ہی تھا زندگی سے بھرپور اورنگزیب کمرہ میں آیا اور فریش ہونے کے لیے چلا گیا۔۔

ٹرن ٹرن۔۔فون کی گھنٹی متواتر سے بج جارہی تھی اورنگزیب نے تولیہ سایڈ پر رکھا نمبر دیکھا ۔۔

وانیہ کی کال تھی اس نے غصے سے فون کاٹ دیا نیند اسے آنی نہیں تھی لیپ ٹاپ اٹھایا اور کام کرنے لگا۔۔

اورنگزیب کو اپنے پیچھے دروازہ بند ہونے کی آواز آئی اورنگزیب حیرانگی سے پیچھے موڑ کے دیکھنے لگا ماما بابا تو سو گے ہیں اس وقت کون آگیا۔۔

وانیہ تم اس وقت میرے کمرہ میں کیا کررہی ہو وانیہ کی موجودگی اس کے لیے کسی جھٹکے سے کم نہ تھی ۔۔

کیوں میں نہیں آسکتی کیا فون سن نہیں رہے تھے سوچا اوپر جاکے دیکھ آوں وانیہ صوفے پر بیٹھ گی ۔۔۔

میں مصروف تھا اور یہ کون سا وقت ہے کسی کے روم میں آنے کا دو بج گے ہے جاوں یہاں سے اورنگزیب نے ایک نظر اس کے لباس کو دیکھا جینز پر بیلک کلر کی شرٹ جس کے بازوں برائے نام تھے میک اپ کے ساتھ وہ اس وقت قیامت لگ رہی تھی اورنگزیب نے جلدی سے نظریں لیپ ٹاپ پر کر لی ۔۔

وانیہ کو یوں اورنگزیب کا نظر انداز کرنا اچھا نہیں لگا ورنہ تو وہ فل تیار ہوکے آئی تھی اسکے ادھر روکنے مقصد ہی اورنگزیب کو منانا تھا ۔۔

نہیں جاؤں گی وانیہ اٹھ کے اورنگزیب کے سامنے میز پر بیٹھ گی ۔۔

اورنگزیب نے غصے سے ہونٹ بھینچے اور اٹھ کے سائڈ پر کھڑا ہوگیا۔۔

وانیہ جاؤں یہاں سے اگر اس وقت تمہیں کسی نے دیکھ لیا تو تمہارے لیے اچھا نہیں ہو گا اور جو بات کرنی ہے صبح کرلینا ۔۔

کیوں اب کیا اسی کی یاد میں ساری رات گزارنی ہے کزن بھول جاؤں اسے میرے میں کیا کمی ہے اورنگزیب وانیہ نے اورنگزیب کے گرد باوزں حمائل کرتے ہوئے کہا ۔۔

اورنگزیب نے غصے سے وانیہ کو ہاتھ سے پکڑ کر ساتھ پڑے صوفے پر دھکا دیا رات تنہائی وانیہ کا یہ پاگل پن تھا تو وہ بھی ایک مرد کسی بھی وقت اس پاگل پن کے بہکاوے میں آسکتا تھا۔۔

وانیہ نے غصے سے اسے دیکھا کیوں اورنگزیب آخر اس آفروزہ میں کیا ہے جو مجھ میں نہیں ہاں وہ ایک ناچنے والی تمہیں ابھی تک نہیں بھولی دھوکا اس نے دیا سزا تم اپنے آپ کو دیں رہے ہو وہ تو اپنی زندگی پتہ نہیں کس کس کے ساتھ گزار رہی ہوگی تم نے اسکے غم میں جوگ لگا لیا دیکھو میری طرف میں ایک عورت ہوکے اپنا آپ تم پر نچھاور کرنے کو تیار ہو اور تم ہر بار مجھے ٹکرا دیتے ہو کیوں وانیہ نے غصے سے پاگل ہوتے ہوئے اورنگزیب کو شرٹ سے پکڑ کے کیچا اورنگزیب یکدم کیچے جانے کی وجہ سے اپنا توازن برقرار نہیں رکھ سکا اس وانیہ پر گرتے گرتے بچا ۔۔

چٹاخ۔۔اورنگزیب سے مزید برداشت کرنا مشکل تھا اس نے وانیہ کو تھپڑ مار دیا ۔۔

وانیہ نے اپنے گال پر ہاتھ رکھا جس پر کچھ دیر پہلے اورنگزیب نے تھپڑ مارا تھا تم نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا اورنگزیب وانیہ پر وانیہ نے اٹھ کے اسے جھنجھوڑا ۔۔

چٹاخ۔۔اورنگزیب نے ایک اور تھپڑ مارا اور اسے

باوزں سے پکڑ کے دیوار کے ساتھ لگا لیا۔۔

ہاں مارا کیوں کے تم اسی تھپڑ کے لائق تھی وانیہ میں

کب سے برداشت کررہا ہو تم تو اپنی حد میں نہیں تھی

سوچا تمھیں تمھاری اوقات یاد کروا دوں اور آفروزہ

نے مجھے دھوکا دیا یا نہیں یہ تمھارا مسئلہ نہیں وہ ناچنے

والی ہو تو خود کو دیکھا ہے تم نے جس کی ساری ساری

رات کلبوں میں ناچتے ہوئے گزر جاتی ہے بس

تمھارے پر ہائی سوسائٹی کا لیبل لگا ہوا ہے اور یہ اپنا

نچھاور پن ناجانے اور کتنوں پر تم نچھاور کر چکی ہو مجھ

پر کیا کروں گی میں پاگل نہیں مجھے سب معلوم ہے

دفع ہوجاؤں یہاں سے اورنگزیب نے اسے دروازہ

کھول کے باہر دھکا دیا اور دروازہ زور سے بند کردیا۔۔

اورنگزیب کمرہ میں ٹہل کے اپنا غصّہ کنٹرول کرنے

لگا۔۔

کیوں آفروزہ کیوں مجھے سب کے سامنے تماشہ بنایا

کیوں ۔۔اورنگزیب نے سگریٹ لگا لیا۔۔

****

آفروزہ میری جان اٹھ جاؤں نماز پڑھ لو زیبا نے

آفروزہ کو اٹھایا ۔۔

آفروزہ اٹھ کے بیٹھ گئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ختم شدہ

اک کہانی ایسی بھی

ناصر حسین

دھڑام........

محبت کا تاج محل ٹوٹ کر ریزہ ہو گیا...کان سن ہونے لگے تھے......

میں عشق محبت کی جانڑاں_____

میڈا یار تے آپ محبت ہے_____

سرخ جوڑے میں ملبوس اس کے سامنے جو شخص بیٹھا تھا وہ کون تھا....؟

کیا کیا بکواس کر رہا تھا....اور وہ اس شخص کے لیے کس حد تک گئی... .یہ کون تھا...کیا یہ سچ میں وہی تھا یا اس کا کوئی عکس....؟

میں عشق محبت کی جانڑاں_____

میڈا یار تے آپ محبت ہے_____

آہستہ آہستہ جان نکلتی جا رہی تھی.....کمرے میں گھٹن ہونے لگی اسے....

□□□□□

سڑک پہ بارش زور سے برس رہی تھی_ آج اس کا کالج میں پہلا دن تھا وہ پہلے ہی دن لیٹ ہو گئی تھی.. لیٹ ہونے کی وجہ بارش نہیں بس کا نا آنا تھا...اس لیے وہ کالج کا فاصلہ پیدل ہی طے کر رہی تھی.......

بڑے سے حجاب میں خود کو مکمل طور پر ڈھانپے کتابیں سینے سے لگائے وہ گھبرائی ہوئی چلی رہی تھی... سنسان سڑک پہ اس وقت اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا......

اچانک تیز رفتار سی چلتی گاڑی اس کے بالکل پاس آن رکی اس گاڑی میں ایک ہینڈسم نوجوان بیٹھا جس نے آنکھوں پہ گلاسز چڑھا رکھی تھیں......

وہ آنکھیں کھولے اسے دیکھے جا رہی تھی.....

ہائے_ کہاں جا رہی ہیں آپ.... ؟اس نے ونڈو سے سر باہر نکالتے ہوئے پوچھا....

آپ کون ہو اور میں آپ کو کیوں بتاؤں.. .؟..وہ پر اعتماد لہجے میں بولی.. .اس لڑکے کے چہرے پہ کچھ حیرت آئی پھر وہ مسکرا دیا..... .

میں اللہ کا بندہ ہوں اور آپ اللہ کی بندی... میرا نام راکیش ہے اور آپ کو آپ ہی کو پتا....آپ اتنی بارش میں اکیلی جا رہی تھیں سوچا آپ کو لفٹ دے دوں .....

نہیں شکریہ لیکن میں انجان لوگوں سے لفٹ نہیں لیتی....وہ رکھائی سے بول کر آگے بڑھی اس نے بھی گاڑی اس کے برابر آن روکی.......

لیکن میں انجان کہاں ہوں.. .ابھی دو منٹ سے تو بات کر رہا ہوں...آئیں بیٹھیں ....وہ اسرات کرتے ہوئے بولا...

کہا ناں...نہیں تو نہیں... .ویسے بھی میں نامحرم مردوں کے ساتھ گاڑی میں نہیں بیٹھتی..میں ایسی لڑکی نہیں ہوں .. .اس لئے آپ جائیں .....اس بار وہ غصے سے بولی...اور پیر پٹخ کر چلنے لگی....

راکیش نواز کا چہرہ بے عزتی سے سرخ ہو چکا تھا.. اسے اس لڑکی سے ایسے کسی جواب کی توقع نہیں تھی...اور ہزاروں لڑکیاں اس پہ فدا تھیں یہ پہلی لڑکی جو اسے نظر انداز کر گئی..........

□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□

وہ کالج کے دروازے سے اندر داخل ہوئی آج اتنے سٹوڈنٹس نہیں تھے بارش کی وجہ سے...بارش کا زور بھی اب کم پڑ چکا تھا...چلتی ہوئی وہ کینٹین کی طرف

آئی...ارادہ اس کا کچھ کھانے کا تھا وہ بھوک محسوس کر رہی تھی ناشتہ بھی نہیں کر کے آئی تھی.......

ارے آصفہ تم یہاں ہو.....؟ اس نے ثمرین کی آواز سنی...جو اس کے پاس کھڑی تھی..وہ اس کی اچھی سہیلی تھی اور پڑوسی بھی... .اب تک ان کا وقت ساتھ گزرا تھا......

کیسی ہو ثمرین آج میں لیٹ ہو گئی پہلی کلاس میں.. .وہ اداسی سے بولی....

نہیں اداس مت ہو..آج کوئی کلاس نہیں لگنے والی..بارش کی وجہ سے کوئی ٹیچر بھی نہیں آیا...چلو چل کر بنچ پہ بیٹھتے ہیں.......

آصفہ نے چاولوں کی پلیٹ پکڑ لی اور وہ دونوں چلتے ہوئے بنچ پہ آ بیٹھیں...بارش ختم ہو چکی تھی... .

ثمرین تمہارا نمبر کیوں بند تھا...کل میں نے کئی بار ٹرائی کیا .....آصفہ چاولوں کا چمچ منہ میں رکھتے ہوئے بولیں...

ارے یار. .میں نے تمہیں بتایا نہیں.. .میرا نمبر چینج ہو گیا ہے .... ثمرین نے جیسے یاد دلایا... .

Ok Give me Your New Number. ...

ثمرین نے کان سے پنسل نکالی اور ایک پرچی پہ نمبر نکالنے لگی جو آصفہ کے کہنے پہ اس نے اس کی کتاب کے اندر رکھ دیا......چاولوں کی پلیٹ وہ ختم کر چکی تھی اب زور زور سے اسے مرچیں لگنے لگیں....

ارے ثمرین پانی کہاں ملے گا .....اس نے بے تابی سے پوچھا... .

وہ سامنے اس نل پہ.....ثمرین نے سامنے اشارہ کیا...وہ اٹھ کھڑی ہوئی...اور پھر وہ دونوں پانی پینے نل کے

پاس گئیں...کتابیں وہیں بنچ کے اوپر رکھ کر گئیں تھیں وہ دونوں........ .

□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□

رات کے وقت وہ اپنے کمرے میں بیٹھی تھی سامنے کتابوں کا ایک انبار لگا تھا...اے سی بھی پوری رفتار سے چل رہی تھی_ وہ دو گھنٹے سے ایک اسائنمنٹ بنانے میں لگی تھی لیکن وہ الجھی ہوئی تھی کچھ سمجھ نہیں پا رہی تھی..اس نے نماز ادا کیا اور آدھے گھنٹے قرآن پاک کی تلاوت کی...وہ کسی بھی حال میں ہوتی قرآن پاک اور نماز کبھی نہیں چھوڑتی تھی وہ اللہ کے بہت قریب تھی اور اللہ سے عشق کرتی تھی ہر دعا ہر چیز وہ اللہ سے مانگتی تھی اور اسے ہر شے اللہ سے مل جاتا...وہ مکمل طور پر اسلامی تعلیمات ہر عمل کرتی...حجاب...پردہ...غیر مردوں سے بات نہ کرنا سب کچھ..... .

...نماز قرآن کے بعد پھر سے ایک بار وہ اس اسائنمنٹ میں جت گئی..لیکن وہ پزل سلجھ ہی نہیں پا رہا تھا.......اس نے موبائل اٹھایا پھر کتاب سے ثمرین کا نمبر نکال کر ثمرین کو میسج کرنے لگی........

Kal jo me ne Thumen Notes diey Thay wo Wapas Kr do Plz ....

میسج لکھ کر اس نے سینڈ کیا...اور جواب کا انتظار کرنے لگی....دو منٹ بعد جواب آیا......

Who.. ?

وہ ایک بار پھر میسج لکھنے لگی....

Aasfa.....

میسج آیا

Kesi Hain aap....?

وہ جلدی جلدی بٹن دبانے لگی....

Theak Hn Samreen tm Sunao .....

وہ اب کاغذ پہ کچھ لکھ رہی تھی.. . تیس سکینڈز بعد ریپلائی آیا....

Kon Samreen...?Me to Asmat hn...

اور اسے کرنٹ لگا...عصمت....؟ تو کیا یہ ثمرین کا نمبر نہیں ہے.. .؟ اس نے کتاب میں دیکھا وہی نمبر تھا جو ثمرین نے دیا تھا تو کیا ثمرین نے غلطی سے کوئی اور نمبر دے دیا.......

Sorry Wrong Number. ...

لکھ کر وہ پھر سے اسائمنٹ کھول کر بیٹھ گئی...موبائل کی اسکرین روشن ہوئی..میسج ایک بار پھر سے آیا....

Kon hain..?And Kahan se Hain Aap .?

اس نے سوچا جواب دوں یا نا دوں پھر وہ جواب لکھنے لکھی.....

Asfa from Sahil Abad....

جواب آیا....

Wao...Your Name Is soo Beautiful. ..

وہ مسکرا دی....

Thanks....

اس نے ریپلائی دیا.....

Mera nam Asamt Hai ...me Quran Pak ka Hafiz hn...Islam Abad se.....

اس نے خود ہی اپنا تعارف کرایا...وہ حافظ ہے یہ جان کر اس خوشی ہوئی...

Subhan Allah...

اب وہ اسائنٹ کو پرے دھکیل کر موبائل پہ بیٹھی تھی.. موبائل وہ مقناطیسی کشش محسوس کر رہی تھی.. .

Aap ki age kia Hai...?

اس سوال پہ وہ تھوڑی حیران ہوئی مگر اس نے جواب ٹائپ کیا....

21 and your..?

پتا نہیں وہ کسی اجنبی سے اتنی دیر کیوں باتیں کیے جا رہی تھی ...بنا مطلب... .؟ شاید وہ حافظ تھا اس لیے.... .

Wao Same age....I am Also 21...

اس کے ہونٹوں پہ تبسم آئی.. پھر وہ کافی دیر تک ایک دوسرے کو میسج کرتے رہے.......

□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□

اگلے دن کالج میں آصفہ نے ایک بار ثمرین سے اس کا نمبر مانگا اور اس نے عصمت سے رابطے والی بات جان بوجھ کر گول کر دی.. .وہ نہیں چاہتی تھی ثمرین اس کے بارے میں کوئی غلط تاثر قائم کرے...... .

کالج کے بعد جب وہ گھر لوٹی موبائل آن کرنے پہ میسجز کی برسات ہو گئی....چالیس میسج اس کے منتظر تھے جو عصمت نے کیے تھے...وہ حیران تھی... اس نے کچھ میسج کھولے.....

Asslam o alikum ....

Kahan hain....

reply..?

Kesi Hain aap..?

Bat karin....

Naarz Ho gaien...

Jawab dain....

me waiting. ...

وہ میسجز پڑھتے پڑھتے کھو گئی...جواب دینے کا اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا لیکن اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا اس

کے اتنے میسج کے باوجود بھی وہ جواب نہ دے اس لیے اس نے ریپلائی کر دیا.....

College Gai thi....

جواب بیس سکینڈز کے بعد آیا..اس نے دھڑکتے دل سے میسج اوپن کیا....

Shukar Hai Allah ka ap ne reply to kia..

وہ مسکرانے لگی....اور دل کی کیفیت عجیب تھی...

□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□

عصمت کے ساتھ اس کے میسجیز کا سلسلہ ایک دن کا نہیں تھا...اس کا رابطہ دن بہ دن مضبوط ہوتا جا رہا تھا اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے جواب دیتی اور اس سے بات کرتی....اسے نہیں پتا تھا وہ آہستہ آہستہ اس کی عادی ہونے لگی تھی..

وہ جب بھی موبائل اٹھا کر ان بکس چیک کرتی اس کے کئی ایس ایم ایس ہوتے...وہ جواب بھلے ہر ایس ایم ایس کا نا دیتی مگر پڑھتی ہر ایس ایم ایس شوق سے تھی.....ایک بار دو بار، بار بار.... ..

وہ زندگی میں پہلی بار کسی لڑکے سے بات کر رہی تھی یہ ایک ایسا احساس تھا..جو وہ پہلی بار محسوس کر رہی تھی ہر احساس اسے اچھا لگنے لگا...وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ اس کی ضرورت بنتا گیا....

لیکن عصمت نے اس سے کال پہ کبھی بات نہیں کی..رابطہ صرف میسجیز پہ ہوتا...وہ بہت اچھا لڑکا تھا ایک شریف اور مہذب قسم کا....

وہ اس سے ملنا چاہتی تھی لیکن عصمت اس سے دور تھا..........عصمت کے ساتھ رابطہ کرتے ہوئے اسے ایک سال ہونے کو تھا.....تب اس پہ یہ ہولناک انکشاف ہوا وہ اس سے محبت کرنے لگی ہے....

تو تمہیں عصمت سے محبت ہے.....

اچانک دل نے بولنا شروع کیا.. .

جو تم سارا دن اس کے بارے میں سوچتی تھی..اسے یاد کر کے تمہاری دھڑکن بے ترتیب ہوتی...ایک رات اسے کے کالز نہ کرنے پہ جو تم ساری رات روتی رہی. .

..وہ محبت تھی...ہاں وہ محبت تھی.تم اپنے جس پاگل پن کو کوئی نام نہیں دے پا رہی تھیں ..وہ محبت تھی..وہ وہی محبت تھی جو عصمت کو تم سے ہے.. وہ وہی محبت ہے جو تم عصمت سے کرتی ہو.....

...دل کون سا انکشاف کر رہا تھا.کون سی حقیقت بیان کر رہا تھا... .وہ نہ سمجھ سکی......وہ سمجھنا ہی نہیں چاہتی تھی... .

محبت... .؟؟؟؟؟ اس نے زیر لب دہرایا.. .

نہیں ... نہیں ہے مجھے کوئی محبت..... .

یا میرے اللہ.... مجھے محبت کیسے ہو گئی...مجھے پتا بھی نہیں چلا...کوئی میرے دل پہ اپنا قبضہ جما گیا اور میں انجان رہی.....

یہ محبت کیسے ہو گئی... .کیوں ہو گئی....وہ خوش ہوتے ہوئے سوچنے لگی اور سجدے میں گر گئی...اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور نماز پڑھنے لگی... .

□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□

لیکن اس کی خوشی زیادہ دن کی نہ تھی جب ایک دن اس کی امی نے بتایا اس کے رشتے کے لیے کچھ لوگ آ رہے ہیں تو اس کی ہر سوچ پہ پانی پھر گیا....وہ عصمت سے جتنی محبت کرتی تھی اس کے علاوہ کسی کے بارے میں کچھ سوچ بھی نہیں سکتی تھی....

اس دن وہ امی کے کہنے پہ تیار ہو کر لڑکے والوں کے سامنے آئی لیکن اس پہ حیرت کا پہاڑ تب ٹوٹا جب اس نے لڑکے کو دیکھا یہ وہی لڑکا تھا جو اسے بہت عرصہ

پہلا بارش میں ملا تھا جسے اس نے لفٹ دینے کی کوشش کی مگر اس نے انکار کر دیا...راکیش....

وہ مسکرا رہا تھا..وہ زیادہ دیر اسے دیکھ نہیں سکی...آدھے گھنٹے بعد وہ لوگ چلے گئے اس کی امی نے رشتے کے لیے ہاں کہہ دیا اور اس پہ جیسے زلزلہ آ گیا...وہ روتی رہی روتی رہی ساری رات روتی رہی .....

وہ انکار بھی نہیں کر سکتی تھی اور کسی اور سے شادی بھی نہیں کر سکتی تھی.......

وہ نماز پڑھنے کے لیے جائے نماز پہ بیٹھی تھی نماز کے بعد اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے..... .

یا اللہ اگر مجھ سے کوئی غلطی کوئی گناہ ہو گیا ہو تو مجھے معاف کر دیں..لیکن میرے ساتھ یوں نہ کریں مجھے اتنی بڑی سزا نہ دیں....یوں میری محبت نہ چھینیں مجھ سے. .میں نے تمام عمر آپ کی عبادت کی.. ساری زندگی پردہ حجاب اسلامی تعلیمات پہ عمل کیا...یوں ایسے نہ کریں جس سے میں محبت کرتی ہوں....اسے اتنا دور نہ کریں مجھ سے......

.. میں زندگی میں پہلی بار آپ کے روبرو کھڑی ہو کر آپ سے کچھ مانگ رہی ہوں اگر آپ نے مجھے خالی ہاتھ لوٹایا تو میں بھروسہ کھو دوں گی..آپ کی اس پوری کائنات میں کوئی کمی نہیں آئے گی اگر ایک عصمت مجھے مل جائے..کسی کو کوئی فرق نہیں پڑے گا..آپ زمین آسمان کے مالک ہیں سب کچھ آپ کے اختیار میں ہے آپ جو چاہیں آپ کر سکتے ہیں کیا آپ مجھے ایک لڑکا صرف ایک لڑکا نہیں دے سکتے..........

عصمت کے ساتھ اس کا رابطہ ختم ہو چکا تھا وہ اتنی فکر مند تھی اس سے ایک بار بھی اس نے یاد نہیں کیا...اس کی شدت سے مانگی دعا شاید قبول نہیں ہوئی تھی... اس کا نکاح راکیش کے ساتھ کر دیا گیا

تھا....اور وہ ٹوٹ گئی.....اس رات اس نے آخری بار اللہ کو مخاطب کیا تھا.....

کیوں.. .؟ کیوں....؟.کیوں....؟ آپ نے مجھ سے میری محبت چھینی کیا ملا آپ کو....اتنی بڑی کائنات میں کون سی کمی آ جاتی اگر مجھے عصمت مل جاتا....میں نے کیا کچھ نہیں کیا... حجاب پردہ نماز روزے اور آپ نے میرے ساتھ یہ کیا....ایک لڑکا تک نہیں دے سکے مجھے.. .کتنے لوگوں کو ان کی محبت مل جاتی ہے تو مجھے کیوں نہیں .میں بھی آئندہ کبھی آپ کی عبادات نہیں کروں گی...... .

اس نے بے دردی سے آنسو صاف کیے..... .

اور اس کے بعد آصفہ بدل گئی...بنا دوپٹے بنا حجاب کے وہ رہنے لگی...نماز اس نے چھوڑ دیا قرآن پاک کو اس نے پھر کبھی چھوا تک نہیں...... .اور اس رات اس کی رخصتی تھی.....

□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□

آج وہ راکیش کے سامنے دلہن بنی بیٹھی تھی ...جو اسے بالکل اچھا نہیں لگ رہا تھا... .راکیش مسکرا رہا تھا اس نے مسکراتے ہوئے اس کے ہاتھوں میں انگوٹھی پہنائی.....وہ خشک اور اداس چہرہ نیچے جھکائے بیٹھی تھی.......

آصفہ .....راکیش کے ہونٹ ہلے.....

آج ہماری زندگی کی پہلی رات ہے اور میں تم پہ کچھ انکشافات کرنا چاہتا ہوں....اس دن جب پہلی بار تم بارش میں ملی تھیں مجھے اور جس طرح تم نے کہا تم نا محرم لوگوں سے بات نہیں کرتیں مجھے بہت غصہ آیا...ایسا میرے ساتھ پہلی بار ہو تھا جب کسی لڑکے نے یوں مجھے منہ پہ ہی انکار کر دیا ہو........

مجھے اتنا غصہ تھا..اس دن تمہارا پیچھا کرتے ہوئے کالج تک آیا.. .تم کینٹین میں اپنی سہیلی کے ساتھ کھڑی تھیں...میں تم لوگوں کی ساری باتیں سن رہا تھا ..تم نے اس سے نمبر مانگا اس نے تمہیں نمبر لکھ دیا اور

پھر تم دونوں پانی پینے چلی گئیں...اور میں بھاگتے ہوئے چپکے سے آیا اور تمہاری سہیلی کا نمبر نکال کر کتاب میں اپنا نمبر رکھ دیا.......

میں عشق محبت کی جانڑاں_____

میڈا یار تے آپ محبت ہے_____

وہ بنا پلکیں جھپکائے یک ٹک اسے دیکھ جا رہی تھی.. کہیں کچھ ٹوٹ رہا تھا لیکن کہاں...باہر یا اندر....؟

میں یہ دیکھنا چاہتا تھا تم کتنی پارسا ہو اس لیے میں نے تمہیں آزمایا....اور تمہیں میسج کرنے لگا...وہ عصمت میں ہی ہوں....اور دیکھو.......

دھڑام ....تاج محل ٹوٹ کر فرش پہ گرا.....

چھت گرنا...آسمان سر پہ گرنا...پیروں تلے زمین کھسک جانا یہ تو کچھ بھی نہیں تھا...اس وقت آصفہ جو محسوس کر رہی تھی اس کے سامنے.....

میں عشق محبت کی جانڑاں_____

میڈا یار تے آپ محبت ہے_____

اس نے سرخ جوڑا پہنا تھا...یا سفید کفن....؟

اس کی سہاگ رات تھی یا قبر کی پہلی رات.. .؟

یہ جو کچھ فاصلے پہ شخص بیٹھا تھا...یہ وہ تو جس سے اس نے ٹوٹ کر محبت کی. .مگر یہ وہ نہیں تھا...تو یہ کون تھا....

اسے سانس لینے میں مشکل ہونے لگی...اس کے اپنے ہی لفظ چاروں طرف گونجنے لگے...... .وہ آہستہ آہستہ سے اُٹھی. .

"آج کے بعد میں بھی کبھی آپ کی عبادات نہیں کروں گی"

تم کتنی پارسا ہو میں نے تمہیں آزمایا....؟

وہ خدا نہیں تھا جو اسے دھوکہ نہیں دیتا وہ انسان تھا دھوکہ دے سکتا تھا اور اس نے دیا........

اس نے عصمت کے لیے اللہ کو آزمایا اور عصمت نے پارسائی کے لیے اسے...بات ختم.....یہ وہی شخص تو تھا جو اس نے اللہ مانگا تھا..اور اللہ نے وہی عصمت ہی تو دیا تھا اسے.....پھر.. .پھر.... .؟

اب اسے اسی شخص کے ساتھ زندگی گزارنی ہے جو اس نے چاہا تھا_ لیکن اب وہ اسے کیسے چاہے کیسے پیار کرے__

اللہ انسان کو وہی دیتا ہے جو اس کے لیے سہی ہوتا ہے نہ کہ وہ جو اسے سہی لگتا ہے. .اللہ کے فیصلے انسان کے فیصلوں سے کہیں بہتر ہیں بعض اوقات انسان کی ضد کی وجہ سے وہ اپنے نصیب میں غلط چیزیں لکھواتا ہے.........

میں عشق محبت کی جانڑاں_____

میڈا یار تے آپ محبت ہے_____

غزل

مُحبت میں مرے سر پر یہی الزام لازم تھا
زمانے بھر میں ہو جانا مرا بدنام لازم تھا

سناؤں تشنگی کا حال کیا زندہ ہوں میں اب تک
مرے ہونٹوں پہ ہر لمحہ تمہارا نام لازم تھا

نچوڑا خُون ہے اپنا لکھے تب شعر ہیں میں نے
کہیں پر وزن لازم تھا کہیں اِلہام لازم تھا

ہزاروں خواہشوں کا گھر خریدے کون اب اسکو
بھرے بازار میں دل کا پرانا دام لازم تھا

نشہ چڑھنا بھی لازم تھا بھری محفل میں اے لوگو
پِلا دینا وہ ساقی کا مُجھے بھی جام لازم تھا

بہت عرصہ ہوا اب تو جہاں سے شوخؔ کوگزرے
بہت گُستاخ تھا اس کا یہی انجام لازم تھا

شاعر: قاسم شوخؔ

ہدایت

راحیلہ بنت مہر علی

پردہ پردہ بس ایک ہی بات کی رٹ لگا رکھی ہے کتنی بار سمجھاوں کہ میں پردہ نہیں کرسکتی پھر یہ بات آپ کے سمجھ میں کیوں نہیں آتی امی عروش جیسے پھٹ پڑی اور ویسے بھی پردہ کوئی ضروری تو نہیں نا فاطمہ نے تاسف سے بیٹی کی جانب دیکھا اس کی آنکھوں کے گوشے نم ہونے لگے یہ اس کی بیٹی تھی دین سے دور کہاں کمی رہ گئی تھی اس کی پرورش میں جو وہ دین سے اتنی دور تھی اس نے آنکھوں کی نمی کو دوپٹے کے پلو سے صاف کیا میری بچی گناہ کو گناہ نہ مان کر تم دوہرے گناہ کی مرتکب ہورہی ہو پردہ ضروری ہے فرض ہے ہر مسلمان عورت پر میری بچی اس دو دن کی زندگی کیلئے کیوں خود کو جہنم کا ایندھن بنارہی ہو میری بات سمجھو میری بچی وہ گلوگیر آواز میں بولی امی پلز فلحال میں مزید اس ٹاپک پر بات نہیں کرنا چاہتی وہ کوفت زدہ لہجے میں بولی اور آپنے بڑے سے موبائل کو آن کیا تو اس کی بڑی سی بے حجاب تصویر پر فاطمہ کی نگاہ پڑی تو دل میں درد کی ایک لہر اٹھی ماں کے درد آخرت کے فکر سے انجان وہ اٹھی اور آپنے کمرے کی جانب بڑگئی فاطمہ کے منہ سے بے ساختہ سسکاری نکل گئی آپنے بکھرے بکھرے وجود کو بمشکل سمیٹ کر اٹھی اور کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ وہ بھاگ رہی تھی بے تحاشہ بار بار پیچھے مڑکر دیکھ رہی تھی خوفناک وحشی جانور لحہ بہ لحہ اس کے قریب آرہے تھے بھاگتے بھاگتے وہ ایک ایسی جگہ پہنچی جہاں ہر طرف آگ ہی آگ لگی تھی اب نہ آگے بڑھ پارہی تھی نہ پیچھے واپس جاسکتی تھی آچانک ایک راستے پر ان کی نظر پڑی جو اوپر تھا اس پر جانے میں مشکل ہوسکتی تھی لیکن وہ بہت خوبصورت صاف شفاف اور روشن تھا وہ فورا اس کی طرف بھاگ پڑی۔ فاطمہ تہجد کیلئے اٹھی ہوئی تھی جائے نماز پر رب کے حضور سربسجود

تھی آنکھوں سے بھل بھل آنسو بہ رہے تھے یااللہ
میری بچی کو سیدھا رستہ دکھانا میرے مالک اسے ہدایت
دے میں کمزور ناتواں اس پر زبردستی نہیں کرسکتی تو
آپنے فضل سے اسے صراط مستقیم پر چلادے میرے
مالک میں آپ سے التجا کرتی ہوں درخواست کرتی
ہوں اس بوڑھی ماں کی فریاد کو سن لی مالک کانپتے ہاتھ
اٹھائے لرزتے لب رب سے التجا کررہے تھے آنسو
جھریوں زدے چہرے پر بہتے ہوئے جائے نماز میں
جزب ہورہے تھے اس کی ایک ہی بیٹی تھی شوہر
عرصہ دراز سے وفات پاچکے تھے سات پردوں میں
چھپاکر رکھا تھا آچھی پرورش کی لیکن آپنوں کی
بےعتنائی سے وہ عجیب سی ہوگئی نماز روزے سے دور
بےپردہ آپنی ماں کی باتوں کو پست پشت ڈالے
آچانک ساتھ والے کمرے سے دبی دبی سسکی سنائی دی
اس کا دل تڑپ اٹھا فورا اٹھی اور عروش کے کمرے کی
جانب بڑھ گئی اس نے دروازے پر دباو ڈالا تو کھل گیا
کمرے میں داخل ہوکر وہ دہل گئی عروش گھٹنوں میں
سر دیئے رورہی تھی وہ بھاگ کر اس کے پاس پہنچی اور
اسے آپنے کمزور بانہوں میں چھپالیا ماں کی آغوش پاکر
وہ پھوٹ پھوٹ کر رودی کیا ہوا میری بچی میری
جان؟ اس نے خوفزدہ ہوکر پوچھا ام امی مم میں نے
میں نے ابھی بہت عجیب ڈراونا خواب دیکھا بہت ڈراونا
کانٹے بنے لبوں پر زبان پھیر کر آنسو اور خوف سے
گندھی ہوئی آواز میں بولی کیسا خواب دیکھا؟؟ فاطمہ
نے پوچھا آپنا خواب بیان کرکے وہ پھر ہچکیوں سے
روپڑی امی میں اس راستے پر نہیں چل پائی میں نے
کوشش کی لل لیکن میں اس پہ نہیں چل سکی امی میں
کیسے چل پاتی اس رستے پر جس کیلیئے کبھی کوئی عمل
کوئی کوشش ہی نہیں کی اس لیے اس لیے مجھے ٹھوکر
لگی اور اور پھر پھر میری آنکھ کھل گئی لیکن میں سمجھ
گئی ہوں کہ کہ ایسا کیوں ہوا کیونکہ میں اس رستے کے
قابل نہیں تھی لیکن میں خود کو اس رستے پہ چلنے کے
قابل بناونگی میں اس روشن رستے پر چلونگی ہاں امی
پردہ کرونگی میں جو کوتاہیاں کی ہیں اس کیلیئے اللہ سے

معافی مانگونگی اور آئندہ نہیں کرونگی ان شاءاللہ ان شاءاللہ فاطمہ اسودگی سے بولی اور اس کی پیشانی کو بوسہ دیا اسی وقت موزن نے آزان شروع کی عروش فورا اٹھی امی میں نماز پڑھ لوں پھر آپ کیلئے اور آپنے لئے چائے بناتی ہوں عروش نے کہا تو فاطمہ نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا اور آپنے کمرے میں چلی آئی رب نے اس کی فریاد سن لی اس کی دعاشرف قبولیت پاگئی تھی اسے لگا جیسے اس کی قیمتی متاع محفوظ ہوگئی ہو اس کے سینے سے اطمینان کی ٹھنڈی سانس خارج ہوئی بےشک میرے رب تو جسے چاہئے ہدایت دے وہ خود سے بولی اور اپنے رب کے سامنے سر جھکا دیا-----

سارے راستے میں خود ہی بنا لوں گا...

تم نے بس میرا ہاتھ پکڑ کر چلنا ہے...

از قلم* ... ریحان سحرؔ*

---کیسا زمانہ آگیا ہے

کی جاتی ہے انسان سے زیادہ اپنے جانوروں کی دیکھ بھال،

وقت پہ پانی،وقت پہ چارہ وقت پہ کرتا ہے ڈاکٹر کو کال،

خود بھوکا ہے صبح سے، وقت نہیں ہے روٹی کھانے کا،

گھاس کاٹنا اور جانوروں کو ڈالنا،بس یہی رہتا ہے خیال،

پاؤں میں جوتی ہے ٹوٹی پھوٹی،تن پہ کپڑا ہے پھٹا پرانا،

لگاتا ہے کھیت کو پانی بھی اور کرتا ہے خود کو مالا مال،

بچہ پڑھتا ہے بڑے اسکول میں،باپ کرتا ہے سارا کام،

جب آتا ہے واپس اسکول سے،پھر کھیلتا ہے وہ فٹبال،

باپ کی محنت سے پڑھ لکھ کر ایک دن بڑا آدمی بن گیا

ہوئی شادی پسند کی،بھول گیا سب،بس رہ گیا سسرال،

پھر ہوا ایک دن ایسا کہ پوچھتا تھا بوڑھاباپ لوگوں سے،

میرا بیٹا آیا واپس،یا کردوں دفن اسے جو رکھتی تھی کمال۔

تخلیق از عبید الرحمن ۔

"تیرے قرب کی حسرت"

از قلم۔ مونا نقوی

دل کے پاس نہ تو زباں ہے کہ بول کے بتائے کہ آپ کے لیے خاص جذبات رکھتا ہے اور نہ ہی ہاتھ کے لکھ کے یقین دلائے کہ آپ کے لیے اُس میں محبت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر موجزن ہے۔ محبت اظہار چاہتی ہے۔ اور اظہار کے لیے الفاظ کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ جب تک دل کے ترجمان لفظ نہ بنیں تب تک سامنے والا آپ کے جذبات سے واقف نہیں ہو سکتا۔ نجانے کچھ لوگوں کو یہ زعم کیوں ہوتا ہے کے اُن کے اظہار کیے بنا سامنے والا اُس کی محبت میں گرفتار ہو جائے گا۔ اُس کی بے تحاشا محبت کے خمار میں کھو جائے۔ اُس کی خاطر اپنی زندگی اور خوشی تک تیاگ دے گا۔ سارے زمانے کو اُس کے لیے الودع کہہ دے گا۔ صرف اور صرف اُس کی ذات ہی آپ کا محور اور مرکز ہو اور دن رات آپ اُس کے وجود کا طواف کرتے رہیں۔ اپنی ہر خوشی پسِ پشت ڈال کے صرف آپ کی خاطر ہر غم سہہ جائے گا۔ آپ کے لیے ہر قربانی دینے کو تیار رہے گا، اپنے سب پیاروں کو بھول کے بس آپ کے لیے اور آپ کے خاندان کے لیے زندگی گزارے گا۔ لیکن ایسے لوگ یہ کیوں بھول جاتے کہ دوسرا بھی دل اور خواہشات رکھتا ہے۔ اُس کے دل میں بھی جذبات ہوتے ہیں جو یہ ڈیمانڈ رکھتے کہ آپ سے محبت، اعتماد اور خلوص کی نا صرف ڈیمانڈ بلکہ اس کا اظہار بھی۔

لفظوں کی کنجوسی کر کے آپ کو اپنی محبت کا یقین نہ دلا کر یہ امید رکھنے والے کہ آپ اُن کے ساتھ عمر کے آخری حصہ تک ساتھ دیں گے وہ غلطی پر ہوتے ہیں۔ بعض اپنی غلطی تسلیم کر کے اپنی غلطی کا ازالہ کرنے کی سعی کرتے ہیں اور بعض اپنی انا پہ لے کر اپنے ہی ہاتھوں اپنی ساری متاع کوڑیوں کے مول بیچ دیتے جب احساس ہوتا ہے تو وقت بہت گزر چکا ہوتا۔ جسے آپ کوشش کے باجود نہیں پلٹا سکتے اور اگر پلٹا بھی لیں تو نہ دل میں وہ پہلے سے جذبات رہتے ہیں نہ پہلے سی امنگ۔ تب مجبوراً ذبردستی کی زندگی گزارنی پڑتی ہے۔

وقت تیزی کے ساتھ گزرتا جا رہا تھا۔ ابھی کل ہی کی تو بات

ہے وہ اک چھوٹی سی معصوم سی بچی تھی۔بے فکری کی زندگی گزار رہی تھی۔نہ کوئی ذمہ داری تھی نہ ہی سٹڈی کے علاوہ کوئی اور فکر۔موج مستی میں لائف گزر رہی تھی فکر تھی تو یہی کہ فائنل ایر کا رزلٹ کیا آئے گا پیپرز تو سارے اچھے ہوئے تھے مگر دل واہموں میں گھر سا جاتا تھا جیسے جیسے رزلٹ کی ڈیٹ قریب آ رہی تھی۔وہ ماسٹرز کے بعد ایم۔ایڈ میں ایڈمشن لینا چاہتی تھی لیکن قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا شائد۔سُن کے اُسے بھی شاک لگا

تھا کہ آج کچھ لوگ اسے دیکھنے آ رہے ہیں۔لیکن دادی میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی۔دادی کے بتانے پہ وہ منہ بناتے ہوئے بولی۔شادی کی یہی سہی عمر ہوتی بیٹا۔دادی نے پیار سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

پر میں ابھی آگے پڑھنا چاہتی۔

تو کس نے روکا ہے بیٹا پڑھنا آگے جتنا مرضی پڑھنا شادی کے بعد۔

شادی کے بعد خاک پڑھا جائے گا دادی۔امی آپ ہی سمجھاؤ کچھ دادی کو۔اُس نے ماں کو دیکھتے ہی مِنت بھرے انداز میں کہا۔

تمہاری دادی بالکل ٹھیک کہہ رہی بیٹا۔تمہاری عمر میں تو میں دو بچوں کی ماں بن چکی تھی۔

وہ زمانہ اور تھا امی۔اب زمانہ بدل چکا ہے۔

کوئی زمانہ نہیں بدلا بیٹا بس لوگوں کا نظریہ بدل گیا ہے۔اب لوگ ذیادہ سے ذیادہ پڑھانے کی چاہ میں بیٹیوں کی عمریں گزار دیتے شادی کی۔نہ بھئی میں تو دیر نہیں کروں گی۔

یہ اچانک سے آپ کو اور دادی کو کیا ھو گیا ہے۔پہلے تو ایسی کوئی جلدی نہیں تھی آپ لوگوں کو۔

پہلے نہیں تھی پر اب تو ہم چاہتے بس چٹ سے رشتہ طے ہو تمہارا اور پٹ سے شادی کر دیں۔

دادی نے پان کی گلوری منہ میں رکھتے ہوئے کہا۔

ایسی کیا غلطی سرزد ہو گئی مجھ سے جو آپ لوگوں کو اتنی جلدی پڑ گئی میری شادی کی۔

میں نے آنکھوں میں آنسو بھر کے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

ناچنداتم تو ھماری اتنی اچھی اور پیاری بیٹی ہو تم سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی۔

تو پھر کہہ دیں ان لوگوں کو کہ رشتہ نہ لے کے آئیں۔

ارے رشتہ دیکھ لینے میں کیا حرج ہے اچھے لگے تو فی الحال صرف منگنی کر لیں گے۔

امی نے پیار سے میرے چہرے پہ آئی لٹ کو پیچھے کرتے

ہوئے کہا۔

نا بھیٔ منگنی نہیں شادی کریں گے اگر پسند آ گیا لڑکا اور گھر بار اُن کا۔ دادی نے امی کی بات پہ نہائت ناگواری کا اظہار کرنے کے بعد کہا۔

یعنی دادی آپ کو میرا وجود کھلنے لگا ہے اب اِس گھر میں۔ میری آنکھوں سے آنسو سیلاب کی صورت بہہ نکلے۔

ادھر آ میری چندا میرے پاس بیٹھ۔ دادی نے پیار سے پکارا تو میں چپ کر کے اُن کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔ بیٹیاں وقت پہ ہی اپنے گھر کی ہوتی اچھی لگتی ہیں۔ کچھ دن پہلے تمھاری امی اور میں رضیہ کے گھر گئیں تھیں۔ چار بیٹیاں ہیں اُس کی۔ سب اک جتنی لگ رہی تھیں۔ اُس نے بیٹیوں کو پڑھانے اور اُنہیں کچھ بنانے کی چاہ میں عمریں بتادی اُن کی شادی کی۔ اب سب پڑھی لکھی نوکریوں والی ہیں پر کوئی رشتہ نہیں آتا۔ آئے تو بڑی عمر کی کہہ کے جواب دے کے چلے جاتے ہیں لوگ۔ میں تو یہ دیکھ اور سن کے ڈر گئی ہوں بیٹا کل کلاں تمہیں اور ہمیں بھی یہ دن نہ دیکھنا پڑے۔ میری تو دعا ہے کل وہ لوگ جب آئیں تو ہاں کر کے ہی جائیں۔ دادی نے ہاتھ اُٹھا کے دعا کرتے ہوئے کہا۔ میرا دل اِس آنے والے رشتے کو لے کے عجیب سے واہموں میں گھِرا تھا پر پھر سب قسمت پہ چھوڑ کے خود کو مطمئن کرنے کی کوشش لگ گئی۔ کیونکہ قسمت میں جو لکھا ہو اُس سے فرار ناممکن ہوتا ہے۔

اگلے روز نا چاہتے ہوئے بھی میں تیار ہو گئی۔ وہ تین عورتیں تھیں اور اُن کے ساتھ خالہ رشیدہ تھی۔ وہ رشتے کرواتی تھیں اور یہ رشتہ بھی وہی لائی تھیں۔ دادی اور امی اُن عورتوں کے اخلاق، رکھ رکھاو اور وضع داری دیکھ کے رشتے کے حق میں قائل ہو ہی چکی تھیں کہ لڑکے کی تصویر دیکھ کے اُن کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ابھی ہاں بول دیں لڑکے کی ماں، چچی اور بہن بھی لڑکے کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملا رہی تھیں اُن کے بقول اُن کے لڑکے سے زیادہ کوئی نیک اور شریف الطبع واقع نہیں ہوا۔ امی اور دادی نے تو کہہ بھی دیا کے اُنہیں کوئی اعتراض نہیں مگر ابو نے کہا کہ وہ پہلے لڑکے سے ملنا چاہتے تب ہی کوئی مثبت جواب دیں گے۔ ابو کی اِس بات پہ میری جان میں جان آئی میں خود اِس قدر جلد بازی کے حق میں نہیں تھی۔ مگر پھر بھی لڑکے کی ماں جاتے جاتے میری مٹھی میں دو ہزار دباتے ہوئے بولی اب آپ کی بیٹی آپ

لوگوں کے پاس ھماری امانت ہے۔امی اور دادی اُنہیں دروازے تک چھوڑنے گئیں۔میں اچاٹ دل کے ساتھ اپنے کمرے میں آگئی۔امی،دادی اورابو اب جلد سے جلد لڑکے والوں کے گھر جانے کا پروگرام بنارہے تھے۔میرا دل اِس جلد بازی پہ اور بھی الجھنوں میں گھرتا جارہا تھا۔۔

دوچار دن بعد امی،دادی،ابو اور آپی لڑکے والوں کے گھر گئے اور لڑکے سے مل کر بے حد متاثر ہوئے نہ صرف متاثر ہوئے بلکہ اُس کے گُن گاتے نہ تھک رہے تھے۔وہ لوگ منگنی کے بجائے نکاح کی ڈیٹ دے آئے تھے دو ہفتہ بعد نکاح کا تھا آپی نے مجھے لڑکے کی تصویر دکھاتے ہوئے اپنے تئیں خوشخبری سنائی تھی مگر میرے سر پہ یہ خبر کسی بم کی طرح پھوٹی تھی اور میں ہونقوں کی طرح آپی کو دیکھنے لگی۔مگر وہ مجھے ایسے بیٹھا چھوڑ کے باہر نکل گئی۔شام تک بھیا اور بھابھی بھی پہنچ گئے ۔سبھی خوش تھے اور میں اندیشوں کے گہرے پانیوں میں غوطہ زن تھی۔۔۔۔

دو ہفتہ کے قلیل ٹائم میں نکاح کی بہت اچھی تیاری ہو گئی تھی آپی اور بھیا اور بھابھی بھی دو ہفتہ پہلے آگئے تھے دن رات اک کر کے سب تیاریاں مکمل کر دی تھیں سب نے۔بس جہیز کی چند چیزیں ہی لینی باقی تھیں وہ نکاح کے بعد خریدنے کا پروگرام بنایا گیا۔صبح نکاح تھا اور میرا دل اداس اور انجانے خوف کے زیرِ اثر تھا میں نے لڑکے کو بھی بس سرسری سا دیکھا تھا جب آپی تصویر دکھانے لائی تھیں۔اور زیادہ غور کرنا ضروری بھی نہ سمجھا تھا کہ اب کون سا پسند نہ آیا تو انکار کی گنجائش ہے۔اُن سب کے ڈرائنگ روم میں آکر بیٹھنے کی اطلاع پر دل بے ترتیب ہو کے دھڑکنے لگا تھا۔کچھ دیر بعد نکاح کا فریضہ ادا کر دیا گیا تھا۔نکاح کے بعد امی اور آپی مجھے ڈرائنگ روم مں لے جانے کے لیے آئیں۔میں کافی پُر اعتماد واقعہ ہوئی تھی پر اِس وقت سارا اعتماد جھاگ کی طرح بیٹھ چکا تھا اتنی ہمت بھی نہ تھی کے آرام سے چل کے ڈرائنگ روم تک پہنچ جاؤں آپی اور امی نے مجھے بازوں سے پکڑ رکھا تھا مگر ٹانگیں کانپ رہی تھیں مجھے اپنی اس کنڈیشن پہ غصہ بھی آرہا تھا۔شائد سبھی لڑکیوں کی ایسے موقع پہ ایسی ہی حالت ہوتی ہو۔احمر کے پاس بیٹھنے سے قبل اک نظر اُس پہ پڑی وہ بہت دلکش اور سوبر سا لگ رہا تھا۔دل جو پہلے خدشات اور

وسوسوں میں پڑا تھا قدرے مطمئن ہو گیا۔احمر کی کزنز اور
بہن ھم دونوں کو شرماتے دیکھ کے مختلف دلچسپ جملے کس
رہیں تھیں اور تصویریں لے رہی تھیں۔ مگر ہم دونوں بس
مسکرانے پہ اکتفا کر رہے تھے۔ مغرب کے وقت یہ سادہ اور
خوبصورت تقریب اختتام پزیر ہوئی۔ایک ہفتہ بعد رخصتی کی
ڈیٹ رکھ دی گئی تھی۔اب شادی کو لے کے نہ دل واہموں
میں گھِرا تھا نہ کوبے چینی یااندیشہ دل کو ڈرا رہا تھا۔ نکاح کی
برکت تھی یاجو بھی احمر کی سادگی اور دلکشی میرے دل مں
گھر کر گئی تھی۔ شادی سے اک ہفتہ پہلے والے ہفتہ میں میں
نے مستقبل کے ہزاروں رنگین سپنے بُننے میں گزار دیے۔

--------------- -----------

وقت جیسے پر لگا کے اُڑ رہا تھا اک ہفتہ گزرنے کا پتہ ہی نہ
چلا اور اب وہ وقت تھا جب میں دلہن بنی احمر کے سامنے بیٹھی
تھی۔احمر light sky blue شیروانی میں بہت جچ رہا تھا
۔میں شرمائی لجائی اُس کے سامنے بیٹھی تھی اُس کی محبت بھری
نگاہیں میرے چہرے پہ گڑھی تھیں۔چند لمحے یونہی گزر
گئے پھر میرے ہاتھوں کو نرمی سے ہاتھوں میں لیتے ہوئے وہ
بولا۔ آپ بہت خوبصورت لگ رہی ہو اس معصومیت اور
خوبصورتی کو دیکھ کے دم بخود ہو گیا ہوں سمجھ نہیں آ رہی کہ
کیا کہو۔ آپ کے ساتھ امید ہے زندگی بہت اچھی گزرے گی
آپ بہت سلجھی ہوئی اور سمجھ دار لڑکی لگ رہی ہو اور اِسی
سمجھداری سے آپ جلد ہی ہمارے گھر کے ماحول کو سمجھ بھی
لو گی اور ڈھل بھی جاؤ گی۔ یہ گھر اب آپ کا بھی اور اس گھر
کے سب رہنے والو کو بھی ہمیشہ اپنا سمجھنا۔ میں پوری کوشش
کروں گا کہ آپ کو کبھی مجھ سے کوئی شکائت نہ ہو آپکی ہر
ضرورت پوری کرنا آج سے میری ذمہ داری ہے۔اور اِس گھر
کو خوش اسلوبی سے چلانا آپکی ذمہ داری۔
میں کوشش کروں گی کہ کبھی آپ کو مجھ سے کوئی شکائت نہ
ہو۔میں نے نظریں جکائے ہوئے کہا۔
مجھے بھی یہی امید ہے آپ سے۔اِس نئی زندگی کی شروعات
جس محبت اور سچائی
شروع کرو نگا نہ کل اُس میں کوئی جھول آئے گا نہ زندگی کے
کسی اور لمحے میں۔ جیسا مجھے آج پاؤ گی زندگی کی آخری سانس
تک ویسا ہی رہوں گا اور تم ویسا ہی پاؤ گی مجھے۔ میرا تم سے
وعدہ ہے کہ کبھی کوئی دکھ اور تکلیف نہں دوں گا
تمہیں۔انہوں نے محبت سے میرے ہاتھوں کو دباتے ہوئے
کہا۔اور میرا دل بھی اُن کے اک اک لفظ پہ صدقِ دل سے
ایمان لے آیا تھا۔احمر کا ساتھ پانے پہ میں تہہِ دل سے خدا کی

شکر گزار تھی۔ اُس رات آنکھوں نے بہت سے حسین خواب اور بھی سجا لیے تھے۔ سارا وجود اندر تک سرشار تھا ایک ہیرے جیسے انسان کو پا کے۔

ولیمہ کی خوبصورت اور پُر وقار تقریب کے بعد مجھے گھر والوں کے ساتھ جانا تھا رسم تو یہی تھی کے دُلہا بھی ساتھ جاتا ہے مگر احمر نے کچھ مجبوری کے تحت ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ اُن کی مجبوری سمجھتے ہوئے امی، دادی ابو اور کسی نے بھی ساتھ چلنے پہ زیادہ یہ یہ اصرار نہ کیا۔ میرا دل اُداس بھی تھا اور خوش بھی۔ گھر والوں کے ساتھ جانے کی خوشی تھی اور احمر کے ساتھ نہ آنے پہ دل اُداس سا تھا۔ لیکن ایک رات کی ہی بات تھی صبح مجھے لینے آنے کا کہا تھا اُنہوں نے شادی سے پہلے جو اندیشے اور خدشات دل کو الجھا رہے تھے وہ اک رات میں ہی دور ہو گئے تھے۔ احمر بہت اچھے اور خوبصورت دل کے مالک تھے۔ میرا دل اُن کا گرویدہ ہو گیا تھا۔ رات کو اُنہوں نے کال کی اور اُن کا اتنا کہنا کہ وہ مجھے مس کر رہے ہے دل کو اور بھی اندر تک نہال کر گیا۔ اور دل چاہ رہا تھا کہ جلد صبح ہو اور احمر مجھے لینے آ جائیں اور رات تھی کہ جیسے گزرنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ انتظار کے پل کیوں طویل ہوتے ہیں اِس کا مفہوم میں نے اُس رات سمجھا تھا۔

شادی کے بعد کچھ ہفتے دعوتوں مں گزر گئے۔ پھر لائف اپنی روٹین پہ آ گئی۔ میں نے پہلی بار کھانا بنایا تھا۔ جسے میری ساس دیور اور نند نے کھا کے ناپسند کیا۔ مجھے حیرت بھی ہوئی کو نکہ اِس سے پہلے میرے کھانے کو کبھی کسی نے نام تک نہ رکھا تھا۔ دل بہت بُرا ہوا اور اُداس بھی۔ مگر احمر کی تعریف سے دل سے اُداسی کے بادل چھٹ گئے۔ اور میرے لیے احمر کی یہ یہ تعریف ہی کافی تھی۔

مجھے امید تھی کے احمر کے ساتھ میری زندگی بہت خوبصورت اور شاندار گزرے گی۔ ہماری زندگی میں ہمیشہ بہار ہی رہے گی اور خزاں کا گزر تک نہ ہو گا۔ مجھے احمر کے کیے وعدوں پہ بھی مکمل بھروسہ تھا کہ وہ اُن سب وعدوں کو وفا کریں گے۔ وہ میرا مان جو اُن کی ذات پہ ہے کبھی ٹوٹنے نہ دیں گے۔ مگر شائد کچھ وعدے توڑے جانے کے لیے ہی جاتے۔ مجھے احمر کی طرف سے پہلا دھچکا تب لگا جب رات انہوں نے

میرے بنائے کھانے کی تعریف کی اور صبح اپنی امی، بہن اور بھائی کی بد تعریفی کے بعد انہوں نے اپنارات والا بیان بدلا اور آفس جانے سے پہلے کہا کہ آج رات کا کھانا دھیان سے بناؤں کیونکہ کل رات بنایا جانے والا کھانا بہت بد ذائقہ تھا۔ لیکن رات تو آپ نے بہت تعریف کی تھی۔ تمہارا دل رکھنے کے لیے کی تھی۔ امی بھی کہہ رہی تھیں کہ کھانا بہت بُرا بنایا تھا تم نے۔ اور کل سے میرے لیے صبح کا ناشتہ بھی تم بناؤ گی جلدی اٹھ جایا کرو۔ وہ کہہ کر باہر نکل گئے۔ جیسے ہی میں روم سے نکل کر باہر گئی میری ساس اور دیور نے اک دوسرے کے کان سے کان لگا کے کوئی بات کی۔ اشارہ نظروں کا میری طرف تھا مگر آہستہ کی جانے والی بات کو سمجھ نہ سکی میں نے اپنے لیے ناشتہ بنایا اور روم میں آ گئی۔ مجھے گھر میں بہت اجنبیت سی محسوس ہو رہی تھی۔ ناشتہ کرنے کے بعد میں نے روم میں ہی رہنا بہتر سمجھا۔ مگر پھر تھوڑا تیار ہو کے باہر آ گئی۔ کچھ دیر بعد کچھ ملنے ملانے والی عورتیں آ گئیں ۔ ساس نے مجھ سے اُن کا تعارف کروایا۔ انہیں چائے وغیرہ پلائی۔ اُنہیں میرا اخلاق اور مزاج بہت پسند آیا اور آنٹی سے تعریف کرتی رہیں کہ آپ کو بہت اچھی بہو ملی ہے۔ سارا دن محلے والوں کا آنا جانا رہا۔ رات کو کھانا بہت دل سے بنایا اور سب کو پیش کیا۔ مگر پھر وہی جملہ سننے کو ملا کے بہت بے ذائقہ بنایا ہے۔ اور یہ قیاس آرائی بھی کی گئی کہ کچھ آتا ہی نہیں اِس کو نہ ہی اسے کچھ سکھا کے بھیجا ہے گھر والوں نے۔ احمر نے بھی ایسے ہی ریمارکس دیئے۔ دل پہ اداسی کے گہرے بادل چھا گئے۔ اور تمام رات آنسو بہاتے گزر گئی دکھ اِس بات کا ہوا کے احمر میری ہلکی ہلکی سسکیاں سن کے بھی سوتے بنے رہے۔ صبح جلد اُٹھی کہ احمر کو ناشتہ بنا دوں جیسے ہی کچن کے دروازہ پہ پہنچی آنٹی کی آواز کانوں سے ٹکرائی۔

کوئی ضرورت نہیں اتنا بیوی کو سر چڑھانے کی یا اتنی قربت دکھانے کی۔ تھوڑا فاصلہ رکھو اُس سے۔ جتنا پیار جتاؤ گے اُس کی جھجک کم ہو گی۔ بیوی کو ہمیشہ رعب تلے رکھنا چاہیئے تا کہ سر اُٹھا کے بات بھی نہ کر سکے۔ میں تو کہتی ہوں ابھی بچے پیدا کرنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ ابھی کام تو ٹھیک سے کر نہیں پاتی وہ بچے کیا خاک سنبھال پائے گی۔ عقل بھی کچی ہے۔ پہلے کچھ سمجھدار ہو جائے وہ اور تم اپنے پیروں پہ ٹھیک سے کھڑے ہو جاؤ تا کہ بچوں کا خرچ اُٹھا سکو۔

جی امی آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں۔

میں پچھلے قدموں ہی واپس پلٹی اور کمبل اوڑھ کے لیٹ گئی۔ وہ روم میں آئے اور بولنے لگے۔ بیگم صاحبہ جلد اُٹھنے کی

عادت ڈال لیجے۔ آپ کسی ملک کی ملکہِ عالیہ تو ہیں نہیں کہ جب دل چاہے اُٹھیں۔ مگر میں خاموشی سے آنسو بہاتی لیٹی رہی۔ مگر اُن کے جانے کے کافی دیر بعد اُٹھی دل چاہ رہا تھا کہ ابھی اور اِسی وقت یہاں سے چلی جاؤں مگر پھر صبر کا دامن تھامتے ہوئے یہی فیصلہ کیا کے احمر کے آفس سے آنے کا انتظار کر لوں کیونکہ یہی الفاظ میں اُن کے منہ سے بھی سننا چاہتی تھی۔

جیسے جیسے دن گزر رہے تھے میرے ہر کام میں سبھی کیڑے نکالتے رہے۔ میں اپنی طرف سے بہت محنت کرتی تھی مگر سب نے شائد یہی سوچ رکھا تھا کہ میرے کام کی تعریف کرنی ہی نہیں۔ نا صرف میرے ہر کام سے کیڑے نکالے جاتے تھے بلکہ ہر رات احمر کے کانوں تک بھی سب باتیں من و عن پہنچائی جاتی تھیں جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ مجھ سے بد دل اور بد گماں ہو گئے آفس سے آنے کے بعد وہ ماں اور بھائی کے ساتھ ہی بیٹھے رہتے تھے کھانا بھی اُنہیں کے ساتھ کھاتے تھے۔ اور میری بنائی ہر ڈش کھائی جانے کے بعد ریجکٹڈ قرار دی جانی معمول بن گیا تھا۔ میرا ذہن الجھتا جا رہا تھا امی، آپی اور دادی کے لاکھ پوچھنے پر بھی اُنہیں فی الحال کچھ بتانا نہیں چاہ رہی تھی کہ وہ پریشان نہ ہو جائیں۔ اسی کشمکش میں کچھ دن امی ابو کے پاس جانے کی احمر سے اجازت مانگی جو انہوں نے بخوشی دے دی۔ میں دل میں جو یہ مان لے کے پوچھنے گئی تھی کہ شائد وہ کہیں کہ مجھ سے پل بھر کی جدائی اُن سے برداشت نہیں۔ مگر اُن کے اجازت دے دینے پہ دل اور مان دونوں ہی ٹوٹ گئے۔ میرا اترا اترا چہرہ دیکھ کے امی اور دادی نے بار بار پوچھا کوئی پریشانی ہے تو ہم سے share کرو مگر میں جو چپ کا تالا زباں پہ لگا کے آئی تھی وہ لگا رہنے دیا۔ مجھے یہاں آئے تین دن ہو چکے تھے اور احمر نے مجھے اک میسج اور کال تک نہ کی تھی۔ دل بہت افسردہ تھا۔ اوپر سے امی اور دادی بھی پوچھنے لگیں کہ احمر نے کوئی میسج یا کال کی۔ وہ بہت مصروف ہوتے ہیں دادی اس لیے نہیں کی۔ مگر ایسی بھی کیا مصروفیت کے چوبیس گھنٹوں میں سے چند منٹ بھی بیوی کے لیے نہیں نکال سکتا۔ چھوڑیں دادی جب لینے آئیں گے تو خود ہی پوچھ لیجے گا اُن سے۔

ہاں پوچھوں گی بالکل پوچھوں گی آخر کو اتنی پیاری بیوی کے ہوتے ہوئے وہ اِس طرح لاپرواہی کیسے برت سکتا۔۔

چھوڑیں دادی۔

تُو خوش تو ہے نا بیٹا۔

جی دادی بہت خوش ہوں۔ میں نے جھوٹی مسکراہٹ کا سہارا لیتے ہوئے کہا۔ مگر دادی مطمئن نہ ہو پائی تھیں اُن کے چہرے سے واضح پتہ چل رہا تھا۔ بس میری بات سن کے چپ ہو گئیں تھیں۔

--------سنڈے کو میں نے خود ہی اُن سے آنے کا پوچھا کہ کیا وہ مجھے لینے آ رہے کہ نہیں۔ مگر انہوں نے دوست کی شادی کا بہانہ کر دیا اور کہا کہ مس خود ہی آجاؤں۔ دل تھوڑا اور ٹوٹ گیا تھا۔ مگر ناچار تیار ہو گئی اور ابو کے ساتھ سسرال آ گئی یہ دیکھ کے کہ احمر گھر پہ ہی تھے دل اور بھی اُن سے بد گمان ہو گیا تھا۔

ناراض ہو کیا۔ انہوں نے بیڈ پہ لیٹتے ہوئے مجھے خاموش دیکھ کے پوچھا۔ کوئی پہلی دفعہ نہیں تھا کہ میں خاموش تھی اس روم میں ہم دونوں کے ہوتے ہوئے بھی اکثر خاموشیوں کا ہی راج رہتا تھا۔

تو ناراض نہیں ہونا چاہیئے کیا؟

کیا جاتا جو آج آپ مجھے لینے آ جاتے۔ جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔

یہ بات تمہیں خود سے سمجھنی چاہیئے تھی کہ سک سنڈے کا دن ہوتا چھٹی کا وہ بھی آنے اور جانے میں گزار دیتا۔ اک گھنٹے کا ہی تو رستہ خود بھی آ جا سکتی ہو۔

لیکن آپ کا میرے ساتھ عمر بھر کا ساتھ آپ کو میرے گھر اور خاندان والوں کے ساتھ گھلنا ملنا چاہیئے۔

دیکھو یار میرے پاس اتنا ٹائم نہیں ہے بہتر ہے کہ اس وقت کوئی بحث نہ کرو جیسے ٹائم پاس ہو رہا ہونے دو

وہ کہہ کر کروٹ بدل کے میری طرف کمر کر کے سو گئے۔ اُن کا شادی جیسے پاکیزہ رشتے کو ٹائم پاس کہہ دینا دل کو اور بھی چُور چُور کر گیا۔ میں لیٹ کے بے آواز روئے جائے رہی تھی احمر کے ساتھ شادی کو لے جو خواب میں سجا کے آئی تھی اور شادی کے بعد جو خواب سجائے وہ سب ریت کی دیوار کی مانند ایک ایک کر کے زمیں بوس ہو رہے تھے۔ اور ریت کے یہ ذرات میری آنکھوں میں اِس وقت بُری طرح چُبھ رہے تھے۔

میرے دل پر پہلا ایٹم بم تب گرایا تھا احمر نے کہا، تم اِس گھر میں میرے گھر والوں کی خدمت گزار کے طور پہ لائی گئی ہو

۔میرے گھر والے تمھیں جو کہیں تمھارے لیے حکم کا درجہ رکھتا ہے تم میرے دل میں گھر تب ہی کر سکتی جب اُن کا دل جیت لو گی۔ دوسرا بم تب گرا یا جب شدید بخار کی حالت مں مجھے ڈرامہ باز عورت کہا۔ اور کہا کہ میرے سامنے تمھارے یہ مکر نہیں چل سکتے۔ اگر یہ مکر کرنے ہیں تو بیگ میں اپنے کپڑے ڈالو اور اپنے گھر دفع ہو جاؤ۔ شدید بخار کے اُس عالم میں بھی ہمدردی کا اک لفظ بولنے کے بجائے وہ انگارے چبا چبا کر مجھ پہ الفاظ کستے رہے۔ جب کہ رات تک وہ جان بھی گئے کے کس قدر تیز بخار تھا مگر معذرت کا اک لفظ تک نہ بولے۔

تیسرا بم تب گرا یا جب مہمانوں کے سامنے مجھ سے موبائل چھین لیا۔ قصور صرف یہی تھا کہ سارا دن مہمانوں کی بیمار ہونے کے باوجود خدمتیں کرتی رہی اور رات کو برتن دھونے کی ہمت نہ تھی احمر کی بہن کو برتن دھونے پڑے جب کہ وہ جانتی تھی کہ میری طبیعت خراب ہے۔ مگر صبح ہی صبح ماں بیٹی نے ایسے کان بھرے کہ انہوں نے میرے ہاتھوں سے موبائل چھین لیا اور مہمانوں کے سامنے اتنا فساد برپا کیا کہ مجھے اپنا وجود اُن کے سامنے چور نظر آنے لگا۔ مہمانوں کی نظروں کا سامنا نہیں کر پا رہی تھی جیسے مجھ سے بہت بڑی غلطی سرزد ہوئی اپنا کردار داغدار معلوم ہونے لگا تھا۔

پھر چوتھا بم تب گرا یا جب یہ کہا کہ انہیں بچوں کی کوئی خواہش نہں اگر تمھارے دل میں ایسی کوئی خواہش ہے تو اُسے نکال دو اپنے دل سے۔ میں ہر بات سہتی گئی کہ شائد میرے قریب رہنے سے اک نا اک دن وہ مجھ سے محبت کرنے لگ جائیں گے۔ مگر میں غلطی پر تھی کہ اُن اِس قدر دل آزاری والی باتیں سن کے اُن پہ ری ایکٹ نہ کر کے مں احمر کے دل میں جگہ بنالوں گی۔ مگر وہ اپنے گھر والو کی باتوں کے جال میں اس طرح گرفتار تھے کہ انہں میرا وجود اُس گھر مں نظر ہی نہیں آتا تھا۔ اُن کے نزدیک اک کام والی سے زیادہ اہمیت نہ تھی شادی کو آٹھ ماہ ہو چکے تھے اور اُنہوں نے کوئی بھی حقِ زوجگی ادا نہ کیا تھا۔ اور میرے لیے اب چپ رہنا محال تھا دل جو کئی عرصہ سے بغاوت پہ سر اٹھا رہا تھا میں نے اُس کا ساتھ دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

گھر والے بھی سب سن کے بہت پریشان ہوئے اور مجھ پہ غصہ بھی کے کیوں چھپایا پہلے اُن سے کیوں یہ حقیقت پہلے نہیں بتائی۔

اِس لیے کے شائد اُن کا دل میرے لیے نرم ہو جائے انہوں نے جو چاہا ویسا کیا مگر بدلے میں پاگل جاہل کے لقب سننے کو ملے۔ کیونکہ اُن لوگوں کی ہر زیادتی چپ کر کے جو سہہ رہی تھی پاگل تو سمجھنا ہی تھا اُنہوں نے نے مجھے

یہ سب جاننے کے بعد میں نے اور گھر والوں نے اُنہیں اک موقع اور دینے کا فیصلہ کیا۔ امی اور دادی نے آنٹی سے سب زیادتیاں گنواتے ہوئے کہا، کہ یہ پہلا اور آخری موقع ہے آپ اپنے بیٹے کو سمجھا لیں اگر وہ اپنے عادات اور اطوار ٹھیک کر کے جو اِس کے حقوق ہیں پورے کرے تو ٹھیک ورنہ ہماری بیٹی ہم پہ بھاری نہیں ہے۔ اِس کے بعد ہمارا حتمی فیصلہ یہی ہو گا کہ ہم اپنی بیٹی کو ہمیشہ کے لیے اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ یہ سب سُن کے آنٹی کے ہوش کچھ ٹھکانے پہ آئے اور اُنہوں نے اپنے رویہ کافی تبدیل کر لیا۔ اب نہ تو وہ بیٹے بیٹیوں سے میری برائیاں کرتی تھی نہ ہی میرے کھانوں اور کام میں کیڑے نکالتی تھیں۔ احمر کو بھی سمجھاتی تھیں اور بیوی کے کیا کیا حقوق اِس پہ بھی کافی لیکچر دیا کرتی تھیں مگر اک ماہ گزرنے کے بعد بھی احمر اپنے رویئے میں کوئی تبدیلی نہ لائے۔ لیکن میں اُنہیں آخری حد تک موقع دینا چاہتی تھی۔ اور ہر نماز میں دعا بھی کرتی تھی کہ اُن کا دل بدل جائے وہ میرے ساتھ مخلص ہو جائیں تو میں بھی اُن کی ہر غلطی ہر خطا بھول کے اور معاف کر کے نئے سِرے سے زندگی شروع کروں گی۔ مگر بدقسمتی سے میری دعا بابِ قبولیت تک نہ پہنچ پائی۔ اُن کا رویہ میرے ساتھ سرد سے سرد ہوتا چلا گیا۔ اُنہوں نے خود کو بدلنے کی ذرا سی کوشش کرنا گوارہ نہ کی تھی۔ ماں، بہن، اور بھائی کے سمجھانے کے باوجود اُنہوں نے میرے ساتھ کوئی تعلق قائم نہ کیا۔ اک گھر میں رہتے ہوئے ہم اک دوسرے سے لاتعلق سے پھرتے تھے۔ میری ساس، نند اور دیور اب اپنے دل میں شرمندہ بھی تھے احمر کو جس پٹری پہ چڑھا چکے تھے وہ اب اُس پٹری سے اترنے کو تیار نہ تھے۔ یا شائد اب اُس پٹری سے اُترنا اُن کی مردانہ شان کے خلاف تھا۔ تین ماہ اِسی طرح گزارنے کے بعد یہی رستہ باقی بچا تھا کہ میں خود کو اِس بے بنیاد رشتے سے علیدہ کر لو۔ گھر میں سبھی اب میری خوشامد کرتے اور میرا خیال رکھ کے مجھے معصوم بچے کی طرح بہلا پُھسلا کے رکھنا چاہ رہے تھے جیسے کہ کوئی انجان یا کم عقل ہوں۔ مگر میری شادی احمر سے ہوئی تھی نا کہ اُس کے گھر والوں کے ساتھ میں تمام عمر اُن لوگوں کی وجہ سے اِس طرح نہیں گزار سکتی تھی۔ اگر گزار بھی لیتی تو اِس اچھائی اور قربانی کا مجھے کیا صلہ ملتا۔ جب تین ماہ میں اک

شخص کو احساس نہیں ہوا تھا تو کیا گارنٹی کے آنے والے وقت میں وہ اِس بات کا احساس کرتا۔ سو میں نے وہاں سے چلے آنے میں ہی بہتری سمجھی

....

۔تم یقین جانو میرے دل میں تمہارے لیے بہت محبت اور عزت ہے۔ وہ میرے سامنے کھڑا کہہ رہا تھا۔

آپ کے دل میں محبت اور عزت ہے میرے لیے کیسے مان لو جبکہ آپ نے کبھی مجھے اِس بات احساس نہیں دلوایا.

اِس ایک سال میں

میں جو بھی کیا بہت غلط کیا تمہارے ساتھ میں اعتراف کرتا ہوں اپنی تمام غلطیوں اور کوتاہیوں کا۔ تم مجھے معاف کرکے بس اک موقع دو میں وعدہ کرتا ہوں آئندہ تمہیں کبھی شکائت کا موقع نہں دوں گا۔ وہ ہاتھ جوڑے معافی مانگتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

میرے سامنے وہ شخص کھڑا تھا جس نے اک سال میں سوائے مجھے ہرٹ کرنے کے اور کوئی کام نہیں کیا۔ جس نے کبھی مجھے تنہائی میں بھی یہ نہیں کہا کہ میری ذات اُن کے لیے اہم یا کوئی معنی رکھتی۔ جس نے مجھے خرچ دینا تو درکنار گھر والوں سے چوری کوئی گفٹ تک دینا بھی کبھی گوارانہ کیا۔ اُس نے کوئی حقوق پورانہ کیا تھا مگر دل کہتا تھا اُسے اک موقع اور دیا جانا چاہیے۔ شائد صبح کا بھُولا گھر لوٹ آئے وہ۔

ٹھیک ہے۔ لیکن یاد رکھیے گا یہ آخری موقع ہو گا اِس کے بعد کوئی موقع نہیں ملے گا آپ کو۔

اُس کا شرم سے جھکا سر اُٹھا اور اداس آنکھیں خوشی سے جگمگا اُٹھیں۔ آپ ڈرائنگ روم میں بیٹھیں میں پیکنگ کرکے آتی ہوں۔

شکریہ تم نے میری بات مان لی یہی امید لے کے آیا تھا تمہارے پاس کہ تم معاف کردو گی۔ تم بہت اچھی اور اچھے دل کی مالک ہو سامعہ تمہارا یہ احسان عمر بھر نہ بھول سکوں گا۔

وہ خوشی سے نہال ہوتا کمرے سے باہر چلا گیا۔

سوچا تو یہی تھا کہ چلی جاؤں احمر کو اک موقع اور دوں مگر قسمت کو شائد کچھ اور ہی منظور تھا۔ میں نے عین ٹائم پہ سب تیاری کرکے بھی اُن لوگوں کے ساتھ جانے سے انکار کردیا تھا۔

جب سے وہ لوگ گئے تھے میں چُپ تھی۔ امی نے کھانے کا پوچھا تو کہا ابھی جی نہیں چاہ رہا۔ کسی نے بھی مجھے کریدنے یا کچھ بھی پوچھنا شائد ضروری نہیں سمجھا تھا۔ میں اپنے اِس فیصلے

یہ نہ تو شرمندہ تھی اور نہ ہی دل میں کوئی ملال تھا۔ میں خوش تھی اور اِس رشتے سے ہمیشہ کے لیے آزادی چاہتی تھی۔ دل جو کچھ دنوں سے اُداس اور مغموم سا تھا اب خوشی سے سرشار تھا۔

یہاں اکیلی کیوں بیٹھی ہو سامعہ ؟ اور کھانا بھی نہیں کھایا تم نے۔ دادی عشاء کی نماز پڑھ کر میرے کمرے میں ہی آ گئی تھیں۔

بس ویسے ہی دادی۔

کیا بات ہوئی تھی تم تو خوشی خوشی جانے کو تیار ہو گئی تھی پھر عین وقت پہ جانے سے انکار کیوں کر دیا۔

کیونکہ میں نے اُنہیں اِس قابل نہیں سمجھا کہ اُن لوگوں کے ساتھ جاؤں۔

ایسا کیا ہوا؟

بتادوں گی دادی مگر فی الحال میں اِس بارے میں بات نہیں کرنا چاہتی۔

چلو ٹھیک ہے بیٹا جب دل چاہے بتانا۔ ہم سب تمہارے ساتھ ہیں تمہیں کسی بھی لمحے تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ دادی مجھے پیار سے کہتی اُٹھ کے باہر چلی گئیں۔

دل کے لیے یہی ڈھارس کافی تھی کہ میرے گھر والے مجھے کبھی تنہا نہیں چھوڑیں گے۔

اِسی وجہ سے ہی تو آج اپنی زندگی کا اتنا بڑا اور اہم فیصلہ لے لیا تھا۔ آج میں اپنے دل کی خوشی سے احمر اور اُس کے گھر والوں کے ساتھ جانے کو تیار ہوئی تھی مجھے خوشی تھی جیسے بھی سہی احمر کو احساس تو ہوا ہے۔ اور میرے لیے یہی کافی تھا کچھ دن اور لگتے اور ہماری زندگی خوشیوں کی ڈگر پہ چل ہی نکلتی سب کچھ آہستہ آہستہ معمول پہ آ جاتا ہمارے دلوں کی خلش بھی وقت کے ساتھ ساتھ ختم ہو جاتی میں احمر کو دل سے اک اور موقع دینے کو تیار ہوئی تھی۔ مگر جن لوگوں کے دل مادہ پرستی کا شکار ہوتے ہیں وہ کبھی بھی دل سے کسی کے ساتھ اچھائی نہ تو کرتے ہیں نہ ہی کوئی بھلائی چاہتے۔ وہ بس اپنی ناک اونچی رکھنے کی چاہ میں ہی جیتے ہیں اور اپنی عزت بچانے کی ہی فکر میں رہتے ہیں۔

میں خوشی تیار ہو کے جب ڈرائنگ روم کے دروازہ تک گئی احمر کی آواز پہ رکی۔

امی آپ کے کہنے پہ آیا یہاں اور سامعہ سے بات بھی کی ورنہ نہ مجھے اُس میں نہ دلچسپی ہے نہ یہ خواہش کہ وہ میرے ساتھ

رہے۔

آہستہ بول کوئی سُن لے گا۔ آنٹی نے اُس کی بات پہ اُسے آہستہ سے ڈانٹتے ہوئے کہا۔ یہ سب کرنا پڑتا ہے بیٹا خاندان میں اپنی ناک اونچی رکھنے کے لیے ابھی تو اک سال ہوا تمہاری شادی کو ابھی سے طلاق ہو گئی تو خاندان بھر میں ناک کٹ جائے گی ہماری کہ سال بھر میں ہی لڑکی کے ساتھ ایسے کیا ظلم کیے جو طلاق لے کے چلی گئی۔ ارے دو تین سال اور گزرنے دے پھر چاہے تو رکھنا چاہے تو طلاق دے دینا۔

دل جو خوش گماں ہوا تھا اک چھناکے سے ٹوٹا تھا۔ دل چاہ رہا تھا ایسے گھٹیا لوگوں کو دھکے مار کے اِس گھر سے نکال دوں جنہیں صرف اپنی ناک عزیز تھی۔ لیکن آگے جا کے میں صرف یہی کہہ کے پلٹ آئی کہ مجھے آپ کے بیٹے کا ساتھ قبول نہیں۔ میں اب بھی اپنے فیصلے پہ قائم ہوں مجھے آپ کے بیٹے طلاق چاہیے۔

بھلا ایسے شخص کا ساتھ میں کیونکر قبول کر سکتی جس میں رشتہ نبھانے کا کوئی سینس نہ تھا۔ ماں بہن اور بھائی بے شک قابلِ عزت اور محبت ہوتے مگر بیوی کا بھی اپنا مقام ہوتا ہے۔ نجانے کچھ لوگ یہ کیوں نہیں سوچتے جب وہ کسی کی بیٹی کو بیاہ کے لاتے کہ ہم نے اِسے بھی اپنی بیٹی کی طرح ہی رکھنا ہے۔ لڑکی ابھی اُس گھر میں اپنے قدم جما نہیں پاتی کہ اُس کے پاؤں کھینچنے کی تیاری شروع کر دی جاتی ہے۔ اُس نووارد لڑکی اپنائیت اور محبت دینے کے بجائے اُس کے خلاف محاذ کھول دیئے جاتے ہیں۔ اُس کے ہر کام میں کیڑے نکال کے اُسے پھوہڑ اور بدسلیقہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

شادی کے بعد اپنے بیٹے کے کان اُس کی بیوی کے خلاف بھرنے شروع کر دیے جاتے ہیں صرف اِس لیے کہ کہیں اُن کا بیٹا اُنہیں چھوڑ کے بس بیوی کا ہی نہ ہو بیٹھے۔ جہاں لڑکا اپنے گھر والوں کی سنے اور مانے اور بیوی کو حقیر اور اک نوکرانی سے زیادہ اہمیت نہ دے ایسی شادیوں کے انجام شائد علیدگی پہ ہی ہوتے ہیں۔ اگر احمر اپنے گھر والو کی مان کے بھی دل سے میرے ساتھ مخلص رہتے مجھے عزت، محبت اور بیوی کی حیثیت سے اپنے دل میں مقام دیتے تو اُن کی محبت کے سہارے اُن کے ساتھ عمر گزار دیتی۔ مگر اب علیدگی کے بعد بھی نہ تو کوئی ملال تھا مجھے نہ پچھتاوا۔

(مونا نقوی ماشاءاللہ بہت اچھا لکھتی ہیں آپ ہمشہ لکھتی رہنا۔ داستان دل کے صفحات آپکے لفظوں کا انتظار کریں گے)
ایڈیٹر: ندیم عباس ڈھکو

نکل جاو اس کمرے سے میں تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا نفرت ھے مجھے اس چہرے سے تمہارے .

نہیں تمہیں خدا کا واسطہ مجھے کمرے سے باہر مت نکالو ابھی ہماری شادی کو صرف ایک مہینہ ہی تو ہوا ہے لوگ مجھے طنز آمیز نظروں سے دیکھیں گے دھتکاریں گے ہنسیں گے مجھ پر میں سب کو کیا جواب دوں گی؟

خدا کے لیے آہستہ بولیے کوئی سن لے گا ہمارے جھگڑے کی آواز .

ارے بیٹا نکال اس گندکی پوٹلی کو باہر .

ہاں دیور جی اس نے دھوکہ دیا ہے آپ کو .

نہیں میں بے قصور ہوں میری ایک غلطی کی اتنی بڑی سزا نہ دو میں یہیں کہیں پڑی رہوں گی میرے گھر میں کسی کو میری حالت کا مت بتانا میں سب کچھ اکیلے برداشت کر لوں گی ان کو بہت دکھ ہو گا میری حالت کے بارے میں جان کر .

تمام آوازوں نے مل کر اس کا چین و سکون غارت کر دیا تھا وہ ایک دم سے ہڑبڑا کر نیند سے اٹھا اس کا جسم پسینے سے شرابور تھا. پچھلے تین سال سے وہ ان ہی خوابوں کی وجہ سے ہر رات اٹھ جایا کرتا تھا ماضی کی جن تلخ یادوں سے وہ چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا تھا. وہی یادیں اس کو اپنے حال میں بھی بے چین کیے رکھتی تھیں کہ وہ تا عمر ان یادوں سے کبھی چھٹکارا حاصل نہیں کر پائے گا پتہ نہیں اپنے گناہوں کا کفارہ وہ کبھی ادا کر پائے گا یا پھر تمام عمر ایسے ہی جلتے انگاروں پر ننگے پاؤں چلتا رہے گا اس نے سونا نہیں تھا بلکہ صبح ہونے کا انتظار کرنا تھا یہ خواب اسے یونہی بے بس کر دیتے تھے اور اس کی نیند اڑن چھو کر دیا کرتے تھے.

*****

سنا تم نے اپیا کے لئے ایک پرپوزل آیا ہے اس نے سونیا اپیا سمیت باقی کی دو بہنوں کو اپنے انداز میں ایک زبردست خبر سنائی تھی .

لیکن وہاں ہنوز خاموشی ہی طاری تھی جس پر رابعہ نے برا سا منہ بنایا .

اپیا کے علاوہ باقی کی دو بہنوں نے اسے چھپ کر دیکھا اور اس کو بانہوں کے حلقے میں لے کر زور سے چلا کر یک زبان ہو کر کہا ہمیں تم سے پہلے ہی پتہ تھا اس خبر کا, اس پر رابعہ نے اپنا منہ مزید بگاڑا . پھر تینوں نے سونیا اپیا کے چہرے پر کچھ کھوجنے کی کوشش کی لیکن وہ ویسی ہی خاموشی کی حالت میں بیٹھی رہی جو اس کے مزاج کا خاصہ ہوا کرتی تھی ہمیشہ سے .

ارے اپیا اب تو تھوڑا مسکرا لو ایسے موقعے پر تو پتھر سے پتھر دل والے بھی موم کے ہو جاتے ہیں اور آپ کو تو جیسے کوئی فرق ہی نہیں پڑتا .

دوسرے نمبر والی بہن اریبہ نے کشن پر اپنا تمام وزن ڈالتے ہوئے مایوسی سے کہا .

جو فیصلہ امی, ابو نے کر دیا وہ ٹھیک ہی ہو گا اور شادی کے بعد ہی پتہ چلے گا تمہیں میری خوشی اور ناخوشی کا . اس نے اطمینان سے جواب دیا اور کمرے سے باہر نکل گئی .

یہ نہیں سدھریں گی اور نہ ان کا مزاج کبھی کسی کے لیے بدلے گا . چلو ہم تو انجوائے کریں گے ان کی خیر ہے . پھر تینوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کشن سے ایک دوسرے کو مارنے لگیں .

*****

عبد اللہ صاحب ایک متوسط طبقے کے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں. کسی زمانے میں وہ امیروں میں اور ان کی طرح ہی عزت و شہرت کے معاملے میں شہر میں پہچانے جاتے تھے .

اللہ نے انہیں ہر طرح کی نعمت سے نوازا تھا سوائے بیٹے کی نعمت کے . بیٹے کی خواہش میں یکے بعد دیگرے ان کی بیوی

سلطانہ نے تین بیٹیوں کو جنم دیا اور پھر چوتھی بار پانچ سال کے وقفے کے بعد بھی جب انھوں نے رابعہ کو جنم دیا تو عبداللہ صاحب کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

انہوں نے اپنی بیوی اور بچوں سے منہ موڑ لیا اور دنیا کی رنگینیوں اور رنگ رلیوں میں اپنا کاروبار ضایع کر دیا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ اسی وقت سے ہی کسی نئے کام یا کاروبار کے لیے جدوجہد کرتے لیکن ایک عرصہ انہوں نے بیٹھ کر دونوں ہاتھوں سے پیسہ اڑایا تھا جس سے انہیں بغیر محنت کے کھانے پینے کی عادت ہو گئی تھی وہ صرف آرام چاہتے تھے اور کمانا غیر ضروری سمجھتے تھے جب حالات خراب ہونے لگے تو انہوں نے اپنے دوستوں سے قرضے لینا شروع کر دیے ایک عرصہ انہوں نے قرضے کے پیسوں سے گزر بسر کی اور قرضہ بھی وہ ہزاروں کا نہیں لاکھوں کا لیا کرتے تھے۔

سلطانہ بیگم نے اچھے وقتوں میں اپنی بیٹیوں کے لئے جہیز کے سامان اور سونے کے زیورات جمع کرنا شروع کر دیے تھے جس سے عبداللہ صاحب ناواقف تھے۔ قرض داروں نے گھر کے چکر کاٹنا شروع کر دیے تھے تنگ آ کر انہوں نے اپنا گھر بیچ دیا اور حاصل ہونے والی رقم سے قرض داروں کا منہ بند کیا اور پھر خود کرائے کے گھر میں اپنے بچوں کے ساتھ رہنے لگے تھے اتنا سب کچھ ہونے کے بعد بھی وہ نہ سنبھلے تھے ان کی عادت سے تنگ آ کر سونیا نے پارٹ ٹائم جاب سٹارٹ کر دی اور سلطانہ بیگم نے کپڑے سینا شروع کر دیئے محلے والوں کے,وہ سونیا کا بوجھ بانٹنا چاہتی تھیں کیونکہ وہ یونیورسٹی بھی جایا کرتی تھی اور رات کو اپنی تعلیم پر بھی توجہ دینی ہوتی تھی وہ تمام بوجھ اس اکیلی پر نہیں ڈالنا چاہتی تھیں ماں کی دیکھا دیکھی اریبہ اور طوبی نے بھی کالج سے آتے ہی شام کو بچوں کو ٹیوشن پڑھانا سٹارٹ کر دی رابعہ چونکہ سب میں چھوٹی تھی اور پانچویں کی سٹوڈنٹ بھی تھی تو اس نے کم عمری میں ہی ماں کا ہاتھ بٹانا شروع کر دیا۔ یوں وہ پانچوں رفتہ رفتہ زندگی کی گاڑی کو کھینچ رہے تھے اور بمشکل اپنی ضروریات کو پورا کیا کرتے تھے جبکہ عبداللہ کا وہی کام تھا صبح سویرے گھر سے نکلتے اور رات گئے واپس آتے اور گھر بھی نہیں آیا کرتے تھے۔
زندگی یوں ہی چل رہی تھی کہ ان کے پڑوس میں ایک رشتہ

کروانے والی نے انہیں یہ خوشخبری سنائی کہ سونیا کے لیے ایک رشتہ آیا ہے لڑکے کے گھر والے متوسط طبقے کے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے ایک ماں اور تین بھائیوں پر مشتمل یہ خاندان تھا دو بھائی شادی شدہ تھے تیسرے والے کے لئے سونیا درکار تھی سب کچھ ٹھیک تھا بظاہر تو کمی صرف یہ تھی کہ لڑکا صرف میٹرک پاس تھا اور سونیا نے ہمیشہ اپنے لئے ایک باشعور اور سمجھ دار شریک سفر کا سوچا تھا . وہ اس رشتے پر اگر خوش نہ تھی تو دکھی بھی نہ تھی وہ مطمئن تھی اپنے گھر میں لوگوں کی کمی کی خاطر ابو نے سونیا کا رشتہ جھٹ پٹ طے کر دیا اور انہیں تاریخ بھی دے دی .

*****

پندرہ دن بعد شادی ہونا طے پای تھی . شادی کے لیے ابا نے پانچ لاکھ کا قرضہ لیا جس پر سلطانہ بیگم نے اپنا سر پیٹ لیا . سامان تو انہوں نے ان کے پیدا ہونے سے ہی جمع کرنا شروع کر دیا تھا زیورات میں بھی وہ ایک ایک سیٹ تینوں کا جمع کر چکی تھیں صرف رابعہ کا بننا رہ گیا تھا . سونے کے زیورات دیکھ کر عبداللہ صاحب کا پارہ ہائی ہو گیا انہوں نے اس بات پر اپنا غصہ ظاہر کیا کہ سلطانہ بیگم کو اس کی پرواہ نہ تھی وہ شادی کی تیاریوں میں لگی رہیں .

یوں شادی کی تیاریاں ہونے لگیں سونیا بھی مطمئن تھی . شادی سے ایک ہفتہ پہلے تو سب ٹھیک تھا لیکن ایک فون کال نے سونیا کا چین وسکون غارت کر دیا . وہ پریشان و چپ چاپ رہنے لگی گھر میں اس کی پہلے بھی کسی سے کوئی خاص نہیں بنتی تھی لیکن طوبی سے وہ اپنی کچھ باتیں ڈسکس کر لیا کرتی تھی اپنی یہ بہن اسے اپنے سب سے زیادہ قریب لگا کرتی تھی . طوبی بھی اس کی پریشانی نوٹ کرنے لگی تھی وہ سونیا سے پوچھنا چاہتی تھی کہ آخر بات کیا ہے ؟لیکن اس کو موقع نہیں مل رہا تھا پھر ایک شام اس کے نوکری سے آتے ہی طوبی نے اسے آلیا اور اس سے اس کی پریشانی کی وجہ پوچھنے لگی پہلے تو وہ ٹالتی رہی لیکن اس کے اصرار کرنے پر وہ اس کو بتانے لگی اور اس نے رونا شروع کر دیا .

تمام بات جان کر طوبی بھی پریشان ہو گئی تھی لیکن اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا شادی میں صرف پانچ دن ہی تو رہ گئے تھے ۔ اس نے سونیا کو صبر کی تلقین کی اور اس کو آنے والا وقت یاد دلا کر خوش رہنے کو کہا اس کی بات پر سونیا چپ ہو گئی کیونکہ اب واقعی بہت دیر ہو گئی تھی ۔

یوں پانچ دن بعد وہ سونیا عبداللہ سے سونیا شہباز بن گئی اور بیاہ کر شہباز کے گھر آ بسی ۔شادی کی رات وہ پھولوں کی سیج پر بیٹھی شہباز کا انتظار کرنے لگی رات کے ڈیڑھ بجے وہ کمرے میں داخل ہوا اور دبے پاؤں بیڈ پر اس کے سامنے بیٹھ گیا اور اس کا گھونٹ الٹ دیا ۔وہ اس کو دیکھ کر مبہوت رہ گیا پھر اس کا ہاتھ تھاما اور اس کی انگلی میں انگوٹھی پہنا کر بولا تصویر میں تم جتنی خوبصورت تھی مجھے یقین نہیں تھا تم حقیقت میں بھی اتنی ہی خوبصورت ہو گی وہ کہتے ہیں ناں کہ جو تصویر میں خوبصورت ہوتا ہے وہ حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہوتا تم نے تو مجھے ایک رات میں ہی خرید لیا ۔میں تھوڑا غصے کا تیز ہوں تم سے امید رکھوں گا کہ تم مجھ جیسے سر پھرے کو قابو کر لو گی یوں تو میں پورا کا پورا تمہارا ہوں لیکن اگر کبھی غلطی سے یا جانتے بوجھتے ہوئے تم سے کچھ غلط کہہ دوں تو مجھے معاف کر دینا وہ کہتے ہیں ناں سب سے آخر کا بچہ دیگچے کی کھرچن ہوتا ہے تو میں بھی وہی ہوں اسی لئے مزاج کا تیز ہوں لیکن اس کے بعد بھی اپنے والدین سے کوئی گلہ نہیں مجھے کہ انہوں نے مجھ سے زیادہ اپنے درمیان موجود جھگڑوں اور خلش کو وقت دیا ۔میں چاہتا ہوں کہ تم میری ماں کی میری ہی طرح عزت کرو میں ان سے بدلہ نہیں لینا چاہتا ان کے جیسا سلوک کر کے ابو کے جانے سے وہ کافی ٹوٹ گئی ہیں ہاں غصہ بہت آتا ہے انھیں اور کافی منہ پھٹ بھی ہیں لیکن مجھے یقین ہے جس طرح تم نے مجھے جیتا ہے اسی طرح ایک دن میری ماں کا دل بھی جیت لو گی ۔

کیا آپ کی ماں کو میں پسند نہیں ہوں؟

اس نے اس دوران پہلی دفعہ زبان کھولی تھی اس کی آواز کی دلکشی میں وہ کہیں کھو سا گیا پھر یکدم سنبھل کر بولا ۔انہیں بڑے بھائیوں کی طرح میرے لئے بھی کسی امیر لڑکی کی تلاش تھی لیکن مجھے میرے ہی جیسی مڈل کلاس گھرانے کی

لڑکی چاہیئے تھی سچ پوچھو تو رشتے والی کا تو بہانہ تھا تمہارے گھر آنا مجھے اپنے لئے سلیقہ شعار اور باوفا عورت کی ضرورت تھی میں تمہیں روز حجاب میں جاتا دیکھتا تھا اور تمہارا تعاقب کرتا تھا تم سوچ رہی ہو گی کہ میں کیوں تمہارا پیچھا کرتا تھا مجھے آج کل کے دور کی فیشن ایبل اور بے حیا لڑکیاں پسند نہیں جو گھر سے کہہ کے کچھ نکلتی ہیں جاتی کہیں اور ہیں ۔ مجھے تم سے صرف یہ کہنا ہے کہ میں نے تمہیں تمہاری شرافت اور پاکبازی کی وجہ سے اپنایا ہے مجھے کبھی موقع نہ دینا کہ مجھے اپنی ہی نظروں کے گرنا پڑے ۔ مجھے کبھی یہ نہ سننا پڑے کہ تم میرے علاوہ کسی اور میں کبھی انٹرسٹڈ تھیں ۔ مجھے لگتا ہے کہ تم مجھے کبھی شکایت کا موقع نہیں دو گی اور ویسے بھی آج بہت زیادہ ہو گیا ہے باقی باتیں پھر کسی وقت کے لئے اٹھا رکھتا ہوں ۔ ہماری زندگی میں یہ لمحے دوبارہ نہیں آئیں گے میں انہیں ضایع نہیں نہیں کرنا چاہتا اتنا کہتے ہی اس نے لیمپ آف کر دیا۔

******

اس کی آنکھ صبح کے نو بجے دروازے پر ہونے والی دستک سے کھلی اس نے بائیں جانب دیکھا جہاں شہباز ابھی تک سو رہا تھا اور دروازے پر دستک مسلسل ہو رہی تھی اس نے دوپٹے کو سر پر لیا اور دروازہ کھولا جہاں اس کی بڑی بھابی منہ بنائے کھڑی تھی تمہارے گھر سے ناشتا آیا ہے اور تمہاری بہنیں آئی ہیں تیار ہو کر جلدی نیچے آجاو پھر اس نے دروازے سے اندر جھانکا جہاں بیڈ پر ابھی تک شہباز سو رہا تھا لگتا ہے دیور جی کی نیند پوری نہیں ہوئی اس بات پر سونیا کا چہرہ شرم سے لال ہو گیا اس نے دروازہ بند کیا تب تک وہ بھی جا چکی تھی پھر بستر پر آکر شہباز کو اٹھانے کی کوشش کی ۔ سنیں صبح ہو گئی ہے نو بج رہے ہیں آپ اٹھ جائیں جلدی سے اس نے اس کے کندھے کو چھو کر التجا کی ۔ وہ ذرا سا کسمسایا پھر اس کو دیکھ کر مسکرایا اور اس کو اپنی طرف کھینچا یہ آپ کیا کر رہے ہیں پلیز چھوڑیں بہت دیر ہو گئی ہے سب کیا سوچیں گے ؟ وہ گھبرائی ۔

سوچنے دو جو سوچتے ہیں بس میرے قریب رہو تم جتنے کہ اب ہو ۔ طوبی اور اریبہ آچکی ہیں ناشتا لے کر وہ میرا اور آپ کا انتظار کر رہی ہیں اوہ اچھا تو میری دونوں سالیاں آئی ہیں میں

نے تو سنا تھا میری تین سالیاں ہیں جبکہ تیسری کو تو میں نے دیکھا ہی نہیں وہ اس کو بانہوں میں لے کر بولا . وہ نانی کے گھر ہے ان کی طبیعت خراب تھی ناں. اس نے باتوں میں لگا کر اس سے اپنے آپ کو چھڑایا جس پر اس نے اسے گھورا اور خود باتھ روم میں گھس گئی . اور وہ فریش ہو کر اس سے پہلے ہی نیچے چلا گیا .

*****

اس نے کمرے میں داخل ہو کر سب کو سلام کیا اور شہباز کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی . وہ سادگی میں بھی بہت خوبصورت لگ رہی تھی اور اس کو دیکھ کر اس کی بھابیوں اور ساس نے منہ بنا لیا تھا . واہ ایپا آپ تو بہت پیاری لگ رہی ہیں طوبی نے اسے دیکھتے ہوئے کہا .

شہباز نے اس کے کپ میں چائے ڈالی اور مسکرا کر اسے دیکھا . پتہ ہے شہباز بھائی ہماری ایپا اتنی سمپل اور سنجیدہ ہیں کہ ہم تو آپ پر ترس کھا رہے تھے کہ یہ آپ کے لئے پتہ نہیں کیسے سجے سنورے گی اور آپ سے ٹھیک سے بولیں گی بھی یا نہیں . لیکن اب مجھے لگتا ہے کہ آپ کی قسمت اتنی بھی خراب نہیں . اریبہ نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا .

ارے سالی صاحبہ ! آپ بے فکر رہیں آپ دیکھیے ہم آپ کی ایپا کو کیا سے کیا بنا دیں گے اور آپ ان کو خود دیکھتی رہ جائیں گی اس نے سونیا کو معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا جس سے شرم کے مارے سونیا نے منہ پھیر لیا اور اس کی ساس نے حسد سے اسے دیکھا کہ وہ بیٹے کو ابھی سے قابو کرنے لگی ہے .

****

وہ اپنے جہیز کے سامان کو حسرت سے دیکھ رہی تھی جو اس کی بغیر اجازت کے استعمال میں لائے جا رہے تھے اور جن میں سے دو گلاس اور پلیٹیں تو توڑ بھی دی گئیں تھیں لا یے بھابی میں ڈال دیتی ہوں چائے کپوں میں .

ارے رہنے دو بی بی جب چائے بنا رہی تھی تب تو تم نے پوچھا نہیں اب ڈالنے آ گئی ہو میں خود ڈال لوں

گی اس نے چھیننے کی کوشش کی اور اس افتاد پر چائے کی کیتلی اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی جس پر اس کی بھابی نے چلانا شروع کر دیا ارے شہباز دیکھو تو ذرا تمہاری بیگم نے کیا کیا شادی کو تیسرا دن ہوا اور اس نے ابھی سے ہماری چیزیں توڑنا پٹخنا شروع کر دی ارے کوئی سن بھی رہا ہے میں کیا کہہ رہی ہوں؟

ارے رقیہ کیوں گلا پھاڑ کر رو رہی ہے کیوں اتنا اودھم مچا رکھا ہے؟

ارے واہ کیوں نہ روؤں دو دن کی آئی اس لڑکی نے میرے برتن توڑ دیئے .

ساس نے اس کو گھورا تو اس نے ڈر کے مارے کہا نہیں آنٹی مجھ سے اچانک ہی ٹوٹ گئی میرا ایسا کوئی ارادہ نہ تھا ری تو تو یہ کہہ کر فارغ ہو گئی کہ اچانک ٹوٹ گئی میرا تو سیٹ خراب گیا ناں .بھابی آپ میرے برتنوں میں سے کیتلی اور چائے کا سیٹ لے لیجئے گا تب تک شہباز بھٹی بھی آ گیا تھا .ٹھیک ہے اگر تو اتنا کہہ ہی رہی ہے تو لے لیتی ہوں جبکہ میرا سیٹ تیرے سے زیادہ مہنگا ہے پھر بھی تجھ پر رحم کھا رہی ہوں غریب گھر کی لڑکی ہے کچھ تو رعایت کر سکتی ہوں میں تیرے ساتھ بھابی پلیز میری بیوی ہے یہ تمیز سے بات کریں اس کے ساتھ . شہباز نے غصے سے کہا

شہباز آپ پلیز چپ ہو جائیں میں نے بات کر لی ہے ناں

ارے تو نے کیا بات کر لی بی بی دو دن کی چھوکری تجھے ماں بھابی سے زیادہ عزیز ہو گئی بھابی بھی وہ جو تیری پھوپھی کی بیٹی بھی ہے اس کی ساس نے ہاتھ نچا نچا کر جاہلوں والے انداز میں کہا .ماں کی یہ بات سن کر اس نے اپنے غصے کو مشکل سے کنٹرول کیا لیکن امی اپ دیکھ تو رہی تھی کہ بھابی سونیا سے کیسے بات کر رہی تھی ہاں تو اب تو اس دو ٹکے کی لڑکی کی وجہ سے ایسے بات کرے گا ہم سے تجھے تمیز کے سبق پڑھانے لگی ہے یہ چار جماعتیں پڑھی ہوں گی اس نے ہمیں نہ سکھائے ہم تو ایسے ہی رہیں گے جاہل بن کر کسی کے باپ کا نہیں کھا رہے جو دب کے رہیں اس سے یا کسی سے بھی میری پسند سے شادی کی ہوتی آج ہمیں تیور نہ دکھاتی وہ یوں کر کے ,لے رقیہ جیسے

اس نے تیرے برتن توڑے ویسے تو بھی اس کے برتن توڑدے ۔

شہباز غصے سے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ سونیا کے ہاتھ دبانے پر خاموش ہو گیا اور اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے اسے کمرے میں لے آیا ۔ کیوں تم نے مجھے وہاں بولنے سے روکا ۔؟

آپ میری وجہ سے اپنی ماں کے خلاف بولتے میں کیسے یہ برداشت کر سکتی تھی اور وہ جو تمہیں برا بھلا کہہ رہیں تھیں ۔

کیا کہا انہوں نے غریب گھر کی لڑکی ناں تو وہاں ہوں میں غریب گھر کی اس میں برا ماننے والی کیا بات ہے ؟

تم میری بیوی ہو اس نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا ۔ میں جانتی ہوں اور اس بات کا اور اس گھر کی بہو ہونے کا احساس میں خود دلاؤں گی انہیں وہ بھی محبت سے اگر آپ اس میں میرا ساتھ دیں گے تو ۔ اس نے اپنا ہاتھ شہباز کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا،

لیکن ایک شرط پر ۔

وہ کیا؟ سونیا نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھتے ہوئے کہا ۔ کہ تم مجھے آپ نہیں تم کہہ کر بلاؤ گی ۔

ایسا کیسے ہو سکتا ہے آپ میرے شوہر ہیں میں عزت کرتی ہوں آپ کی ۔

وہی تو میں بھی کہہ رہا ہوں کہ میں تمہارا شوہر ہوں میں چاہتا ہوں کہ تم میری عزت کے ساتھ مجھ سے محبت بھی کرو اور مجھے محبت سے تم پکارا کرو ۔

لیکن .....

لیکن ویکن کچھ نہیں ورنہ میں ناراض ہو جاؤں گا تم سے ۔ ویسے تم سوچتی ہو گی ناں کہ تم جیسی پڑھی لکھی لڑکی ہم جیسے جاہلوں کے گھر آگی ۔

نہیں میں ایسا کچھ نہیں سوچتی ..

میں کیسے یقین کروں تمہاری بات کا اس نے اسے قریب کرتے ہوئے پوچھا میں کیسے یقین دلا سکتی ہوں تمہیں اس بات کا؟

اس نے اس کی آغوش سے نکلنے کے کی کوشش کی ۔ جبکہ وہ اس کے تم کہنے پر مسکرایا ۔ وہ ایسے کہ جب میں تمہارے قریب آؤں تو تم میرے مزید اس طرح قریب ہو جایا کرو جیسے .... ۔ اس نے بات کو ادھورا چھوڑا ۔

جیسے ؟ سونیا نے گھبرا کر پوچھا

جیسے اس وقت میں تم میرے اتنے قریب ہو کہ میں تمہاری دھڑکن اور آنکھوں کی جنبش کو اتنے قریب سے محسوس کر سکتا ہوں میں چاہتا ہوں کہ تم بھی مجھے اسی طرح محسوس کرو وہ اس کے مزید قریب ہوا ۔

آنٹی, اس نے یکدم کہا

شہباز نے گھبرا کر ادھر اُدھر دیکھا ۔ وہ ہنستی ہوئی بھاگ گئی جبکہ شہباز اس کی اس بے ایمانی پر مسکرا گیا ۔

******

ان کی شادی کو پندرہ دن گزر گئے تھے وہ جتنا اس کے قریب جانے کی کوشش کرتا وہ اس سے اتنا ہی دور بھاگتی اور جھجکتی تھی وہ اس کو اس کی شرم سمجھتا اور نظر انداز کر دیتا اور ان دنوں میں اس کی بھابیاں اور ساس بھی اسے تذلیل کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتیں لیکن وہ پھر بھی سونیا کا ہی ساتھ دیتا آج وہ کام سے جلدی واپس گھر آ گیا تھا کہ اس نے کمرے میں طوبیٰ اور سونیا کی آواز سنی غیر اخلاقی طور پر وہ ان کی باتیں سننے لگا اور جیسے جیسے وہ ان کی باتیں سنتا گیا اس کے چہرے کا رنگ سرخ ہو تا گیا اور وہ غصے سے بے قابو ہو گیا ۔

******

وہ روز تازہ ہوا کھانے باغ میں آیا کرتا تھا اور وہ روز اس کو دیکھا کرتی تھی اور وہ بھی جانتا تھا کہ وہ اس کو کیوں دیکھتی ہے اس کی آنکھوں میں اسے اپنے لئے پسندیدگی صاف نظر آتی تھی وہ اسے نظر انداز کر دیتا تھا کیونکہ وہ اس قابل نہیں تھا کہ کسی کے بھی خواب پورے کرتا ۔ لیکن آج وہ بھی پورے ادارے کے ساتھ آئی تھی ۔

سنیے مسٹر ! کہیے محترمہ ۔ کیا میں آپ سے کچھ دیر کے لئے بات کر سکتی ہوں .جی کہیے میں سن

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

رہاہوں .اس نے اس کو غور سے دیکھتے ہوئے کہااس کے
چہرے پر اسے ہلکی سی شناسائی کا اچنبھاہوا .میں آپ سے
شادی کرناچاہتی ہوں اس کی اس بات پہ وہ یکدم حیران ہوا
میں آپ کو روز یہاں پر دیکھتی ہوں اور تین ماہ سے صرف
آپ کے لیے یہاں آتی ہوں .پلیز مجھے سوچ سمجھ کر جواب
دیجیئے گا آخری فیصلہ آپ کا ہی ہو گا لیکن جو بھی
کیجیئے گا میرے جذبات واحساسات کی قدر کیجیے گا .میں جانتا
تھا کہ یہی کہیں گی آپ مجھ سے لیکن ایک بات سمجھ نہیں
آرہی کہ آپ مجھ سے کیوں شادی کرناچاہتی ہیں جبکہ میں
آپ سے پورے دس سال بڑاہوں اور پھر آپ کے اور آپ
سے جڑے خوابوں کو بھی پورا نہیں کر سکتا میں تو خود اپنا بوجھ
اٹھانے کے لئے کسی دوسرے کا محتاج ہوں میں تو خود اپاہج
ہوں .میں جانتی تھی کہ آپ مجھ سے یہی کہیں گے لیکن آپ
نے سناہو گا کہ محبت اندھی ہوتی ہے اور میں زیادہ لمبی بات
کر کے آپ کا وقت ضائع نہیں کروں گی صرف اتنا کہوں گی
کہ میں آپ کی محبت میں اندھی ہو گی ہوں میں آپ کا سہارا
بنناچاہتی ہوں اور عام لڑکیوں کی طرح آپ سے کوئی ڈیمانڈ
نہیں کرناچاہتی .میرا اس دنیامیں کوئی نہیں شروع سے یتیم
خانے میں رہی ہوں بس اب مجھے آپ کا ساتھ چاہئے اب
میں چلتی ہوں کل آپ سے اسی وقت اور اسی جگہ ملاقات
ہو گی اللہ
حافظ

*****

میں جانتی تھی کہ آپ کا جواب ہاں ہی ہو گا آپ مجھے سمجھیں
گے اور میری محبت کی تذلیل نہیں کریں گے
تھینکس

تھینکس تو مجھے آپ سے کہناچاہیے کہ آپ نے مجھ
جیسے معذور کو زندگی کی نوید سنائی اور یہ جانتے ہوئے کہ میں
تاعمر معذور رہوں گا پلیز آپ ایسی باتیں کر کے مجھے شرمندہ
مت کریں .لیکن میری ایک شرط ہے آپ
سے .اس نے اپنے چشمے کو صاف کرتے ہوئے
کہا .وہ کیا؟روبی نے حیرت سے
پوچھا .

آپ کو مجھ سے ابھی اور اسی وقت شادی کرنی ہوگی اور میری طرف سے کوئی شرکت نہیں کرے گا سوائے میرے چند دوستوں کے مجھے آپ کی ہر بات منظور ہے .ایک بات اور بھی ہے جو میں نے آپ کو نہیں بتائی اور مجھے لگتا ہے کہ وہ بات آپ کو معلوم ہونی چاہیئے اور یہ بات سن کر آپ مجھے انکار بھی کر سکتی ہیں. کیپیے مجھے یقین ہے کہ جو بھی بات ہوگی وہ ہمارے تعلق میں کوئی دیوار نہیں کھڑی کر سکے گی . میں آپ سے پہلے کسی کو پسند کرتا تھا اور آج بھی پسند کرتا ہوں اور ....بس میں سمجھ گئی تھی جو کچھ تھا وہ آپ کا ماضی تھا اور مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں اور جہاں تک ابھی بھی آپ اسے پسند کرتے ہیں تو یہ پسندیدگی ختم ہو جائے گی جب میں آپ کی زندگی میں شامل ہو جاؤں گی . اور فی الحال تو میں کوئی وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی آپ چلیں میرے ساتھ میری فرینڈ کے گھر میں چاہتی ہوں کہ نکاح وہیں ہو ہمارا آپ اپنے دوستوں کو بھی انفارم کر دیں .یہ میرا گھر ہے اور آج سے تمہارا بھی ہے ایک نیلے رنگ کے گیٹ کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے کہا اس کے دوست اور وہ اسے سہارہ دے کر گھر کے اندر لا رہے تھے جب روبی نے انہیں روک دیا اور وہیل چیئر پر اسے بٹھاتے ہوئے اس کی کرسی کو اندر کی طرف دھکیلنے لگی اندر اسے سوائے تین عورتوں اور دو ابنارمل بچوں کے کوئی نظر نہیں آیا جو ایک چارپائی پر گندے اور غلیظ لباس میں پڑے تھے ان پر مکھیوں کا انبار لگا ہوا تھا . یہ میری بیوی ہے کہ اس کو اس گھر میں وہ عزت ملے جو اس کا حق ہے . دو عورتیں کام میں مصروف تھیں جبکہ تیسری کافی عمر رسیدہ اور بزرگ عورت تھی جو چارپائی پر لیٹی تھی اور اس کی حالت سے لگ رہا تھا جیسے وہ ہل بھی نہیں سکتی اور اس کی چارپائی کے نیچے سے ایک لکیر نما لہر رواں تھی جس پر دونوں عورتوں کا منہ بن گیا تھا اور وہ آپس میں لڑ رہی تھیں کہ اب اس کی باری ہے اسے صاف کرنے کی .

روبی یہ سب حیرت سے دیکھ رہی تھی . چلو روبی اوپر ہمارا کمرہ ہے

.

روبی تم نے میری ایک بات غور سے نہیں سنی ہی نہیں میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ میں پہلے بھی ایک عدد شادی کر چکا تھا اور ....

بس یہ رات ایسی باتوں کے لئے نہیں اب چپ ہو جائیں .

روبی نے اس کی بات کاٹ دی اور وہ اس کی بات پر ششدر رہ گیا اور حیرانی سے اسے دیکھنے لگ گیا

****

.

رات کے دو بج رہے تھے جب وہ کسی خواب سے ڈر کر اٹھ بیٹھا اور اس کی آواز سے روبی اٹھ بیٹھی . کیا ہوا شہباز تم اٹھ کیوں گئے . روبی پلیز مجھے بچا لو وہ مجھے سونے نہیں دیتی اسے کہو روبی مجھے معاف کر دے . میں بہت شرمندہ ہوں اپنے کیے پر . شہباز آخر بات کیا ہے کیوں آپ رو رہے ہیں اس نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا . کچھ نہیں سو جاو تم میں بھی سو رہا ہوں اتنا کہہ کر اس نے کمبل درست کیا اور اس کو اپنے قریب کر کے سونے کی کوشش کرنے لگا

.

****

ناشتے کے بعد وہ دونوں لان میں بیٹھے دھوپ سینک رہے تھے اور شہباز اخبار کا مطالعہ بھی کر رہا تھا . مجھے تو لگتا ہے تمہیں مجھ سے زیادہ اس اخبار کی ضرورت ہے . اس نے منہ بناتے ہوئے کہا.

میں تم سے کتنا بڑا ہوں روبی تم مجھے پھر بھی تم کہتی ہو . اس نے مسکرا کے پوچھا . آپ کو برا لگتا ہے کیا؟ نہیں مرضی ہے تمہاری آپ بولو یا تم بس ویسے ہی پوچھ رہا تھا . میں تمہاری عزت کرتی ہوں اور تم سے محبت بھی کرتی ہوں لیکن عزت سے زیادہ محبت اسی لئے تمہیں تم بولتی ہوں . وہ یکدم چونکا. الفاظ کچھ جانے پہچانے تھے . وہ اسکو عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگا

******

وہ کرسی پر بیٹھا کچھ لکھنے میں مصروف تھا جب وہ اس کے قریب چلی آئی . اور پتہ ہے میری کیا خواہش ہے کہ تم

میرے اتنے قریب رہو جتنے کہ میں تمہارے دل کی دھڑکن
اور تمہاری آنکھوں کی جنبش صاف محسوس کر سکتی ہوں .یہ
سنتے ہی اس نے اسے پیچھے دھکیلا .اور چلایا کون ہو تم کیا
چاہتی ہو کس لئے آئی ہو؟ وہ ہذیانی انداز میں چیخ رہا تھا .وہ
تمہیں میں ابھی بتانے نہیں والی کہ کون ہوں میں ؟بس
تمہیں خود احساس دلاوں گی کہ کون ہو سکتی ہوں میں تمہیں
خود پہچاننا ہو گا مجھے .سونیا ,سونیا ہوناں تم نہیں تم کیسے ہو سکتی
ہو تم تو مر چکی ہو تین سال
پہلے

****

.

میں شہباز رضا اپنے والد رضا اور والدہ راشدہ کا تیسرا بیٹا
میرے پیدا ہونے کے دو سال بعد میرے والد فوت ہو گئے
میری ماں اپنی تمام توجہ بڑے بیٹوں پر دینے لگی اور مجھے نظر
انداز کر دیا میری ماں نے ہمیں پالنے کے لئے دوسری شادی
کر لی .وہ آدمی لالچی تھا ہر بات پر امی سے پیسے وصولتا اور
بدلے میں وہ دونوں جھگڑتے اور اس وجہ سے اکثر امی مجھ پر
بات اٹھاتی وقت گزر تا گیا میرا سوتیلا باپ تمام دولت و
جائیداد لے کر بھاگ گیا اور میرے بھائی تب تک بڑے اور
سمجھ دار ہو گئے تھے اور کمانے لگے تھے ہم تینوں میں کوئی بھی
پڑھ نہیں پایا تھا میٹرک سے آگے گھر کے ماحول کو دیکھ کر دل
ہی نہیں کرتا تھا پڑھنے کا .امی اپنے دونوں بیٹوں کے لئے اپنی
پسند کی دلہن لائی دونوں امیر خاندان کی تھیں میرے کام
کبھی کرتیں کبھی نہ کرتیں ہر بات پر مجھے طعنے دیا کرتیں مفت
کی روٹیاں توڑنے کا میں نے الیکٹریشن کا کام سیکھا اور
الیکٹریسٹی کی چیزیں ٹھیک کرنے کی دکان کھول لی میں چاہتا تھا
میں اپنے لئے اپنی طرح کی لڑکی ڈھونڈوں تاکہ وہ مجھے
بھابیوں کی طرح حقیر نہ سمجھے اور میری تذلیل نہ کرے اس
کے ساتھ میں چاہتا تھا کہ وہ میری ہو کر رہے میرے علاوہ
کسی کے بارے میں نہ سوچے ایک دن میری نظر بلا ارادہ اس
پر گئی وہ روز یونیورسٹی کے لئے نکلتی مکمل برقعے اور حجاب میں .
میں نے اسے کبھی نہ دیکھا تھا بس اتنا پتہ تھا کہ وہ میرے گھر
کی دو گلیاں چھوڑ کر تیسرے نمبر کے مکان میں رہتی ہے اور
اس گھر کی سب سے بڑی لڑکی ہے .میں اسے پسند کرنے لگا وہ

میرے لحاظ سے ایک باکردار اور باحیالڑکی تھی میں نے اس
کے لئے اپنا رشتہ بھیجا اور دوسری طرف سے بھی ہاں ہو گئی
یوں وہ میری زندگی میں شامل ہو گئی امی اور بھابیاں اس کی
بے عزتی کرتی لیکن میں اس کا ہمیشہ ہم قدم رہتا سب کچھ
ٹھیک چل رہا تھا کہ ایک دن دکان سے واپسی پر میں جلدی
گھر آ گیا میں نے اس کی اور اس کی بہن کی بات سن لی تھی وہ
مجھ سے پہلے ایک یونیورسٹی کے ٹیچر کو پسند کرتی تھی اس نے
اس سے اظہار بھی کیا تھا لیکن اس نے اسے کوئی بڑھاوا یا
جواب نہ دیا ۔شادی کے ایک ہفتہ پہلے اسے اپنے ٹیچر کا فون
آیا وہ اس کے لئے اس کے گھر آنا چاہتا تھا لیکن تب تک بہت
دیر ہو گئی تھی وہ میرے لئے لکھ دی گئی تھی میری وجہ سے
مجبور ہو گئی تھی وہ ,کیا مانگا تھا میں نے اس سے کہ وہ میری ہو
کر رہے لیکن اس کے دل میں میری جگہ کوئی اور براجمان تھا
اسی لئے وہ مجھ سے دور دور رہتی تھی ۔ بچپن سے مجھے بٹی ہوئی
محبتیں ملی تھیں پھر شریک حیات بھی بٹا ہوا ملا مجھ سے یہ
برداشت نہ ہوا میں نے اسے کمرے سے نکلنے کا کہا اس سے
نفرت کا اظہار کیا وہ بہت گڑگڑائی میرے آگے امی اور
بھابیوں کی طنز آمیز نظروں کا وہ اندازہ لگا سکتی تھی کہ اس
کے بعد اس کے ساتھ ان کا کیسا سلوک ہو گا تب ہی امی اور
بھابیاں کمرے میں داخل ہوئیں انہوں نے مجھے مزید بڑھکایا
کہ میں اسے نکال باہر کروں اس نے مجھے دھوکا دیا ہے میں
ان کی باتوں میں آ گیا اسے اپنے کمرے سے بے دخل کر دیا وہ
سٹور روم میں رہنے لگی میں رات بھر آوارہ پھرتا رہا غصے سے
میرا خون کھول رہا تھا کہ وہ کسی اور سے محبت کرتی ہے میں
اسے شدت سے چاہنے لگا تھا میں نے یہ شہر چھوڑنے کا فیصلہ
کیا میں نے ویزا اور دوسرے کاغذات کا پندرہ دن میں
بندوبست کیا اور ایک صبح بنا کسی کو بتائے کویت روانہ ہو گیا
وہاں میں پانچ سال تک مقیم رہا میں نے وہاں بہت پیسہ کمایا
میں اس دوران سونیا اور اس کے قصے کو مکمل طور پر بھولنا
چاہتا تھا ایک ایک دن کی خبر ملتی تھی مجھے ,ہر بار خبر ملتی کہ وہ
خوش ہے آرام کر رہی ہے میں ہر ماہ اپنے گھر پیسے بجھواتا اور
یہ جان کر مزید غصہ ہوتا کہ وہ میرے بغیر بھی خوش ہے پھر
ایک دن میں نے گھر اطلاع دی کہ میں گھر آ رہا ہوں ان پانچ
سالوں میں میں نے فیصلہ کیا کہ میں سونیا کو ایک موقع دوں

گا جب میں گھر پہنچا تو سب کی مجھے نظر آئے لیکن وہ نظر آئی جس کے لئے میں اتنی لمبی مسافت طے کر کے آیا تھا پھر یکدم مجھے سٹور روم کی طرف سے شور سنائی دیا میں سٹور روم کی طرف بھاگا وہاں میرا پڑوس ریاض موجود تھا اور اس کے ہاتھ میں سونیا کا ہاتھ تھا اور سونیا کا دوسرا ہاتھ اس کے سینے پر تھا یہ منظر میرے لئے نا قابل برداشت تھا یہ دیکھتے ہی امی چلانے لگی کہ پانچ سالوں سے یہ یونہی رنگ رلیاں مناتی رہی ہے اس کے ساتھ اسی لئے یہ تجھ سے بات نہ کرتی تھی . نہیں ایسی کوئی بات نہیں شہباز یہ جھوٹ بول رہے ہیں میرا ان سے کوئی تعلق نہیں میں نے اتنا عرصہ صرف آپ کا انتظار کیا میری غلطی کی مجھے اتنی بڑی سزا مت دو میں نے آپ سے وہ بات چھپا کر مانتی ہوں غلطی کی ہے لیکن مجھے معاف کر دیں پلیز .

لیکن میں نے اس کی بات کا یقین نہیں کیا اور اسے دھتکار دیا تم ایک بد کردار اور بے حیا لڑکی ہو . ہاں بیٹا اس لڑکی کو نکال باہر کر ابھی اسے طلاق دے اور دھکے دے کر گھر سے نکال . ہاں یہی کروں گا میں لعنت ہے مجھ پر جو میں نے اپنے لیے تمہارے

جیسی لڑکی کا انتخاب

کیا ..میری یہ بات

وہ برداشت نہ کر سکی اور بے ہوش ہو گئی

ہم

اسے ہسپتال لے گئے اور پھر ہمیں پتہ چلا کہ اس کا نروس سسٹم بریک ڈاؤن ہو گیا ہے وہ مر چکی ہے وہ میری زندگی سے دور جا چکی تھی مجھے معافی کا موقع دیے بغیر مجھے اس دنیا میں تنہا کر گئی تھی اس کا باپ تو ویسے ہی کہیں چلا گیا تھا اس کی ماں یہ صدمہ برداشت نہ کر پائی اور اس کی موت کے ایک ماہ بعد مر گئی اس کی بہنوں طوبی اور رابعہ کی شادی ملک سے باہر ہوئی تھی اس کے مرنے پر وہ آئیں تھیں لیکن تین دن بعد انہیں بھی جانا پڑا اس کی تیسری بہن رابعہ کو میں نے آج تک نہ دیکھا تھا میں نے اسے ڈھونڈنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ مجھے کہیں نہ ملی میں بہت شرمندہ تھا بیشک اس نے گناہ کیا تھا اور وہ سزا کی حق دار تھی لیکن میں نے یہ تو نہ چاہا تھا کہ وہ مر

جائے ایک رات میں نے بہت شراب پی رکھی تھی مجھے اپنا
کوئی ہوش نہیں تھا تب ہی میں نے کمرے سے امی اور بھابیوں
کی آواز سنی کہ کیسے انہوں نے میرے جانے کے بعد سونیا پر
ظلم ڈھائے اور کیسے ریاض کے ساتھ مل کر اسے بدنام کیا گھر
کے تمام کام وہ سونیا سے کرواتے اور کوئی کام غلط ہونے پر
اسے ڈنڈے اور گرم استری وغیرہ سے اس پر جسمانی تشدد
کرتے ۔یہ سب سن کر مجھ سے وہاں زیادہ دیر رکا نہ گیا میں
نے گاڑی سٹارٹ کی مجھے پتہ نہ تھا کہ میں کتنی دیر سے سڑکوں
پر گاڑی دوڑاتا رہا مجھے ارد گرد کا بالکل بھی ہوش نہیں تھا کہ
پتہ نہیں کب گاڑی مجھ سے آؤٹ آف کنٹرول ہوئی اور میرا
ایک گاڑی سے ایکسڈنٹ ہو گیا جب مجھے ہوش آیا تو میں نے
اپنے آپ کو ایک ہسپتال میں پایا میں اپنی دونوں ٹانگیں اس
حادثے میں کھو چکا تھا تین سال سے میں اس سب سے پیچھا
چھڑوانے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن یہ تلخ یادیں میرا پیچھا
نہیں چھوڑتیں اس کی صدائیں اور فریادیں مجھے چین سے
رہنے نہیں دیتیں میرے صرف اس پر اعتبار نہ کرنے پر
کتنا کچھ بگڑ گیا اور میرے گھر والوں نے میری وجہ سے اس کو
کتنی بڑی سزا دی . پھر اللہ نے
بھی اس کی ہمیں بہت بڑی سزا دی ایسا لگتا ہے جیسے ہمیں اس
کی بد دعا لگی ہو ۔امی پر فالج کا اٹیک ہو گیا بڑی بھابی کے بچے
ابنارمل ہونے لگے جس سے بھائی دوسری لڑکیوں میں انوالو
ہو گئے اور چھوٹی بھابی بانجھ ہی رہیں اور ان کے میاں نے
دوسری شادی کر لی بچے کی خاطر ۔اور میں تمام عمر کے لئے
اپاہج ہو گیا جس طرح میں اسے بے سہارا دوسروں کے رحم و
کرم پر چھوڑ گیا تھا اسی طرح اللہ نے بھی مجھے دوسروں کے
رحم و کرم پر بے سہارا چھوڑ
دیا .

****

اور میں رابعہ عبداللہ عرف روبی سونیا کی سب سے چھوٹی بہن ,
اس کی شادی پر مجھے نانی کے ہاں جانا پڑا ان کی طبیعت خرابی کی
وجہ سے ۔جب واپس آئی تو آپی ارییہ نے مجھے بورڈنگ سکول
میں لاہور میں داخل کروا دیا میں پھر وہاں چلی گئی پانچ سال
بعد مجھے زیادہ تعلیم کی غرض سے آپی نے اسلام آباد بھیج دیا

اپیا کی خواہش تھی کہ میں بہت زیادہ پڑھوں ۔ پڑھائی مکمل ہونے کے بعد جب میں چھ ماہ پہلے واپس آءی تو مجھے پتہ چلا کہ آپی وغیرہ کینیڈا جا چکے ہیں میری ان سے فون پر بات ہوتی رہتی تھی لیکن انہوں نے مجھے کبھی کچھ نہ بتایا اور ہر ماہ اخراجات کے لئے مجھے پیسے بھیجتی رہیں جب میں پاکستان پہنچی تو میرے گھر کے سامنے تالا تھا پڑوس کی نسیمہ بوا سے میں نے چابی لی اور وہاں اکیلی رہنے لگی میں کس سے پوچھتی کہ یہاں کیا ہوا ہے میں نے آپی کو فون کیا اور اپنی پاکستان واپسی کا انہیں بتایا اور ان سے تمام بات جاننے کی ضد کی انہوں نے بہت مشکل سے مجھے سارا واقعہ بتایا اتنا سب کچھ ہو گیا تھا میرے پیچھے اور مجھے کسی نے بتانا تک ضروری نہ سمجھا پھر میں نے ایک دن تمہیں باغ میں دیکھا تمہاری تصویر میں نے اپیا کی شادی سے پہلے دیکھی تھی میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ تم سے شادی کروں گی اور اپیا کی موت اور اس کے ہر دکھ کا بدلہ لوں گی لیکن مجھے کیا پتہ تھا مجھے ایسا کچھ کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑے گی یہاں آکر مجھے پتہ چلا کہ مجھ سے پہلے ہی اللہ نے ظالموں کو ان کے اصل اور درست مقام تک پہنچا دیا ہے

تمہاری ماں کو تو اللہ نے خوب سزا دی ہے اور انہیں تمہاری بھابیوں پر بوجھ بنا دیا ہے لیکن تمہاری بھابیوں کے لئے یہ سزا بہت کم ہے اور جب تک میں زندہ ہوں ان کو چین سے رہنے نہیں دوں گی جس طرح میری اپیا نے یہاں دن رات کانٹوں پر چل کر گزارے اسی طرح میں بھی انہیں کانٹوں پر چلنے پر مجبور کر دوں گی اور تمہاری سزا کے لئے یہ بہت ہے کہ تمہاری جو بھی حالت ہے اس کے تم خود ہی ذمہ دار بنے اور مجھے خوشی ہے کہ تم اپنے کیے پر شرمندہ ہو امید کرتی ہوں تمہیں اللہ اور اس کے بعد اپیا معاف کر دے اور سب سے بڑی سزا میں خود ہوں تمہارے لیے دن رات تمہارے ساتھ رہ کر تمہیں اپیا کی یاد دلاوں گی میں اس کا جیتا جاگتا عکس ہوں تمہارے سامنے میں تمہیں اسے کبھی بھولنے نہیں دوں گی اور تا عمر تمہاری سزا بن کے تمہارے ساتھ رہوں گی واقعی سچ بات ہے اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے اس کے ہاں دیر ہے پر اندھیر نہیں وہ ظالموں کا برا ضرور کرتا ہے پھر چاہے دنیا میں یا آخرت میں ۔ ہر کسی کو اپنے اعمال کا کفارہ ضرور ادا کرنا پڑتا ہے .

****

پچھتاوا

فیصل مشتاق: قبولہ شریف

شیر آباد کالونی میں رہتے ہمیں دس سال ہو گئے تھے ۔کالونی کے تمام لوگ بہت مددگار اور اچھے تھے ۔ہمارے گھر کے سامنے اسلم صاحب کا گھر تھا۔بیوی بیٹے کو جنم دیتے ہی چل بسی ایک ہی اکلوتا بیٹا تھا اسی لیے اسلم صاحب نے بہت لاڈ پیار سے پالا تھا۔ انکی ایک معمولی سی کپڑے کی دوکان تھی۔ بیٹا زیادہ لاڈ پیار میں کچھ جماعتیں پڑھا اور پھر باپ کے ساتھ دوکان پر ہی کام کرنے لگا۔بیٹا جوان ہوا تو اسلم صاحب نے اسکی شادی کا سوچا۔

اویس کے لئے جو لڑکی دیکھی وہ بہت پیاری تھی جلد ہی دونوں ش شادی کے بندھن میی بندھ گئے۔

مگر شاید نادیہ کو اویس پسند نہ تھا ۔ والدین کے کہنے پر اس نے شادی کی حامی تو بھرلی مگر وہ اویس کو پسند نہیں کرتی تھی بات بات پر جھگڑا کرتی اور نت نئ چیزوں کی فرمائشیں کرتی۔جہاں تک ممکن ہوتا اویس بھی اسکا ہر حکم بجا لاتا

کہتے ہیں نا جس گھر میں نہ نند نہ ساس وہاں بہو بنے پردھان۔۔

نادیہ بھی کچھ ایس ہی بن چکی تھی نہ نند تھی نہ ساس اسی لیے وہ اپنی ملکیت جھاڑنے لگی نادیہ نے اویس سے نیا موبائل منگوایا الم صاحب اور اویس سارا دن دوکان پر مصروف ہوتے ۔ نادیہ گھر میں کام کاج کے بعد موبائل پر مصروف ہو جاتی

نیا موبائل مل جانے کے بعد نادیہ کافی خوش رہنے لگی اویس بھی خوش تھا کہ نادیہ کی بے رخی دور ہوئی ۔

نادیہ گھنٹوں فون پر باتیں کرتی جب کبھی اویس دن کو گھر آتا تو پوچھنے پر نادیہ بتاتی کہ وہ اپنی سہیلی سے باتیں کرتی ہے وہ بیوی پر یقین کرتا تھا اسی لئے مطمئن ہو جاتا ۔

آج نادیہ کافی تیار ہورہی تھی اویس نے پوچھا تو نادیہ نے بتایا وہ اپنی سہیلی کے گھر جا رھی ہے اویس نے کئی بار کہا کہ وہ اسے چھوڑ دے گا مگر وہ اکیلے جانے پر بضد تھی اور بالاخر اس نے اپنی ضد پوری کی ۔

اویس نادیہ کے رویے سے کافی پریشان تھا تنہائی میں روتا مگر نادیہ کو کوئی فرق نہ پڑتا وہ اپنے کزن سے باتیں کرتی جس سے وہ شادی کے خواب دیکھتی تھی مگر بد قسمتی سے اویس سے شادی ہو گئی

نادیہ بے حس ہو چکی تھی دھیرے دھیرے نادیہ کے رویے میں اور تبدیلی آنے لگی۔ اویس کے آگے کھانا رکھ دیتی اور چپ چاپ چلی جاتی اویس تھکا ہارا گھر آتا اسکی کوئی خدمت نہ کرتی ۔

اویس سب کچھ صبر سے برداشت کرتا اور نادیہ کے لیے دعا کرتا۔

نادیہ اب گھر کا کام کرنے سے بھی عاجز ہو چکی تھی

شبانہ تین بچیوں کی ماں تھی شوہر کو نشے کے لت لگ چکی تھی اور وہ لوگوں کے گھروں میں کام کاج کر کے بمشکل پیٹ پالتی۔

شبانہ کو نادیہ کے گھر کام کرتے کئی دن گزر چکے تھے نادیہ اکثر شبانہ کے ہاتھوں اور چہرے کے نشان دیکھتی مگر کبھی پوچھ نہ پائی

نادیہ کا شہریار سے ملنا بہت ضروری تھا آج اسے نادیہ سے بہت ضروری کام تھا۔

"یہ دیکھو نادیہ تمہاری اور اویس کے طلاق کے کاغذات کی فائل میں نے تیار کروالی طلاق کے بعد تم اس پر مقدمہ کرنا ہم اسے جھوٹے کیس میں پھسا کر آدھی جائیداد تو ہڑپ کر لیں گے اور پھر ہمیں ایک ہونے سے کوئی نہیں روک سکے گا"

شہریار کے لہجے سے مکاری اور لالچ صاف نظر آرھا تھا

نادیہ بے شک اویس کو پسند نہ کرتی تھی مگر اسکے دل میں کبھی شوہر کو برباد کرنے یا اسکی جائیداد ہڑپنے کا خیال نہیں آیا تھا اسے شہریار کی سوچ کا آج پتہ چلا تھا نادیہ چپ چاپ کاغذات ساتھ لے کر گھر واپس لوٹ آئی

شبانہ کچن کا سارا کام نمٹا چکی تھی

"بی بی جی وہ آپ برا نہ مانیں تو کیا مجھے ایڈوانس تنخواہ مل سکتی ہے دراصل بات یہ ہے کہ بچیوں کے اسکول کی فیس بھرنی تھی" شبانہ نے قدرے دھیمے لہجے میں کہا

"اچھا ٹھیک ہے کوئی بات نہیں میں سمجھ سکتی ہوں" یہ لو --

نادیہ نے پرس سے پیسے نکال کر اسکی طرف بڑھائے تو دیکھا کی اسکا ہاتھ جگہ جگہ سے جلا ہوا تھا نادیہ دیکھ کر حیران رہ گئی

"ارے تمہارے ہاتھ پر جلنے کے نشان۔۔؟؟ یہ سب کیسے ہوا ۔۔؟؟

ویسے بھی میں نے اکثر تمہارے جسم پر چوٹوں کے نشان دیکھے ہیں یہ سب آخر ہے کیا۔۔؟؟

نادیہ نے تحقیقانہ لہجے میں پوچھا

کچھ نہیں بی بی جی چھوڑیں ۔۔آپ جان کر کیا کرے گی

پھر بھی بتاو تو ہو کیا ہے۔۔؟

کیا بتاوں بی بی جی قسمت کا رونا ہے میرا شوہر نشہ کرتا ہے کوئی کاروبار نہیں کرتا تین تین بیٹیوں کا باپ ہے مگر اسے ان کی کوئی پرواہ نہیں میں کوئی کام ڈھونڈنے کو کہتی ہو تو مجھے پیٹتا ہے اسے میرا کوئی احساس نہیں

اسے صرف اپنے نشے سے اور پیسے سے محبت ہے اس نے کبھی مجھے محبت کی نگاہ سے نہیں دیکھا بی بی جی آپ بہت خوش قسمت ہیں محبت کرنے والا شوہر اور زندگی کہ ہر آرائش ملی ہے آپ کو "ماشاللہ۔۔۔!

شبانہ رو پڑی تھی نادیہ کی آنکھوں سے بھی شاید آنسو ٹپک رہے تھے شاید نادیہ کو خود کی بے بسی پر رونا آرہا تھا اسنے کتنا کچھ کر دیا تھا اویس کے ساتھ اور اویس نے صبر سے برداشت کیا تھا شہریار کے لالچ سے نادیہ واقف ہو چکی تھی نادیہ غصے اور دکھ کا امتزاج لیے کمرے کی طرف دوڑی اور طلاق کے کاغذات کو بری طرح سے پھاڑ کر جلا کر راکھ کر دیا

"کتنی بے وقوف تھی میں جو غلط راہ پر چل پڑی تھی اور اپنے شوہر کی محبت کو نظر انداز کرنے لگی نادیہ دل ہی دل میں سوچ کر رونے لگی آج آنسوؤں کی شدت بیت زیادہ تھی نادیہ بے صبری سے اویس کا انتظار کرنے لگی ان کا من پسند کھانا بنایا اویس جوں ہوی

کمرے میں داخل ہوا نادیہ اسکی طرف دیکھنے لگی اور پھر آنکھوں میں پچھتاوے کے آنسو لے اسکے گلے لگ کر رونے لگی

مجھے معاف کر دیں میں آپکو نظر انداز کرتی رہی اور آپکو ہمیشہ پریشان کرتی رہی جبکہ آپ نے ہمیشہ سے محبت کی کبھی کوئی کمی نہیں ہونے دی مجھے معاف کر دیں پلیز

نادیہ کی آنکھوں سے پچھتاوے کے آنسو ٹپک رہے تھے

میں ہمیشہ اپکی محبت کا منتظر رہا کیوں کی مجھے یقین تھا کہ میری محبت آپکو محبت کرنا سکھا دے گی میں آپکو ہمیشہ چاہتا تھا اور مرتے دم تک چاہتا رہوں گا

اویس نے نادیہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا اور اسے اپنی بانہوں کے حسیں حصار میں تھام لیا

نادیہ نے بہت خوبصورت بیٹے کو جنم دیا اویس اور نادیہ کی خوشی کی انتہا نہ رہی

اسلم صاحب نانا بننے پر بہت خوش تھے پھر پورے گھر میں خوشیوں کا ڈیرا لگ گیا

انسان دنیا میں بہت ساری غلطیاں کرتا ہے کیونکہ انسان خطا کا پتلا ہے لیکن ہمیں ایسی کوئی غلطی نہیں کرنی چاہیے جو ہمارے رشتوں کو توڑنے اور غلط فہمیاں پیدا کرنے کا باعث بنیں وقت رہے ہمیں اپنی غلطی کا احساس اور پچھتاوا

ہو جائے تو بہتر ہے تا کہ ہم اپنوں سے دور نہ ہو اور رشتوں میں خلل پیدا نہ ہو۔

فیصل مشتاق

قبولہ شریف

غموں کا سال نو

صداقت علی

غموں کا سال نو

آج سب بہت خوش تھے۔ ارشد انکل ،دلاور انکل ،عفت چچی اور کلثوم چچی بھی۔ گھر کے سب بڑے ڈنر کے بعد گپیں ہانکنے میں مصروف ہو گئے جب کہ بچے سب اپنی خوشی میں مگن تھے آج تھا ہی خوشی کا دن

دلاور انکل کے بڑے بیٹے سلیمان کی شادی جو طے پائی تھی وہ بھی اپنے خاندان میں ارشد انکل کی بڑی بیٹی عائزہ کے ساتھ

آج دسمبر کی 19 تاریخ تھی ٹھیک 12 دن بعد یعنی نئے سال کے پہلے دن ان کی شادی تھی

دراصل سلیمان ترکی میں پاکستان ایمبیسی میں کام کرتا تھا آج کل کام کا اس پر بہت دباؤ تھا

بمشکل سلیمان کو ایک مہینے کی چھٹی ملی تھی

15جنوری اسے واپس جانا تھا

....

دلاور اور ارشد کا بزنس سانجھا تھا دونوں بھائیوں میں گہری محبت تھی یہ ہی وجہ تھی کے انھیں کبھی نقصان نہیں ہوا تھا

شادی سر پہ تھی اور سب تیاریوں میں مصروف ہو گئے کبھی عفت چچی عائزہ کو ساتھ شاپنگ پہ لے جاتیں تو کبھی اکیلے چلی جاتیں شاپنگ تھی کے ختم ہی نہیں ہو رہی تھی

....

شادی کی تیاریاں مکمل تھیں اور وہ لمحہ آ گیا جس کا سب کو انتظار تھا 31 دسمبر سال کا آخری دن ،اسی دن ان کی مہندی کا فنکشن تھا اور سلیمان کو حسب معمول رات کو دوستوں کے ساتھ پارٹی میں بھی جانا تھا

فنکشن شروع ہو گیا سلیمان ہلکے نیلے رنگ کے کرتے اور سفید شلوار میں ملبوس اسٹیج پر بیٹھا تھا اور اس کے ساتھ عائزہ زرد رنگ کی فراک پہن کر سب سے داد وصول کر رہی تھی.

سب کزنز نے مل کر خوب ڈانس کیا ہلہ گلہ تو بنتا تھا آخر ان کے گھر میں یہ پہلی شادی تھی

سلیمان کو پارٹی میں بھی جانا تھا اس لیے فنکشن جلد ہی ختم کر دیا گیا

....

ہیلو... علی کدھر ہو........ اچھا سب پہنچ گ ئے ہو.... اچھا میں بھی آ رہا ہوں سلیمان نے علی کو فون کر کے پوچھا اور گاڑی نکال کر چل دیا 15. منٹ کی ڈرائیو کے بعد وہ پارٹی میں پہنچ گیا وہاں خوب ہلہ گلہ کیا اب 12 ہونے میں 5 منٹ باقی تھے سب اپنی اپنی بائیک لیے ون وہیلینگ کے لیے تیار تھے سلیمان چونکہ گاڑی پر آیا تھا اس لیے اسے ایک دوست نے بائیک دیا

11:59پہ سب نے اپنی اپنی بائیک سٹارٹ کر لی 12 بجے ہی تھے کہ سب بائیکس اڑا نکلے ایک طرف بائیک کی گھاں گھاں تھی اور دوسرا ان کی آوازیں ایسا لگ رہا تھا جیسے دن کا سماں ہوتا ہے

ون وہیلینگ کرتے ہوئے ابھی تھوڑی ہی دور گ ئے تھے کہ سلیمان کی بائیک اس کے دوست علی سے جا ٹکرائی اور ایک زور کی آواز آئی یہ شدید حادثہ تھا

باقی دوست بھی واپس مڑے اور انہیں اٹھایا دونو شدید زخمی تھے اور بے ہوش ہو گ ئے

دونوں کوفوراً ہسپتال پہنچایا گیا. ان کے ایک دوست ہاشم نے ان کے گھر والوں کو اطلاع دی اور صرف اتنا ہی بتایا کہ وہ دونوں بائیک سے گرے ہیں تا کہ گھر والے زیادہ پریشان نہ ہو جائیں

ان کے والدین بھی ہسپتال آ گ ئے

سلیمان کی فیملی سے اس کے ابو دلاور امی اور چچا چچی بھی آ گ ئے تھے بلال کی ضد کی وجہ سے اسے بھی وہ اپنے ساتھ لے آئے جبکہ باقی بچے گھر پر ہی تھے

تقریباًآدھے گھنٹے کے بعد ڈاکٹر ایمر جنسی وارڈ سے نکلے تو سب ان کی طرف لپکے

ڈاکٹر صاحب کیا حال ہے بچوں کا سب خیریت ہے نا

دلاور اور علی کے ابو ریحان یک زباں ہو کر بولے

آئی ایم سوری... ڈاکٹر نے مضطرب لہجے میں کہا

یہ سننا تھا کے سب کا زمین آسماں ایک ہو گیا. کسی کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کے یہ کیا ہو گیا ہے

ایک کو ہوش آ گیا ہے لیکن دوسرا اس دنیا میں نہیں رہا آپ جا کے دیکھ لیں. ڈاکٹر کے ان الفاظ سے کچھ تشویش کم ہوئی لیکن سب کے ذہن میں یہ ہی تھا کہ نہ جانے کون ان سے جدا ہو کر جا رہا ہے

دلاور ،ارشد اور ریحان روم میں داخل ہوئے لیکن سامنے والے منظر نے دلاور اور ارشد انکل کو ایک جگہ ساکت کر دیا. یہ منظر تھا ہی اتنا حیران کن علی بیڈ پر لیٹا ہوا تھا جبکہ سلیمان کا چہرہ ڈھکا ہوا تھا

دلاور نے دوسرے بیڈ پر لیٹے ہوئے شخص کے منہ سے چادر اٹھائی تو ایک کرنٹ سا جیسے ان کے بدن میں اتر گیا تھا یوں جیسے وہ خود بھی بیٹے کے ساتھ رخصت ہو گـئے ہوں ان کی تو دنیا ہی اجڑ گئی تھی ایک لمحے میں کیا سے کیا ہو گیا تھا

ایک ماں کے ارمان زمین میں دفن ہو گـئے ،ایک باپ کی امیدیں ٹوٹ گئیں بھائیوں اور بہن سے ان کا بھائی بچھڑ گیا دوستوں سے ان کا دوست جدا ہو گیا اور نئ نویلی دلہن کا سہاگ اجڑ گیا نا جانے کتنے ہی خواب دیکھے ہوں گے اس نے آنے والی زندگی کے لیے.

ایک لمحہ کتنی زندگیاں اجاڑ گیا تھا. یہ نیا سال زندگی بھر کے دکھ دے گیا تھا جس کی آج خوشیاں منائی جا رہیں تھیں لیکن سلیمان کے گھر نـئے سال آنسوؤں کا سماں ہو گا

پھر سب کہیں گے کہ کاش نیا سال ہی نا ہوتا ایک ہی سال میں انسان جیتا اور مرتا. لیکن یہ سب تو اسی ذات باری تعالیٰ کا کمال ہے جو بظاہر تو پردوں میں چھپا ہے لیکن ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے...

از قلم: صداقت علی... کٹھیالہ خورد ،منڈی بہاالدین

☆☆☆☆☆

اے اللہ برما کے مسلمانوں پر اپنی رحم فرما۔۔۔۔

آمین

تمام دوست سے اپیل ہے کہ برما کے مسلمانوں کے لیے

خصوصی دعا کریں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔!!!!

چاند اور تارہ

انعم خان

چاند اور تارہ

انعم خان کے قلم سے

شام ایک عجیب سی سوگورایت اپنے اندر سموئے ساری دنیا کو اپنے حصار میں لیے ہوئے تھی۔۔ مانو خلاء میں کوئی بدبخت اپنے اعمال نامے پہ دوزانو پشیمان اپنے چہرے کو دونوں ہاتھوں کے ہالے میں ڈھانپے نوحہ کناں تھا۔۔ اس کے اعمال کی سیاہی دھیرے دھیرے آسمان میں سرایت کر رہی تھی اور آسمان کسی بدبخت اجڑی بیوہ کی اوڑھنی کی طرح کالا سیاہ ہوگیا ۔۔مگر اس سیاہی میں ایک کے بعد ایک بھترے جگہ پہ ننھے منے نیکی کے دیپک نمودار ہونا شروع ہوگئے جو

اس بات کے گواہ ہیں کے گناہوں کے دلدل میں دھنسے ہوئے انسان سے بھی کبھی نہ کبھی نیکیاں سرزد ہو ہی جاتی ہیں کسی بھی بد بخت کا نامہ اعمال مکمل تاریک نہیں ہوتا۔، اور اوپر نیچے زمین و آسمان کا مومن اور مشرک کامیرا اور تمھارا ہم سب کا رب ان چھوٹی چھوٹی نیکیوں کو ان سیاہ اعمال نامہ کے قرطاس پہ بہت واضح اور بہت روشن کر کے ابھارتا ہے ۔۔ جو اس سیاہی میں چاند اور ستارے جیسا نظارہ پیش کرتی ہیں۔

حوریہ دیوار کی منڈیر پہ بیٹھی اس سیاہ اعمال نامے کے قرطاس پہ موجود سب سے بڑی سب سے روشن نیکی)چاند (کو دیکھتے ہوئے کسی گہری سوچ میں غوطاں تھی کہ ہمیشہ کی طرح اس کی تنہائی میں مخل ہونے کے لیے نمل آدھمکی

ارے اکیلے اکیلے کن سوچوں میں گم ہو۔؟؟ خیر تو ہے ۔؟؟ نمل نے حوریہ کو چھڑا۔۔۔

حوریہ نے اپنی تنہائی میں مخل ہونے والے اس وجود پہ اچٹی سی نگاہ ڈال کے پھر چاند کی طرف منہ پھیر لیا۔۔ اور دور خلاء میں کسی غیر مرئی چیز کو دیکھتے ہوئے نمل کے سوال کا جواب دینے لگی۔

کچھ نہیں وہ اوپر چاند کو دیکھ رہی تھی۔۔

چاند کو ۔۔؟؟ نمل نے تصدیق چاہنے والے انداز میں حوریہ کی بات دھرائی..

ہاں چاند کو وہ دیکھو چاند کو اور اس کے انتہائی قریب موجود اس ستارے کو۔۔ کب ملتا ہے ایسا منظر روز روز دیکھنے کو۔۔؟؟ تمھیں پتہ ہے مجھے ہمیشہ یہ منظر اپنی طرف کھینچتا ہے ۔۔۔ حوریہ نے جذب کی کیفیت میں کہا۔۔

اچھا ذرا ہم تو دیکھیں اس منظر میں ایسا کونسا راز پوشیدہ ہے جو ہماری دھان پان سی نازک سی حوریہ نے کھوج نکالا ہے ۔ ذرا ہم پہ بھی تو تم اس منظر کے راز کو

افشاں کرو۔۔ نمل نے خوشگوار انداز میں حوریہ سے استفسار کیا۔۔

ذرا چاند کو دیکھو۔۔ آج وہ مکمل نہیں ہے مگر پھر بھی اپنے حسن سے کسی کو بھی زیر کرنے کے تمام اسلحہ سے لبریز ہے مگر اس کی جو ذرا سی کاملیت ذرا سی چاندی باقی ہے نا دنیا کی نظر اس پہ فوراً جائے گی اور وہ اس کی کاملیت کا انتظار کریں گے ۔۔ جب یہ چاند مکمل ہوجائے گا تو تمام عاشق اس کو اپنے محبوب سے منسوب کریں گے تمام شاعر اس پہ دیوان لکھ ڈالیں گے ۔۔ کاملیت وہ چیز ہے جس کی خواہش ہر بندہ کرتا ہے۔۔ دنیا کو سامنے والے بندے میں موجود کمی فوراً دیکھ جاتی ہے چاہے وہ کتنا بھی حسین کیوں نہ ہو۔۔ اس کا حسن اس کی کمی کے آگے ہار مان جاتا ہے ۔۔

مگر تم اس ستارے کو دیکھو وہ بھی دنیا کا ہی ایک وجود ہے وہ واحدچاند کے اس قدر قریب ہے باقی سب چاند سے کوسوں دور ہیں اور یہی چیز اس کو سب سے ممتاز سب سے واضح بنا رہی ہے ۔ حوریہ اپنی دھن میں بولے چلی گئی۔۔ تم جانتی ہو اس کو چاند کا ادھورا پن کیوں نہیں دیکھ رہا۔؟؟ حوریہ نے نمل سے سوال کیا۔

کیوں۔؟؟ نمل نے حوریہ کے سوال پہ سوال داغا ۔

کیونکہ وہ چاند کی محبت میں گرفتار ہے اس کی قربت پانا چاہتا ہے چاند اپنے ادھورے پن کے باوجود بھی ایک ممتاز حثیت رکھتا ہے جس کی بدولت تمھیں اس ستارے کی خواہش بہت بچگانہ معلوم ہوگی تم دنیا والے فوراً اس کو اسکی اوقت یاد دلانے کے درپہ ہوگے ۔ مگر یہ دنیاوی نام و مقام ۔ حثیت ۔رتبہ یہ سب محبت جیسے لازال جذبے کے آگے بے معنی ہوتے ہیں محبت ان سب حقیقتوں سے بےنیاز ہوتی ہے۔ تمھارے لفظوں میں محبت اندھی ہوتی ہے ۔

حوریہ نمل کے چہروں کے زاویوں سے بے نیاز اپنی بات کہتی گئی ۔۔

یہ تو تمھیں لگتا ہے نا مگر ایسا ہے نہیں۔۔ سائنس کے مطابق ان دونوں میں ابھی بھی میلوں کا فاصلہ ہے ۔۔ اور ویسے بھی جس فیکشن میں تم سوچ رہی ہو اس میں بھی میرا نہیں خیال کے وہ محض چاند کی قربت حاصل کرنے اس کے اتنے قریب جانے کی جرات کرسکا ہے ۔۔ ہوسکتا ہے وہ چاند کی چاندنی حاصل کرکے اپنی ماند پڑتی چمک کو مزید چمکانا چاہتا ہو تاکہ اوروں سب سے زیادہ روشن سب سے زیادہ ممتاز لگے ۔ وہ چاند کے مزید قریب جانے کی احمقانہ حرکت نہیں کرے گا۔ کیونکہ اسکا مطلب چاند سے اتنے فاصلے پہ بھی پورا ہورہا ہے ۔۔

نمل نے بے حد سفاکی سے حوریہ کے تمام دلائل کو رد کر کے اپنے منفی منطق کوبیان کیا۔۔

کیونکہ نمل کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو محبت جیسے بے مطلب اور پر خلوص جذبے کے وجود سے انکاری ہیں ۔ ان کے نزدیک give and take پہ دنیا کے تمام رشتے قائم ہیں۔

کیوں ۔؟؟ کیوں مزید قریب جانے کی کوشش نہیں کرے گا یہ ستارہ چاند کے ۔؟ حوریہ کو نمل کی یہ منطق ناگوار گزری تھی لاکھ چھپانے کی کوشش کے باوجود بھی اس کے لہجے میں ناگواریت محسوس کن تھی ۔۔

کیونکہ دریا سمندر میں گر کے اپنی پہچان کھو دیتا ہے اسکا خود کوئی وجود نہیں رہتا ۔۔ ایسی طرح یہ ستارہ بھی چاند کے مزید قریب آیا تو چاندنی میں اسکی چمک بھی کہیں کھو جائے گی اس کے پورے وجود پہ چاند اور اسکی چاندنی حاوی ہوگی۔۔ اسکا خود کاکوئی وجود نہیں رہے گا۔

نمل بلا کی حقیقت پسند تھی اسکی یہ حقیقت پسندی حوریہ کو ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی۔ حوریہ ہمیشہ اپنی طرف سے اس کو قائل کرنے کی پوری کوشش کرتی

تھی مگر نمل بہت سکون سے اسکی پہ درپہ دلیلوں کو رد کرتی آگے بڑھ جاتی تھی۔ ابھی بھی حوریہ اسی کوشش میں جتی ہوئی تھی کے کسی طرح نمل کو قائل کرسکے ۔

مگر دریا سمندر میں ملنے کے بعد امر بھی تو ہوجاتا ہے ۔۔ حوریہ نے بھی تحمل سے نمل کے آگے ایک نئ منطق کو رکھا ۔

امر ہونا کیا ہوتا ہے ؟؟ نمل نے کوئی بھی جواب دینے سے پہلے حوریہ سے سوال کیا ۔

کبھی نہ ختم ہونا ۔۔

حوریہ نے تسلی سے جواب دیا ۔

جب دریا کا کوئی وجود ہی نہ رہے تو ختم ہونا یا رہنا کیا معنی رہ جاتا ہے ؟؟ نمل نے سوال کے سے انداز میں جواب دیا

وجود کیا حثیت رکھتے ہیں۔؟؟ یہ تو فانی چیزیں ہیں کبھی نہ کبھی ختم ہو ہی جاتی ہے ۔۔ قربانیاں یاد رہتی ہیں۔۔ اور دریا کی یہ قربانی ہی ہمیشہ یاد رہے گی جس کی بدولت وہ بھی ہمیشہ مثالوں میں یاد رہے گا ۔۔ او ر یہی چیز تو امر ہونا ہوتی ہے ۔ حوریہ زچ ہوکے بولی۔ اسکے انداز میں غصہ جھنجھلاہٹ ناگواری سب عیاں تھی ۔۔۔ نمل نے اس کے اس انداز کو نظر انداز کرتے ہوئے بات ختم کرتے ہوئے کہا۔

تم سے بحث کرنا بیکار ہے عجیب خیالی دنیا میں رہتی ہو ۔

تم مجھے نہیں سمجھ سکتیں نمل میں دنیا کو اپنے انداز میں دیکھتی ہوں میں پتھر ہوں مجھ سے سر ٹکڑا کے اپنا ہی سر زخمی کروگی ۔۔ میرے لیے دنیا میں سب سے اہم چیز ہی محبت ہے اور اسکے وجود سے میں منکر نہیں ہوئی ہوں ابھی ۔۔ کیونکہ یہ جو کائنات جس میں ہم رہ

رہےہیں یہ خود محبت کا ہی منہ بولتا ثبوت ہے میں
ابھی اس جذبے سے مایوس نہیں ہوئی ہوں۔۔

یہ بول کے حوریہ سیڑھیاں پھلانگتی ہوئی نیچے آگئی نمل
اسے جاتے دیکھ کے گہری سانس لیتے ہوئے بڑبڑائی ۔۔

یہ لڑکی بلکل پاگل ہے ۔۔

نمل کی اس بڑبڑاہٹ پہ دور آسمان پہ موجود چاند نے
ناگواری ظاہر کرتے ہوئے خودکو سیاہ گہرے بادلوں کی
اوٹ میں چھپالیا ۔۔

☆☆☆☆☆☆

دو منظر

عفاف گل

دو منظر میرے سامنے ھیں

پھلا منظر

رب_کریم نے قربانی کا مطالبہ کیا
خلیل اللہ سے...

خلیل اللہ قربانی دینے کیل ئے لخت_جگر کو لے کے
پھاڑ پہ حاضر ھو گ ئے

رب نے قربانی قبول فر ما ک ہ واپس عنایت فرما دی

اور بیٹے کی قربانی کی جگھ آسمان سے مینڈا اتارا......

دوسرا منظر

رب نے قربانی کا مطالبہ کیا رسول اللہ سے

رسول اللہ اپنی جان اور اپنے صحابہ کی جان کی قربانی لے کے بدر تشریف لے گ ےئ

قربانی کا جذبہ بدلا انداز بدلا

حبیب اللہ اپنی اور اپنے صحابہ کی قربانی لے کے حاضر ھوے

رب نے قربانی وصول بھی کی قبول بھی کی

اور پھر آسمان سے مینڈھا نھیں فرشتے اتارے گ ےئ

اور دونوں محبوبوں کی سنتوں کو قیامت تک کیل ےئ جاری فرما دیا

خلیل اللہ کی سنت زند رھے گی

مینڈھے اور جانور قربان ھوتے رھیں گے

اور

رسول اللہ اور آپ کے اصحاب کی سنت بھی زندہ رھے گی مسلمان رب کے دین کی عظمت و سربلندی کی خاطر اپنے آپ کو قربان کرنے کیل ےئ جھاد کے میدان میں پیش کرتے رھیں گے

پر اب مینڈھے آسمان سے نھیں اتریں گے اور فرشتے اب بھی اترتے رھیں گے

ھاں قیامت تک دونوں سنتیں زندہ رھیں گی

صد مبارک عشق و محبت کی ان دونوں سنتوں کو زندہ کرنے والے محبوب رب کے عاشقو...

دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارک

از قلم -- عفاف گل

☆☆☆☆☆☆

-محبت یا ضرورت*

شفقت اسماعیل ساگر

ارے کون ہے جو مسلسل گھنٹی بجائے جا رہا ہے .اے فراز تو .تُو کدھر آیا آج بڑے دنوں بعد .بڑا مست لگ رہا ہے .ابے ہٹ ناں راستہ چھوڑ اندر تو آنے دے .طوطی کی طرح سب دروازے پہ ہی بولے گی . فراز سُن !تُو جا ابّا آ جائے گا .جا ناں. ارے چِکنی تُو کیوں پریشان ہوتی ہے .میں اُس بڈھے کھڑوس کے ساتھ مسجد میں فرض نماز پڑھ کے آ رہا ہوں .یقین کر پِینو مجھے تیری خاطر تین دن مسلسل تیرے ابّا اور بھائیوں کے ساتھ پوری تراویح نماز تک پڑھنی پڑی اُن کا مسجد سے نکلنے کا وقت معلوم کرنے کے لئے . قسم سے صرف تیری خاطر .ویسے تیرا باپ ہے بڑا ظالم ,تیرے دونوں بھائیوں کو مسجد میں اپنے دائیں بائیں منکر نکیر کی طرح آخری تراویح تک ساتھ کھڑا

رکھتا ہے .فرازے بکواس نہ کر وہ میرا ابّا ہے .چل چھوڑ مجھے.ارے سُن ناراض کیوں ہوتی ہے اِدھر تو آ ناں ..اوچ نہ کر ناں کوئی آ جائے گا .نخرے چھوڑ نہ کوئی نہیں آئے گا میں دروازے کی کُنڈی لگا کے آیا ہوں .چل ہٹ فرازے میں تیرے سے نہیں بولتی . تُو نے ابھی تک مجھے عید کے کپڑے اور چوڑیاں نہیں لا کر دیں .میری جان لا دوں گا ناں.پہلے نہیں لا کر دیتا ہر چیز .ویسے ایک بات تو بتا تیرے ابّا کو پتہ نہیں چلتا جب میں اتنا کچھ لا کر تجھے دیتا ہوں .وہ فراز دراصل ابّا بیچارے کو کیا معلوم کہ جوان لڑکیوں کی کیا ضرورت ہوتی ہے .فراز تُو نے مجھے ابھی تک وہ مہنگا والا فون بھی نہیں لا کر دیا وہ ٹچ والا میں کب کی کہہ رہی ہوں .ارے یار لا دوں گا ناں کچھ پیسے آنے دے .....اچھا سُن وہ میرا دوست نہیں ہے سلمان وہی جس کی موبائل کی دکان ہے .اگر اُسے کسی دن لے کر آؤں تو تجھے کوئی اعتراض تو نہیں ہو گا ناں....نہیں تو ...------

ہماری ادھوری کہانی

از قلم۔۔زارا صدف قمر

وقت کی ریت پر کچھ میرے نام کا

لکھ کے چھوڑ گیا توکہاں

ہماری ادھوری کہانی

خوبصورت ہاتھوں کووہ اپنے ہی لبوں تک لائی تھی غزل گانا سنتے ہوئے اپنی تصویر کوبار بار ذوم کر کے دیکھ رہی تھی ۔غزل اپنی تصویر کواسکی نظروں سے دیکھنے کی کوشش کررہی تھی ۔اور یہی اک کام وہ مسلسل دو گھنٹے سے کررہی تھی۔غزل یہ جاننا چاہ رہی تھی کہ پیار کیسا ہوتا ہے ۔اسکے اندر کے جزبات اور احساسات اسے یہ یقین دلارہے تھے کہ ۔۔مجھے پیار ہورہا ہے ۔۔

میسج ٹون بجی تھی اور غزل کے دل کی دھڑکن مزید تیز ہوئی تھی ۔ہو نا ہو عبدالہادی کا ہی میسج ہو گا اور میسج اوپن کرتے ہی عبدالہادی نے حالات کا جائزہ لینا چاہا تھا۔غزل اسکے میسیجس کے مارے خوشی سے دھم سے زمین پر گری تھی وہ تو پیچھے صوفہ تھا اور اسے یہ بھی خبر نہیں تھی ۔اسکے میسیجس ٹیکس کے سنگ وہ تو خیالوں میں اک نئی دنیا سجائی ہوئی تھی ۔۔عبدالہادی نے اپنی محبت کی جکڑ میں اسے قید کرلیا تھا۔غزل کا تو ویسی ہادی کے بینا جینا مشکل ہوتا جارہا تھا ۔اور ہادی اسے وعدہ دے رہا تھا کہ ہم ایک ہوجائینگے ۔

یونیورسٹی سے واپسی پر بھی فریش ہوکر غزل ہادی سے گھنٹوں فون پر بات کرتی رہتی تھی ۔۔غزل میں پیار شدت پکڑتا جارہا تھا ۔غزل کی تعلیم مکمل ہوتے ہی گھر والوں کا تو یہ کہنا تھا کہ غزل کی شادی کردینگے ۔۔غزل نے کئی بار ہادی کوبتایا کہ میرا رشتہ طے کرنا چاہ رہی ہے ماما تو جوابا ہادی اسے دلاصہ دے دیتا تھا۔

اور پھر ہر سنڈے اپنے گھر والوں کو رشتے کے لئے بیھجنے کا ہر دعوی جھوٹا ثابت ہوتا گیا ۔کئی ماہ سے غزل یہی برداشت کررہی تھی ۔۔آج رات چاند اور تاروں سے نئی نئی دوستی ہوئی تھی غزل کا رو رو کے برا حال تھا اسے ہادی کے وجود کی قید پسند آنے لگی تھی ۔روتے روتے آذانوں کی گونج کانوں میں رس گھول رہی تھی ۔اور عین وقت غزل کو اسکے خوبصورت کلمات میں اپنی آغوش میں لیا تھا غزل کو میٹھی نیند آئی تھی ۔۔

عبدالہادی کی کال سے غزل کی آنکھ کھلی تھی غزل کی آواز سے عبدالہادی سمجھ گیا تھا کہ یہ رات بھر روئی ہے ۔ہادی یہ جانتا تھا کہ غزل کی تعلیم مکمل ہوگئی ہے بس کچھ ٹائم اور اس سے ملاقات آسانی سے ہوسکتی ہے وہ روز نت نئے پیار کے بہانے اسے ملنے بلانا چھاتا تھا مگر ناکام ہی رہ جاتا تھا ۔اب کی بار غزل کو اسکی محبت پر طرز آہی گیا تھا۔ غزل اور عبدالہادی پارک میں ٹہل لگا رہے تھے وہی اک تیز ہوا کا جھونکا غزل

کے بالوں کو چھو گزرا تھا۔عبدالہادی نے اسکے ریشم جیسے نرم ملائم بالوں کو چھوا تھا۔سامنے ایک بینچ پر دونوں جا بیٹھے تھے۔

غزل کے ہاتھ کو ہادی نے اپنی ہاتھوں کی گرفت میں دبوچہ تھا۔

غزل کے دل میں کئی کیفیت نے یک دم جنم لیا تھا۔

۔محبوب کا ساتھ ہو اور کوئی نہ پھر آس ہو۔

یہ ایک یادگار ملاقات تھی جو یونیورسٹس کے دن سے فراغت پر دھندلی ہوتی جارہی تھی۔کافی ٹائم سے ملاقات کا موقع ہی میسر نہ آیا۔۔اور غزل یونہی گھر گھرستی میں ٹائم گزار رہی تھی۔۔

آج حناء کی کال نے پھر سے غزل کے چہرے پر وہی پرانی یادیں تازہ کی تھی آج سب فرینڈز نے یونی میں ملنا ہے تم نے بھی آنا ہے کوئی بہانہ نہیں۔۔

غزل نے سوچا ہادی کو بھی بتایا جائے کہ میں یونی جارہی ہوں مگر پھر ہادی نے یونیورسٹس ختم پر دوبارہ کوئی رابطہ نہیں رکھا پہلے والا اور رشتہ بھی نہیں لایا ۔۔غزل نے غصے سے ارادہ ترک کیا تھا۔

اور یونیورسٹس جاپہنچی تھی۔۔

آئسکریم سیلفی لیتا یہ گروپ خوب لطف اندوز ہورہا تھا ۔ گھر واپسی پر غزل کی نظر اک خوبصورت نوجوان پر جا ٹھری تھی وہ کوئی اور نہیں عبدالہادی تھا۔اور یوں وہ اپنی محبت کے قصے اپنے ساتھیوں کو سنارہا تھا ۔۔۔ہادی کی باتوں میں غزل تو نہیں تھی ۔۔۔گفتگو ختم ہوتے ہی یہ ٹولی کی شکل میں دوست اب وہاں سے جاچکے تھے۔

غزل بلکل اسی جگہ آموجود ہوئی۔نیچے گرا ہوا اک کارڈ غزل کی توجہ کا مرکز بنا تھا جو عبدالہادی کی شادی کا ہی کارڈ تھا زمین پھٹ کیوں نہ گئی آسمان گر کیوں

نہیں جاتا۔میں کیا کروں میرے اللہ اتنا بڑا دھوکہ کوئی کیسے دے سکتا ہے۔۔

خود کو اپنے وجود کا قصور وار ٹھرا کے وہ اب گھر پہنچ چکی تھی۔

اس نے گھر آتے ہی ہادی کو فون ملایا تھا۔۔

غزل نے اور باتوں کے بعد ہادی کو بتایا کہ میرا رشتہ طے ہوگیا ہے بلکہ یہ بھی کم تھا غزل نے مزیداور مصالحہ لگایا تھا کا میری اس ماہ کی پچیس کو شادی ہے عبدالہادی نے مبارک باد دی تھی۔جبکہ اصل میں تو عبدالہادی کی شادی تھی اور وہ نامعلوم شخص کی طرح انجان بن رہا تھا ۔۔۔غزل کا دل بوجھ ہوگیا تھا یہ وہی ہادی تھا جسے کل تک میں اور صرف میں چاہیئے تھی آج کوئی اور کیسے ۔۔۔۔

غزل کے من سے اٹھنے والے سوالوں نے اسے پریشانی میں مبتلا کردیا تھا۔۔۔

غزل کے آنسو تھے کہ رکنے نہیں پارہے تھے

غزل نے خود کو ایک کمرہ میں بند کرڈالا تھا۔۔۔دل تو کررہا تھا کہ اس وجود کو ہی مٹادے ۔۔مگر اس سے بھی ہادی کو کوئی فرق نہیں پڑنے والا تھا وہ تو اپنی مرضی کا شہزادہ تھا۔۔پر مجھے تو اپنی حیاء کا پیکر ہونا چاہیئے تھا۔۔۔کتنی پاگل تھی میں جو اسکے لئے کھلونے کی طرح اک سامان ہوگئی ۔۔۔

زندگی ایسا بھی دھوکہ دیتی ہے

اے زندگی تجھ پر کیا قرض تھا بھلا۔

از قلم۔۔زارا صدف قمر

☆☆☆☆☆☆☆

پاک فوج کوبرما کے مسلمان بھائیوں کے امداد کے لیے جانا

۔۔۔۔۔یااللہ برما کے مسلمانوں پر رحم فرما آمین

خدا کی نعمت"

سعدیہ افتخار سرگودھا

بس کہہ دیا اماں , شادی کروں گا تو بس عائلہ سے,

ارسل نے بضد ہو کہ کہا,

ٹھیک اے پتر, پر میری وی اک گل یاد رکھیں , میں ساری زندگی تیری ووٹی)بیوی (نوں اپنی نوح)بہو (نہ مناں گی,

کر لے اپنی مرضی ,

ارے اماں عالی)عائلہ (آپ کے مرے بھائی کی بیٹی ہے ,ب,اے پاس ہے , سگھڑ ہے پھر سب سے بڑھ کہ خوبصورت ہے, پھر کیا اعتراض ہے آپکو,

ارسل نے بے چینی کی سی کیفیت سے پوچھا ,

دیکھ پتر تو بھی تو ایم اے پاس ہے , افسر لگا ہوا ہے ,

تیرے لیے رشتوں کی کون سا کمی ہے,

پر جیدوں میرے اکلوتے پتر دی شادی ہووے گی تے دنیا ویکھے گی , ارشاد بیگم نے گردن کو اکڑاتے ہوئے کہا ,تے زینب خاتون بیٹی نوں کی دے سکدی اے ,

میں اپنی ناک نھیں کٹوانی ,

اوہ تو یہ بات ہے , ارسل نے ماں کی سوچ پہ افسوس سے سر جھکا تے ہوئے کہا ,

اماں اسلام میں جہیز,,,,,

ارے بس بس مجھے نھیں سننی تیری کوئی وضاحت,ارشاد بیگم نے اسکی بات ٹوکتے ہوئے غصے سے کہا ,

میں صبح جا رہی ہوں زینب سے رشتہ مانگنے,پر ایہہ یاد رکھیں میں اس رشتے وچ بالکل راضی نھیں,

وہ کہہ کہ رکی نھیں , اور اپنے کمرے میں چلی گئیں ,

***

دن پر لگا کر اڑ گ‍ئے , عائلہ ارسل کی بیوی بن کہ اس گھر میں آ چکی تھی ,ارسل, عائلہ کا ساتھ پا کہ جتنا خوش تھا ,اماں اتنی ہی ناخوش ,انھیں اس کے وجود سے نفرت تھی,

عالی کدھر ہو, میرے شوز کہاں ہیں وہ اسے ڈھونڈتا ہوا کچن کی طرف آیا تھا ,جہاں عائلہ اسکا ناشتہ بنا رہی تھی,

آپ ڈائننگ ٹیبل پر چلیں میں ناشتہ لگا رہی ہوں اس نے مسکراتے ہوئے کہا ,پھر شوز بھی مل جائیں گے ؟

ارسل نے اسکا بازو پکڑتے ہوئے شوخ انداز سے پوچھا,

جی,مل جائیں گے, انداز بھت مھذب تھا ,

ارے تو یہاں چوچلے ہی کرتی رہے گی یا اینوں آفس وی جان دیں گی

اماں کی غیر متوقع آمد سے وہ دونوں ہی بوکھلا گ ۓ ,

میں کلی) اکیلی (عورت ہو کہ اپنے پتر نوں وقت نال آفس بھیجدی ساں , جیدوں دی توں منحوس آئ اے کدی وقت تے نھیں گیا , جے کمائے دا نھیں تے تیری ماں ساڈا خرچ پورا کرے گی , جیہڑی آپے کپڑے سی کے گزارا کردی اے ,

اماں بس بھی کریں ابھی تو پورا گھنٹا ہے آفس کو , آئیں ناشتہ کرتے ہیں وہ ماں کا ہاتھ پکڑ کر ٹیبل کی طرف چلا گیا ,عائلہ کی آنکھیں اسکی تزلیل برداشت نھیں کر پا رہی تھیں ناشتہ لگاتے ہوئے وہ بمشکل آنسو روکے تھی کیونکہ اماں کے سامنے ایک آنسو بھی بہانا اپنی مزید تزلیل کروانا تھا, وہ ناشتہ لگا کہ کمرے میں آ گئ اور بابا کو یاد کر کہ پھوٹ پھوٹ کے رو دی ایسے موقعوں پر اسے باپ کی بہت یاد آتی تھی,

اگر وہ زندہ ہوتے تو شائید اسے غریبی کے طعنے نہ ملتے _ ارسل باہر سے ہی آفس چلا گیا تھا , اماں نے اسکے کمرے میں آنے سے پہلے ہی شوز اٹھا کہ اسے دے دیے تھے, وہ شائید اسے ناشتے کا کہنے آتا مگر اماں نے وہیں سے آفس بھیج کہ دم لیا تھا

****

دن گزرتے جا رہے تھے اور اماں کے رویے میں نرمی کی بجائے مذید سختی آ رہی تھی ارسل بھی بہت پریشان تھا روز روز کے لڑائ جھگڑے جنکی ابتدا بھی اماں کی طرف سے ہوتی اور خاموشی بھی ادھر سے ہوتی کیونکہ عائلہ بولتی نہیں تھی, جبکہ ارسل تنگ آکر بول پڑتا تھا, جب اماں کو اس پہ غصے کا کوئ ٹھوس ثبوت نہ بن پڑتا تو خاموش ہو جاتیں , یہ آئے روز کا معمول بن چکا تھا.شادی کو تین سال گزرنے کے باوجود جب کہ عالی ارسل کے بیٹے فدیان ارسل کی ماں بھی بن چکی تھی گھر کے ماحول میں کوئ فرق نہ پڑا تھا,عالی کے ساتھ ساتھ فدیان بھی ارشاد بیگم کو ایک آنکھ نہ بھاتا , کیونکہ اسے جنم عائلہ نے دیا تھا, فدیان دو سال

کا ہو گیا تھا, توتلی باتیں کرتا, بہت ہی پیارا بچہ تھا , جب ارسل , فدیان کو پیار کرتا تب تو اماں کا غصہ آسمان پہ چڑھ جاتا, پھر وہ باتیں عائلہ کو سناتیں کہ انہیں برداشت بس عائلہ ہی کر سکتی تھی, جو اس سب کی اب عادی ہو چکی تھی****

کیا بات ہے ارسل آپ آجکل اتنے خاموش کیوں ہیں وہ کچھ دنوں سے ارسل کو اسی طرح چپ چپ دیکھ رہی تھی پہلے تو سوچا کہ خود بتا دے گا مگر جب اسکی طرف سے مکمل خاموشی دیکھی تو رہا نہیں گیا اور پوچھ ہی لیا

ہوں ! ک کچھ نہیں , بس ایسے ہی , اسکا دماغ کہیں اور تھا زبان کچھ اور بول رہی تھی

پھر اس نے عائلہ کا ہاتھ پکڑ کے اسے اپنے برابر بٹھا لیا ,

عائلہ پلیز مجھے معاف کر دو , اس نے عائلہ کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا

ارے یہ آپ کیا کر رہے ہیں کس بات کی معافی ? اس نے ارسل کے ہاتھوں کو تھامتے ہوئے پوچھا ,

عالی مجھے اماں کی بات مان لینی چاہیے تھی مجھے تم سے شادی نھیں کرنی چاہیے تھی اس کی آنکھوں میں آنسو تھے , میںنے اپنی ضد میں تمھاری زندگی بھی خراب کر ڈالی تم نے ایک دن بھی اماں کا پیار نھیں دیکھا , ہمیشہ لعن طعن ہی برداشت کی , اور پھر کبھی اپنے دل کا غبار بھی نھیں نکالا کسی سے شکایت نھیں کی , اپنی ماں تک سے کبھی بات نھیں کی, تم نے تو مجھ سے محبت کا حق ادا کر دیا مگر میں تمھارا حق ادا نھیں کر سکا , میں اماں کے دل میں تمھاری محبت نہ ڈال سکا , پلیز معاف کر دو آج پہلی بار اس نے ارسل کو روتے دیکھا تھا,

ارسل پلیز ایسے مت کریں اس نے ارسل کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا

مجھے آپ سے اماں سے کوئی شکوہ نھیں وہ میری ماں ھیں اگر وہ مجھ سے ناراض ہوتی ہیں تو میں ماں سمجھ

کہ ٹال دیتی ہوں شروع میں مجھے بہت دکھ ہوتا تھا مگر پھر مجھے ان میں ایک محبت کرنے والی ماں نظر آنے لگی میںنے ان کی باتوں پہ دکھی ہونا چھوڑ دیا اس امید پہ کہ ایک دن وہ مجھے اپنی بیٹی ضرور مانیں گی,

میں قسم اٹھاتی ہوں ارسل مجھے اپ یا اماں سے کوئی گلہ نھیں

آپ اپنے دل سے اس بوجھ کو اتار پھینکیں , اس نے اتنی خوبصورتی سے کہا کہ واقعی ارسل کے دل سے ایک بڑا بوجھ اترا تھا*****

وہ آج ذرا لیٹ اٹھی تھی ارسل کو چھٹی تھی اس نے جلدی جلدی ہاتھ منہ دھویا اور ناشتہ بنانے کچن میں آ گئی ساتھ میں ڈر رہی تھی کیونکہ اماں کو دیر سے اٹھنا بالکل نھیں پسند تھا,کچن میں داخل ہوئی تو اماں وہاں پہلے۔سے موجود پراٹھا بنا رہی تھیں اسکی تو جیسے جان ہی نکل گئی آج تو عظیم الشان بےعزتی ہونا تھی ,

لاہیں اماں میں بناتی ہاں اس نے ڈرتے ہوئے کہا, نہیں میری دھی توں ارسل نوں اٹھا ناشتہ کر لے ,

اسکو ایکدم شاک لگا اماں کے اسے دھی) بیٹی (کر کے مخاطب کرنے اور اتنے نرم لہجے میں بات کرنے پر .

عائلہ نے سوچا شائید اماں طنز کر رہی ہیں

سوری اماں آج لیٹ ہو گئی

میں کر لیتی ہوں آپ رہنے دیں اس نے جھجکتے ہوئے کہا

تو روز تے کردی ایں اج میں کر لیا تے کج نھیں ہون لگا اب کی بار اماں کا چہرہ اسکی جانب تھا اور خلاف توقع چہرے پہ مسکراہٹ , اسے تو یہ کوئی خواب لگ رہا تھا ,

جا میری دھی ارسل نوں اٹھا آج تینوں مل کے ناشتہ کردے ہاں,

بلکہ چاروں, میرے جگر دے ٹکڑے فدیان نو وی اٹھا, اسے شاک پہ شاک لگ رہا تھا, اتنی محبت اماں کی طرف سے وہ تو بس حیران ہی ہو رہی تھی,

اک ہور گل, وہ جانے کو مڑی تھی کہ اماں کے مخاطب کرنے پہ رک گئ,

اللہ تیرے جئ دھی ہر کسے نوں دیوے, اب کی بار ان کی آنکھیں محبت سے لبریز تھیں, اماں نے کل والی ارسل اور عائلہ کی گفتگو سن لی تھی

اور اب دل میں تہیہ کر لیا تھا کہ اپنی تمام غلطیوں کا ازالہ کریں گی

ان کی آنکھیں کھل چکیں تھیں عائلہ کی اعلی ظرفی نے ان کا دل جیت لیا

اللہ آپ جیسی ماں ہر کسی کو دے اس نے اماں کے ہاتھ پہ بوسہ دیتے ہوئے کہا,

دروازے میں کھڑا ارسل جو کافی دیر سے یہ سب دیکھ اور سن رہا تھا, اس کے اندر تک ایک سکون کی لہر اتر گئ چہرے پہ طمانیت بھری مسکراہٹ پھیل گئ, آج اسے کچھ سال پہلے والی ماں پھر سے دکھ رہی تھی,

وہ سوچ رہا تھا واقعی نیک بیوی خدا کی بہت بڑی نعمت ہے) , ختم شد

☆☆☆☆

تمام دوستوں سے برما کے مسلمانوں کے لیے دعا کر کی اپیل ہے کہ دعا کریں اللہ تعالٰی تمام مسلمانوں پر رحم فرمائے آمین

اسلام کا دائرہ

انور حسین ماگرے دوبئی امارات

تحریر ۔ انور حسین ماگرے دوبئی امارات

۔۔۔۔اسلام کا دائرہ ۔۔۔۔۔۔

پاکستان پشاور کی جامعہ میں مشال خان کے کمرے میں چند شدت پسندوں نے گھس کر مارنا شروع کر دیا نہ جانے کب اس کی موت ھو گی اس کی باڈی کو عمارت کی تیسری منزل سے گھسیٹ کر باہر گروںڈمیں لایا جاتا ھے پھر ایک ہجوم ھمیشہ کی طرح داہرہ بناتا ھے چند خونخوار درندے اس کے مردہ جسم پر اپنی درندگی کا اظہار کرتے بتاتے رہتے ھیں کہ ان کا ایماں کتنا مظبوط و مستحکم ھے داہرہ وار لوگ اس کی ویڈیو بناتے ھوے اللہ اکبر کے نعرہ بلند کرتے ھیں شاھد ان کا یقین ھے کے ان کا خدا اس منظر کو دیکھ کر خوش ھو رہا ہو گا پھر یہ ویڈیو کسی ٹی وی چینل یا سوشل میڈیا پر

چلتی ھے کہ کس طرح ایک انسان کو بے رحیمی سے قتل کیا جاتا رہا ھے اس کی لاش کی بے حرمتی ھورہی ھے پھر لوگ دائرہ بنا کر یہ ویڈیو دیکھتے ھیں دائرہ احباب میں یہ ویڈیو بانٹ بھی دیتے ھیں کے بہیت ظلم ھوا ھے اتنا برا سلوک تو نہیں کرنا چاھے تھا پھر ایسے میں شدت پسندوں کے کچھ خول بر آمد ھوتے ھیں جنکے ہاتھ میں سکرین شارٹ بھی ھیں اور وقاعدہ ڈیزائن کی ھوئی چند تصویریں چند جملے کھستے ھیں ان کا کہنا ھے خبر دار کسی نے قتل کی مزحمت کی کہتے ھیں دیکھو اس پوسٹ میں توئین مذہب ھوئی اس میں توئین رسالت ھوئی یہاں اسلام کو سخت خطرہ پڑا جو ھوا درست ھوا کسی نے بھی اس کی مذمت کی وہ بھی اس کا ساتھی ھوگا وہ بھی گستاخ ھوگا ھم تمھیں دائرے سے نکال دیں گے سب یقین کرلیتے ھیں اور کسی کو کوئی سوال کرنے کی جرات نہیں سب سئمے ہوے لوگ ھیں سب یہی سمجھ رھے ھیں کے یہی دائرہ اسلام کا دائرہ ھے پھر مکمل خاموشی چھا جاتی ھے میڈیا منہ میں انگلیاں دبا کر یہ بتا تا ھے کے شاھد اسے اس واقع کابہت دکھ ہوا ھے پھر واقع ایک روز پرانا ھو جاتا ھے تو عالم دین آستہ آستہ اپنے حجروں سے باہر نکلتے ھیں پوچھتے ھیں کیا ہوا ایک دن پہلے شور تھا تو معلوم پڑتا ھے کے اپ کی تربیت کام کرگئی کہ اپ کے سیکھاے ھوے بچے اپ سے ایک ھاتھ اگے بڑکر دین کی خدمت کررہے ھیں آپ کے دین کی خدمت ؟ مولوی صاحب حیران ہو کر کہتے ھیں اچھا یاد ایا کے یہ تو شریعت کے خلاف ھے ٹی وی والے یہی سننے کے لیے ادھر ادھر فون کرر ھے ہوتے ھیں پھر ان صاحب کو فوراً اپنے پروگرام میں لیا جاتا ھے کوئی تو ملا کہ جس نے کہا کہ بربیریت شریعت کے خلاف تھی پھر مولوی صاحب بولنا شروع کر دیتے ھیں لوگ دائرہ بنا لیتے ھیں مولوی صاحب کہتے ھیں مشال خان شہید ھے کسی بھی شخص پر اس طرع الزام عائد کرکے جان سے نہیں مارا جا سکتا

ایسا کوئی واقع ھو ریاست کا کام ھے جانچ پڑتال کرنا کسی کو کوئی حق نہیں کے کوئی کسی کو اس طرع قتل کرے اس واقع میں ملوث تمام افراد کو بھی توئین رسالت کے قانوں کے تحت ھی سزائے موت دے دی جانی چاہے پھر مولوی صاحب کو اچانک خیال آتا

ھے کہ واقع کی روک تھام کیلیے عدلیہ کا نظام مظبوط کیا جائے تاکہ لوگ سڑکوں پر انصاف نہ کریں مولوی صاحب اپنے اس بیان میں یہ نہیں بتاتے یا بتانا بھول جاتے ھیں کہ کن ملوثافراد کو سزا دی جاے وہ جو لاٹھیاں برسارھے تھے یا وہ جو دائرہ وار دیکھ رھے تھے اس سے پہلے بھی ھم نے دائرے بناکے بہت سے واقع دیکھے پھر ان واقعات کے بعد انھیں غیر شرعی قرار دینے کے بیانات بھی دائرہ بنا کر سنے مگر نہ یہ واقعات تھمے اور نہ یہ بیانات اور نہ ھمارے دائرے ھمارے ہاں اب تک صرف دو طرع کے مسلمان ھیں شدت پسند مسلمان اور اعتدال پسند مسلمان شدت پسند مسلمان اپنا نظریہ لوگوں پر ٹھونستے ھیں کسی شخص کے منہ سے ایسی بات نکل آے جو انھیں ناگوار گزرے تو یہ اسے ایسے ھی الزامات عائد کرکے دایرے کے وچ میں قتل کر دیتے ھیں دوسرے اعتدال پسند جو سب کچھ اپنے سامنے ھوتے دیکھتے رہیتے ھیں اور وقتاً فوقتاً نعرہ بلند کرتے رہتے ھیں کہ اسلام آمن کا مذہب ھے انکے سامنے اسلام کا نام استعمال کر کے آمن کا خون اور انسانیت کی تزلیل کی جاتی ھے اور وہ خاموش رہتے ھیں یا شدت پسندوں کی ھلکی سہی مذمت کر دیتے ھیں جسے کسی بچے کو کوئی شرارت کرنے پر ھلکی سی ڈانٹ دی جاتی ھے جیسے کہ بیٹا ایسے نہیں کرتے کیایہ کوئی اچھی بات تھوڑی ہوتی ھے نہیں بات زیادہ ھے شدت پسند وہ ھیں جو دائرے کے اندر انسانوں کا قتل کرتے ھیں اور اعتدال پسند وہ ھیں جو دائرہ بنا کے یہ قتل دیکھتے ھیں ھمیں شدت پسندوں کے خاتمے کے لیے اعتدال پسندوں کی نہیں بلکے تیسری صورت بنانا ہوگی دائرہ توڑکر شدت پسندوں کا ہاتھ ورکنا ھو گا ورنہ اس کے بعد اگلی باری آپ کی یا آپ ھی کے کسی پیارے کی ھوگی اس وقت دائرہ توڑنے پر آپ کی بھی کوئی نہیں سنے گا آج شدت پسندی کے اس دائرے کو توڑ کر اسلام کا اصل دائرہ دیکھنے کی کوشش کیجیے

☆☆☆☆☆☆

اللہ برما کے مسلمانوں پر رحم فرمائے آمین

ہماری پاک آرمی کو برما کے مسلمانوں کی مدد کے لیے جانا چاہیئے وہ ہمارے بھائی ہیں۔۔۔۔۔۔برا وقت کسی پر بھی آ

سکتا ہے آرمی چیف ابھی تک خاموش کیوں ہے ڈر صرف اللہ کا پلیز جلدی سے پاک آرمی کو وہاں بھیجا جائے۔۔۔۔۔

میرے مہربان پہلی قسط

رائیٹر کومل احمد

قسط نمبر ایک.

ناول'.میرے مہربان"

رائیٹر کومل احمد...

میڈم یہ رسید خوش شکل سیلز مین نے لاپروائی سے پراندہ ہلاتی لڑکی کو بتسی نکال کے متوجہ کیا عائشہ نے چونک کے دیکھا ..ساڑھے چار ہزار عائشہ کے تلوں پے لگی دماغ پے بجھی نکال ساری چیزیں بل میں خود بناوں گی ..پیچھے سے ایک کم عمر لڑکے نے ٹوک کے

کہا میڈم یہ شاپنگ مال ہے یہاں کپیوٹر رائیز بل بنتا ہے ہم لوگ بے ایمان نہیں ہیں ...رسید بنانے والے نوجوان نے ہاتھ اٹھا کے لڑکے کو بولنے سے روکا ... عائشہ نے ہنہ کر کے ساری چیزوں کی قیمت پڑھی خود وہاں زمین پے بیٹھ کے الٹی پالتی مار کے بل بنایا لوگوں کے لئے یہ ایک تماشہ تھا مفت کا تماشہ .دیکھا میں نہ کہتی تھی اتنا بل نہیں بن سکتا میرا پورے پندرہ روپے زیادہ مانگ رہے تھے خسمنو خانے عائشہ گویا صدمے سے دھاڑی اور داد طلب نظر سے حاظرین کو دیکھا لوگوں میں چی مگوئیاں شروع ہو گئی ..نوجوان نے دانت پیسے اور لڑکی کی عقل پے ماتم کرتے بولا میڈم یہ شاپر کے پیسے ہیں ...عائشہ نے آنکھیں پٹپٹائی اور حاظرین کو دیکھ کے بولی اف اتنا بڑا مال اور شاپر کے بھی پیسے لیتے ہیں اوئی ماں بچارے بوکھے لوگ چلو یہ پندہ روپے ٹیپ دی پھر عائشہ نے" تین بار تھوک لگا کے "پیسے گنے اور پھر میز پے پٹخے پیچھے سے ہنڈسم نوجوان نے پیسے پکڑے دانت کچکا کے ہانک لگائی ایک بار پھر گن لیں کہیں زیادہ نہ آ گئے ہو عائشہ نے ہاتھ جھلایا اور رک کے صرف گردن پلٹی اور مسکرا کے بولی وہ آپ شاپر خرید لینا اور آنکھ مار کے چلی گئ معیز کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا ...سر آپ رہنے دیں ہم دیکھ لیں گے ..پیچھے سے لڑکے نے معیز کو کہا معیز چونکا اور اپنی عقل پے لانت ملامت کرتا خود کو پیچھے ہٹ گیا....

--------------؛----؛-------------

عائشہ اماں نے دفتر کی فائیلوں میں سر کھپاتی عائشہ کو پانچویں بار بلایا ...جی عائشہ نے توقفت سے سر اٹھایا .. کیوں کرتی ہو اتنی محنت تیرے باپ کا حصہ لیں گے تو زندگی سہل ہو جائے گی عائشہ غصے سے ماں کو دیکھا . کونسا حصہ جن لوگوں نے ابا سے رشتہ ختم کر دیا تھا وہ لوگ ہمیں حصہ دیں گے وہ بھی ابا کے بعد ہنہ ان سے تو صرف ایک چیز مل جائے مجھے کافی ہے میری آزادی عائشہ نے فائیلیں اٹھائی اور اندر چل دی اماں

تنہا چاند کو دیکھ کے پے ہاتھ اٹھا کے دعا مانگنے لگی اللہ میرے کئے کی سزا میری بیٹی کو مت دینا..

معیز دیھان کہاں ہے ٹھیک سے کھا پتر دادی نے پیار سے کہا ہمم معیز نے سر اٹھایا اور پھر مبائل پے مگن ہو گیا.دادی نے تاسف سے سر ہلایا معیز تم اپنا دیھان نہیں رکھتے تمہاری بیوی کو لے آوں پھر دیکھتی ہوں کیسے اپنا خیال نہیں رکھتے معیز نے لب بھینچے اور ناشتہ چھوڑ کے بولا میں آپکی پوتی سے شادی نہیں کروں گا اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے دادی نے پیچھے سے آواز لگائی معیز وہ تمہاری بیوی بھی ہے اسکا مجھ سے زیادہ تم سے رشتہ ہے جس دن وہ حساب مانگنے آ گئ تمہیں ہی اگے کروں گی معیز نے پلٹ کے مسکرا کے کہا دیکھی جائے گی اور اسے میری ضرورت ہوتی تو آج وہ یہاں ہوتی چھپ کے نہ بیٹھی ہوتی .. تمہیں اللہ پوچھے معیز دادی نے دہل کے سینے پے ہاتھ رکھا اور دل ہی دل میں آج آمنہ کے گھر جانے کا ارادہ کیا صبح سے نجانے کیوں دل بیٹھا جا رہا تھا اللہ خیر کرے اللہ میری بہو اور پوتی کو اپنے امان میں رکھنا.

اماں عائشہ نے بے جان پڑی ماں کو ہلایا .نرس نے تاسف اور ہمدردی سے عائشہ کے کندھے پے ہاتھ رکھا مس عائشہ وہ زندہ نہیں ہے عائشہ کو سکتا ہو گیا ...اور زمین پے بیٹھتے بولی آپ جھوٹ بول رہی ہیں اماں مجھے کس کے سہارے چھوڑ کے جا رہی ہو اماں میرا کون ہے اماں ایک بار میرے بارے میں سوچتی اماں آنکھیں کھولو...لیکن اماں تو شائد عائشہ کی زد سے روٹھ چکی تھی ...

-- ::-------------------------------

مت لے جاو میری اماں کو چھوڑ دو چھوڑ دو مجھے میت اٹھاتے وقت عائشہ صدمے سے چور بہکی بہکی باتیں کرنے لگی اسکے لئے یعقین کرنا مشکل تھا کہ اللہ نے اسکا واحد سہارا بھی چھین لیا ہے ..مگر کون جانے جب

سامنے والا دروازہ رب بند کرتا ہے اس سے پہلے کوئی
اور راہ گزر کھول دیتا ہے کون جانے عائشہ کی قسمت
اسے کہاں لے جانے والی ہو کون جانے یہ فیصلہ رب
نے کیوں کیا ...عائشہ بے ہوش ہو کے محلے والی
عورت کے ہاتھوں میں جھول گئی ...باہر سیاہ لینڈ کروز
رکی ...اس میں سے عابدہ بیگم نکلی اپنی لائٹ پنک
ساڑھی جو بہت مہنگی اور نفیس معلوم ہوتی تھی پرل
موتیوں سے سجا ہلکا کامدار پلو زمین کو چھو رہا تھا گلے
میں ڈائیمنڈ نکلیس اور زرقون جڑے موتی پہنے تھے
کانوں میں ڈائیمنڈ کے آویزے .قدرے مہنگی بریسلیٹ
جو وائٹ گولڈ کی معلوم ہوتی تھی اپنے کمزور اور لاغر
ہاتھوں سے عابدہ بیگم نے گاڑی کا دروازہ پکڑا ڈرائیور
معلوم کرو کون فوت ہوا ہے میت لے جاتے دیکھ کے
عابدہ بیگم نے گاڑی رکوائی تھی ...میڈم یہاں کرائے
دار ہیں دو ماں اور بیٹی محلے والے کہتے ہیں ماں آج صبح
بی پی لو ہو گیا تو دل کی دھڑکن رکنے سے انتقال کر
گئی ...یہ اللہ خیر عابدہ بیگم کے چہرے پے تفکر پھیلنے
لگا ...اور بھاگ کے اندر گئی ...اندر ہجوم سہ لگا تھا
عابدہ نے آوازیں لگانا شروع کردی میری عائشہ کہاں
ہے عائشہ عائشہ میری بچی دیکھ میں آ گئی ہوں ... لیکن
وہاں سننے والی ہوش وحواس سے بے گانی تھی ...جی
آپ کون ایک خاتون نے متاثر ہو کے پوچھا میں دادی
ہوں عائشہ کی؛ سارے گھر میں دوبارہ موت سی
خاموشی پھیل گئی عورتیں پیچھے ہٹتی گئی اور زمین پے
بے سد پڑی کمزور لڑکی کی طرف اشارہ کیا....

----------؛-----؛؛----------------

معیز کمرے میں داخل ہوا تو جسم درد سے چور تھا اسنے
سارے کپڑے اتار دیئے اور الماری گھس کے سلیپنگ
سوٹ نکالنے لگا ..پھر گنگناتا ہوا شاور لینے چلا
گیا..کمرے میں گپ اندھرا کر کے وہ واپس آ کے
اپنے بستر پے نیم دراز ہو گیا ..کچھ دیر بعد کچی نیند
میں معیز کو لگا کچھ نرم نرم چیز اسکے وجود سے ٹکرائی
ہے وہ ہربڑا کے اٹھا اور اس چیز کو زور سے پکڑ لیا اور
دوسرے ہاتھ سے لیمپ چلایا معیز کی آنکھیں پھٹنے کے

قریب تھی یہ تو وہی تھی جو ہفتہ بھر پہلے ماشاللہ سے ساڑھے چار ہزار کی شاپنگ کر کے گئی تھی اور آج یہاں اسکے کمرے اسکے بستر میں مدہوش پڑی تھی معیز نے اسکی کلائی چھوڑی اور بستر سے اتر کے لمبے لمبے سانس لئے ..معیز کو یاد آیا ابھی کچھ دیر پہلے وہ کس حلیئے میں گوم رہا تھا معیز کو سوچ کے ہی جھر جھری آئی اگر وہ جاگ رہی ہوتی اور دیکھ لیتی تو مگر یہ یہاں کیسے اور اس طرح اس حال میں کھلے رف بال پیلے پھٹک ہونٹ زرد رنگ سیاہ حلقے اسے یاد آیا وہ ہفتہ پہلے ایسی نہ تھی .. ہیل معیز جھنجلا گیا اور دندناتا ہوا سب کو دیکھا پورا گھر سویا تھا ایک وہی الوں کی طرح جاگ رہا تھا یہ ہے کون اور میرے کمرے میں پہنچی کیسے .. گارڈ سے پوچھا اور معیز کے تن بدن میں آگ گئی معیز کو سن کے صدمہ ہوا یہ تھی اسکی بچپن کی بیوی جس کی وجہ سے آج تک اسکی کوئی گرل فرنڈ نہ بن پائی وہ کچھ سوچ کے بڑے جارحانہ طریقے سے کمرے کی طرف بڑھا...

معیز نے کمرے کا دروازہ خاصی بتمیزی سے کھولا تا کہ اندر سوئی آفت اٹھ جائے مگر وہ شائد نہیں پقیینن ڈیٹھوں کی سردار تھی جو زرہ بھی نہیں ہلی اے اٹھو معیز بستر کے قریب جا کے دھاڑا مگر وہاں سویا وجود ٹس سے مس نہ ہوا معیز نے دانت کچکچائے اور کندھے سے عائشہ کو ہلایا عائشہ نے پٹ سے بڑی بڑی آنکھیں کھول دی جن میں خوف وہشت پتہ نہیں کیا کیا نہ تھا معیز کچھ لمحوں کے لئے جم سہ گیا ...جی آپ کون عائشہ کو وحشت ہوئی اجنبی مرد کو دیکھ کے ...میں معیز نے ابرو اچکائے میں تمہارا شوہر کہہ کہ معیز دوسری طرف جان بوجھ کے نیم دراز ہو گیا .عائشہ معیز کے لیٹتے ہی چھپک سے بیڈ سے اتری جیسے وہ کوئی اچھوت شے ہو اور یہی تو معیز چاہتا تھا اسکے نرم گلابی گدار ہونٹوں میں منچھوں تلے مسکراہٹ پھیل گئی . عائشہ نے ادھر ادھر اپنا ڈوپٹہ دیکھا معیز کے نیچے تھا عائشہ نے ڈوپٹہ کھنچا اور وہ ڈیٹھ ہو کہ آنکھیں موند کے لیٹ گیا عائشہ نے جھک کے نکالنا چاہا تو معیز نے

کلائی سے اسے خود پے کھینچ لیا اور سرخ انگاروں جیسی آنکھیں خوف سے پھٹی آنکھوں میں ڈال کے بولا آج کے بعد میرے کمرے میری کسی بھی چیز کے آس پاس نظر نہ آنا تم کسی بھول میں مت رہنا کہ تم کبھی اس گھر یہ مجھے حاصل کرلو گی یہ کہہ کے معیز نے اپنی گرفت ڈھیلی چھوڑ دی عائشہ ایک جھٹکے سے اٹھی اور چپل پہن کے انگلی اٹھا کے بولی تم شاید کسی خوش فہمی میں ہو

"نہ منہ نہ متھا جن پاروں لتھا"

شکل دیکھ کے بات کرنی تھی نہ مجھے تو تمہاری شکل ایز اے ہسبنڈ پسند ہی نہیں آئی تم سے شادی کرتی ہے میری ٹوٹی جوتی جاو اس سے کرلو ...یہ کہہ کے وہ چلی گئی وہ معیز کی نیند اڑ گئی ساری رات وہ بار بار آئینہ دیکھتا اور بار بار چہرے کو چھو کے دیکھتا...

پتر اتنی صبح اٹھ گئی ..دادو نے پیار سے جانماز پے بیٹھی عائشہ کو پیار کیا عائشہ نے دادو کا ہاتھ بتمیزی سے جھٹکا اور اٹھ کے جانماز تہہ کر کے بولی میں واپس جا رہی ہوں اب میں بے ہوش ہوں یا مروں میرے پیچھے مت آئے گا اور اپنے پوتے سے کہہ دیں مجھے طلاق چاہیئے اور میں حق مہر اسے خیرات میں دیا ..دادی جانتی تھی وہ صدمے سے چور ہے اور ناانصافی دادی کی طرف سے ہوئی تھی تو خاموشی سے سنتی رہی اسکا غصہ حق بجانب تھا ماں باپ اسکے نے بھاگ کے شادی کی تھی مگر اس بچاری کا کیا قصور تھا جو ہر رشتے کو ترس گئی تھی ...جب عائشہ دس سال کی تھی تو اسکے باباکا اکسیڈنٹ ہو گیا تھا معیز کے بابا بھائی کی محبت میں بھاگم بھاگ ہسپتال پہنچے اور آخری خواہش کے تور پے معیز اور عائشہ کا نکاح کر دیا پھر کیا تھا وہ تو چلے گئے تب معیز اٹھارہ سال کا تھا بچہ نہیں تھا سمجھ دار تھا مجبور تھا گھر میں اسکی ماں بہت لڑی پہلے اسکی بہن کی جگہ عائشہ کی ماں آ گئی اب بھانجی کے حق پے اسکی بیٹی ڈاکہ ڈال گئی معیز کو بھی ماں ٹھیک لگتی اور اسکی کزن حرا اسے واقع حیرا لگتی ...خیر یہ تو تھی پرانی باتیں اب

کرتے ہیں نئی باتیں اسکے بعد کوئی عائشہ کے گھر نہ گیا اور دادی کبھی کبھی فون کر لیتی پچھلے ایک سال سے مگر عائشہ کی محرومیاں اتنی تھی کہ وہ کیسی کو معاف کرتی بھی تو کیوں..

بچے اکیلی کیسے رہو گی دادو نے پیار سے کہا عائشہ نے نماز سٹائل میں لوپیٹا ڈوپٹہ اتارا کمر پے باندھا اور کان کے قریب جا کے بولی بے بے میں تو ساری زندگی اکیلی رہی ہوں تمہیں کیا لگتا ہے اماں میکے مجھے لے کہ جاتی نہ نہیں پتہ ہے کیا ان لوگوں نے اپنی بیٹی کو تو معاف کر دیا مگر مجھے قبول نہ کیا عائشہ نے سینے پے انگلی رکھ کے نہ میں ہاتھ ہلایا بلکل اسی طرح جیسے اپنے اپنے بیٹے کو معاف کر دیا مگر میرا وجود اور میری ماں کو قبول نہیں کیا ...بے بے چپ ہو گئی وہ کیا کہتی سانس پیتی رہی اور کانپتے کمزور ہاتھ جوڑ کے بولی اپنے ماں باپ کے واستعے اپنی بےبے کو معاف کردے دیکھ تو کہی مت جا تیری ہر بات مانوں گئی اس بات سے عائشہ کی آنکھیں چمک گئی اور ٹھیک ہے کہہ کے بولی میرے لئے کوئی اور کمرہ تیار کروا دیں رات کو اپکے پوتے نے مجھے دھکے دے کہ نکال دیا ساتھ ہی نہ نظر آنے والا آنسو بھی ہونچھ لیا دادو شرمندہ ہو گئی دادو بچاری کو کیا پتہ آدھی ایکٹنگ ہے بیٹا وہ تمہارا شوہر .. نہیں بے بے وہ انکاری ہے میں بھی کوئی گری پڑی نہیں جو انکے ساتھ رہوں عائشہ نے ایسے کہا جیسے بہت وفعشور بیوی ہو .بے بے تو دل ہی دل میں معیز کو گالیاں نکال کے بچے کچے دانت پیں کہ رہ گئی ...

آہستہ ناشتہ کرو عائشہ بچے دادو کا آج کل سارا پیار عائشہ کے لئے تھا عائشہ نے نفی میں سر ہلا کے منہ صاف کیا اور کمرے سے بیگ لا کے کندھے پے ڈالا اچھا بے بے شام میں لیٹ آوں گی کہاں جا رہی ہو بیٹا؟ میں یونیوسٹی جاوں گی دوپہر میں ایک اکیڈمی میں پڑھانا ہے شام میں پیزا میک کی جاب ہے سب کے کانٹے اور چھریوں کی آواز بند ہو گئی سب بت بنے

عائشہ کو دیکھ رہے تھے جو بے نیازی سے کتابیں چیک کر رہی تھی ..بچے تم کام پے مت جانا بے بے بہت شرمندگی ہوئی کہ وہ20 سال کی عمر میں کتنی محنت کررہی تھی نہیں بے بے ایک مہینے سے فارغ یہاں پڑی ہوں اب پیسے بھی ختم ہونے والے ہیں میرے ";گھر میں بستر پے ماتم کرنے سے اماں واپس نہیں آئے گی مجھے خود کے لئے ابھی جینا ہے جب تک سانس باقی ہے چلو بائے جھک کے بےبے کے گال پے بوسہ دیا بائے دیا معیز کی چھوٹی بہن کو ہاتھ ہلایا ایک مہنے میں اسکی دوستی دیا سے کافی ہو گئی تھی بائے ساسو امی شرارت سے صدف کو متوجہ کیا صدف جان چکی تھی عائشہ اپنے کام سے کام رکھنے والی سیدھی سادھی لڑکی ہے وہ نہ کسی کو چھیڑتی نہ فضول چھڑتی بس ایک معیز ہی تھا جیسے عائشہ کا سویٹو سویٹ ہارٹ جانو کہنا زہر لگتا ہر وقت گلی میں بلیوں کے بچے پکڑنے والی کبھی گٹر سے کتے کے بچے نکالتی اور کبھی گھر میں طوطے کبوتر لے آتی خیر طوطے وہ پرانے گھر سے لائی تھی جو بے جا میٹھو میٹھو بولتا اور عائشہ اور باقی سب کا سہی نام لیتا صرف معیز کو ہی زیرو زیرو کہتا معیز کو پکا یعقین تھا یہ عائشہ کے کام ہیں مگر وہ رنگے ہاتھوں پکڑی جاتی تب نہ..

--;------------------------------

پیچھے ہٹو مجھے اندر آنا ہے عائشہ نے دروازہ باہر سے کھولتے کہا تم پیچھے ہٹو مجھے اندر آنا ہے پہلے میں آئی تھی یہ گھر میرا ہے تم پیچھے ہٹو لیڈیز فسٹ میں لڑکی میں اندر آوں گی تم کہاں سے لڑکی ہو اور بس پھر عائشہ بھک سے اڑ گئی مرو تم پاگل انسان معیز نے قہقہہ دبایا اور زور سے دروازہ کھولا اور عائشہ پیچھے الٹے گر گئی اور دروازہ ناک پے لگنے سے خون کی بوند نکل آئی آہ آہ آہ یہ کیا باہر وہ کسی کی مظبوط باہوں میں تھی .اور حیرت سے جمی تھی مقابل کے دانت باہر تھے معیز کا منہ پورا کھولا تھا یہ سب ایسے ہی سٹیل رہتا مگر عائشہ کی آواز پے سب کو ہوش آیا چھوڑو مجھے مقابل نے فورا فرمابرداری سے چھوڑ دیا اور عائشہ زمین

بوس ہو گئی پھر دونوں کے قہقے ابلے اور سر سہلاتی
عائشہ اٹھ بیٹھی اور پاوں پٹختی اندر چلی گئی ارے کون
تھی یہ بجلی کرنٹ حسینہ معیز نے مقابل کے نظروں
کے تعاقب میں دیکھا اور کھوئے کھوئے سے لہجے میں
بولا مسز معیز واٹ یہ تھی وہ ...مقابل نے معنی خیز
اووووو کہا اور معیز کو کھویا دیکھ کہ گردن اثبات میں
ہلائی......یہ تو گیا کام سے.

---------؛------؛---------------

یہ لو کھیر سویٹ ہارٹ تمہارے لئے معیز نے خطرے
کی گھنٹی محسوس کی اور ادھر اودھر سب کو دیکھا سب
کھیر کھا رہے تھے معیز نے خوشی خوشی پکڑی پھر بولا
یہ والی پیالی تم کھاو گی وہ دوسری جو تم نے اپنے لئے
رکھی وہ مجھے دو عائشہ نے فرمابرداری سے یہی کیا اور
دوسری پیالی سے کھانے لگ گئی معیز نے کھیر ڈرتے
ڈرتے چکھی اور جب معلوم ہوا کہ کھیر ٹھیک ہے تو
کھانے لگ گیا اچانک معیز کا پیالی زمین بوس ہو گئی اور
منہ میں موجود کھیر باہر نکال کے تھوک دی اور گلے
میں انگلیاں ڈالتا واش روم بھاگ گیا کیا ہوا بے بے
نے اشارے سے عائشہ سے پوچھا عائشہ نے کھیر کا
آخری چمچہ منہ میں ڈالا اور لاپروائی سے بولی بچارے
کی کھیر میں چھپکلی تھی دیا تو اچھل پڑی عاشی تو نے
بھائی کی پیالی میں تم بہت گندی ہو ... اور عاشی صاف
مکر گئی اور بھولی بن کے بولی وہ تو میری پیالی تھی اسنے
خود مانگی تھی اور چھپکلی بھی نقلی لگ رہی ہے مجھے اس
کھیر کی قسم اسنے یہ مجھے پھنسانے کے لئے خود ہی ڈالی
ہے میں جھوٹ بولو تو تجھے یہ ہضم نہ ہو دیا نے دہل
کے آنکھیں کھول کے اپنے تیسرے کھیر کے پیالے کو
دیکھا اور خوف سے بولی نہ نہیں میری بہن میں تو
مزاق کر رہی تھی تو بھلا ایسا کیوں کرے گی عائشہ نے
چمکتی آنکھوں سے اسے گھورتے معیز کو دیکھا اور آنکھ
مار کے دوبارہ کھیر ڈالنے لگ گئی....

یہ کارڈ مسٹر معیز کے نام کا ہے عائشہ نے کارڈ لہراتے
سب کو کہا تو پتہ تم اسکی گھر والی ہو تم ساتھ ہی جاو گی

بس دادو نے گویا حکم سنایا ..نہ نہیں وہ مجھے لے کے نہیں جائے گا .پیچھے سے میٹھو نے بولنا شروع کر دیا نہیں لے کہ جائے گا نہیں لے کہ جائے گا ..اوے کھوتے تو چپ کر عائشہ کو میٹھو کا اس" سنجیدہ "گفتگو میں بولنا زہر لگا ..تو چپ کر تو چپ کر میٹھو نے ثابت کیا کہ وہ عائشہ کا ہی میٹھو ہے ...عائشہ نے چمچ پکڑ کے میٹھو کو دیکھایا تو بچارا گونگا ہو گیا ..ہاں تو میں کہہ رہی تھی وہ دیکھنا حرا پھپھے کٹنی کو لے کے جائے گا ..عائشہ نے ہاتھ نچا نچا کے کہا دادو اور دیا کو بڑی ہنسی آئی اسکے انداز پے معیز سیڑیاں اتر رہا تھا دادی کی آواز پے رک گیا ...جی وہاں بہت مرد ہوں گے اسکا وہاں کیا کام معیز نے مکھی اڑائی عائشہ نے اسکے جانے کے بعد بےبے کو ایسی نظر سے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو دیکھا میں نہ کہتی تھی نہیں لے کے جائے گا مر جانا...

برہان بھائی عائشہ ہانپتی کانپتی تیار ہو کے معیز کے بڑے بھائی کے پاس پہنچی جی بیٹا انہوں نے ٹائی لگاتے شفقت سے آئینے میں اسکا نکھرا سراپہ دیکھ کے کہا ...بھائی مجھے بھی جانا یہ اور یہ دیکھیں میں تیار ہوں عائشہ نے اپنے چوڑوں سے سجے ہاتھ سامنے پھلائے برہان نے پلٹ کے اسکے ہاتھ پکڑے اور سر تھپک کے بولا تم معیز کے ساتھ کیوں نہیں گئی ..وہ مجھے لے کے نہیں گئے حرا کو لے گئے عائشہ نے جان بوجھ کے افسردہ لہجے میں کہا جیسے پتا نہیں کتنی محبت کرنی والی بیوی ہو .. برہان کو معیز کا یہ رویہ سخت ناگوار گزرا اسنے ایک نظر عائشہ کو دیکھا پھر شرمندگی سے بولا ہم جائیں گے عائشہ لیکن ان کپڑوں اور یہ رنگ برنگی چوڑیوں میں نہیں ...عائشہ نے اپنی بڑی بڑی گول بالیاں پراندہ اور پٹیالہ شلوار چھوٹی کمیز بڑھکیلا ڈوپٹہ دیکھتے کہا کیا میں پیاری نہیں لگ رہی .. نہیں میری بہنا بہت پیاری ہے برہان نے اسکی بڑی بڑی نیلی آنکھوں میں دیکھا جو سرمے اور کاجل سے بھری تھی ...چلو میرے ساتھ .. پارٹی تو ویسے بھی رات کو ہے ابھی وہاں لنچ میٹنگ ہو گی ...

:-_____------------------------

معیز سبزے سے بھرے لائٹنگ والے لان میں قدم رکھتے مبہوت رہ گیا .. آہ اوپر سے یہ دل نشی آواز .. جیسے چاروں اور خشبو پھیلی ہو ..معیز آواز کے تعاقب میں چلتا گیا .. آواز تیز ہوتے جا رہی تھی

تیرے بنا زندگی میں کوئی شکوہ تو نہیں شکوہ نہیں شکوہ نہیں شکوہ نہیں تیرے بنا لیکن زندگی بھی زندگی نہیں زندگی نہیں..

تیرے بنا زندگی سے کوئی شکوہ تو نہیں شکوہ نہیں ...جی میں آتا ہے تیرے دامن میں سر جھکائیں ہم روتے رہیں روتے رہیں تیری بھی آنکھوں میں آنسو کی نمی تو نہیں تیرے بنا زندگی سے کوئی شکوہ تو نہیں کاش ایسا ہو تیرے قدموں ....اور معیز کی نظر گانے والی پر پڑی اسکی پشت معیز کی طرف تھی معیز نے دیکھا کالی ساڑی سے ہلکی جھلکتی کمر ہائف سے بھی کم سلیو سے نکلتے دودھیا بازو معیز کو ایسے کپڑے جو آریاں ہوں تقریبا وہ سخت نا پسند تھے لیکن یہ لڑکی کونسا اسکی ماں بہن یہ گھر کی تھی معیز آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے اسکی گوری دودھ مائی کمر پے موجود کالے تیل کو دیکھ رہا تھا اور آس پاس موجود لوگوں کے تبصرے جو لڑکی پے کر رہے تھے انکو انجوائے کر رہا تھا ...پیانو بجاتی گانا گاتی لڑکی تالیوں کی آواز پے مسکرا کے پلٹی تو معیز کے آگے آسمان اور زمین گھوم گئے اسکی رگوں میں شرارے پنپھنے لگے وہ کوئی اور نہیں ہاں عائشہ ہی تھی لائٹ میک اپ کھلے لمبے بال ایک شانے پے تھے نازک جیولری لوگوں کی داد وصول کرتی .... پاس کھڑے انئیں نے معیز کو کہا دیکھ اسکی کمر پے سفید موتیوں سے بنا کمر بند کالی جارجٹ کی ساڑی پے کتنا حسین لگ رہا ہے مگر اسکو دیکھ کے لگتا ہے کہی دیکھی دیکھی ہے ..معیز نے گھور کے انئیں کو دیکھا دانت پیس کے بولا"عائشہ "اور انئیں نے اب کی بار زیادہ گھور کے عائشہ کو دیکھا اور کھولے منہ سے ٹپکتی رال منہ بند کرکے اندر نگل لی...انئیں کو وہ دن یاد آیا جب گھر کے دروازے پے گرنے سے وہ اسکی باہوں

میں تھی ..معیز نے عائشہ کو میسج کیا دس منٹ میں یہاں سے دفع ہو جاو ورنہ سب کے سامنے بہت عزت کروں گا ..عائشہ نے بھی منہ پے ہاتھ پھیرا کہ اس میسج کا بدلہ وہ ضرور لے گی ...

پلیز مجھے کوئی گھر ڈراپ کردے میری بہو کے ہاں بچہ ہوا ہے عائشہ نے چلا چلا کے بزنس پارٹی میں شور مچایا ...اسے میری ضرورت ہے...

انئیس نے معیز کو کہنی ماری اور کان میں گھس کے بولا تیری بیوی تو آئٹم ہے یار ...معیز نے کان کھجایا وہ منکوحہ ہے بیوی نہیں نہ ہی دماغ سے پیدل لڑکی میری بیوی بنے گی...

عائشہ کی آواز سے پوری پارٹی میں مبارک باد دینے کی بجائے سناٹا چھا گیا ...ایک ہنڈسم نے بے یعقینی سے پوچھا تو آپ کی شادی کیا پیدا ہوتے ہو گئی تھی آئی مین آپ صرف آٹھارہ بیس سال کی لگتی ہیں کیا سرجری کرواتی ہیں ...عائشہ کا منہ کھول گیا ...اور قدرے زور سے بولی بہو کے ہاں بیٹا ہونے کا مطلب یہ نہیں میں شادی شدہ ہوں الحمدللہ میں سنگل ہوں اور صرف 20 سال کی ہوں ..انئیس نے قہقہہ دبا کے پھر سے معیز کو ٹہکہ دیا اور جوس پیتے معیز کا جوس عائشہ کی بات سے حلق میں اٹک گیا اور وہ زور زور سے کھانسنے لگا.....

برہان نے اپنا قہقہہ معیز کی شکل دیکھ کے دبایا ..اور عائشہ کا ہاتھ دبا کہ بولا اصل میں میری بہن نے بلیلاں اور طوطے رکھے ہیں اور ابھی میری دادو نے بتایا کے اسکے میٹھو جو کہ اسکا بیٹا ہے اس کے انڈے سے بچہ نکل آیا ...سب سنگل کنوارے لڑکوں کی جان میں جان آئی اور معیز اسے اپنے بھائی سے ایسی بیوقوفی کی امید نہ تھی ..اسنے اپنے جبڑے سختی سے میچ لئے .. انئیس نے دانت نکال کے کہا تم خوش ہو اب تمہاری بیوی کو پاگل ثابت کرنا آسان ہے اور تم حرا کو میری بھابی بنا دینا ویسے اگر تم چاہو تو میں عائشہ سے شادی کر سکتا ہوں. جب تم اسے ڈیورس ......اور پھر معیز

کی آنکھوں سے نکلتے شرارے دیکھ کو انئیں کی زبان تالو سے چپک گئی...اور دل ہی دل میں اللہ سے اپنی زندگی مانگی...

تمہاری ہمت کیسے ہوئی وہاں اس بے ہودہ لباس میں جانے کی معیز نے گھر آتے اس پے چڑائی کی ...اور وہ دنیا جہان کی معصوم بنی برہان کے پیچھے چھپ گئی اور مصنوعی کانپنے لگ گئی ..تم اپنا منہ بند رکھو معیز اسے میں نے یہ کپڑے لے کے دیئے تھے اور یہ میری ساتھ میری بہن بن کے گئی تھی برہان نے عائشہ کا سر تحفظ دینے کے انداز میں اپنے سینے سے لگا کے تھپکا ..

معیز نے ایک جھٹکے سے عائشہ کو برہان سے کھنچا اور جا کے سیدھا اسکے چوڑے سینے سے ٹکرائی او مائی جنگلی عائشہ نے ڈرنے کی ایکٹنگ چھوڑ کے میدان میں آکے کمر کسی..جانور ہو ہاتھ چھوڑو میرا عائشہ کو غصہ آیا نہیں چھوڑتا میرے پکڑنے سے تمہیں تکلیف ہے اور وہ جو آدھے شہر کے سامنے ننگی گھوم رہی تھی وہ کچھ نہیں... تمہیں اس سے کیا عائشہ نے لاپروائی سے کہہ کے ہاتھ کھنچا مگر معیز نے گرفت اور سخت کردی کمینے وہشی چھوڑ ٹوٹ جانی میری کلائی دوسے ہاتھ سے چھڑاتے عائشہ نے ایک ہاتھ معیز کے سینے پے مارا تو مبادا اسنے اسکا دوسرا ہاتھ بھی پکڑ لیا گھور سیاہ آنکھوں میں بھری خفگی اور گھنی مونچھوں تلے سختی سے پھنچے لب عائشہ کو معیز سے خوف آیا ..اور معیز اسکی نیلی بڑی بڑی آنکھوں میں جھانک کے چبا چبا کے بولا تم کہتی ہو میں حرا کے ساتھ کیوں جاتا ہوں اسے اہمیت دیتا ہوں تو سن لو مسز معیز اسکا ہجاب اسکی حیا مجھے اسکی طرف بلاتی ہے دیکھو اسے معیز نے صوفے پے ٹکی ٹانگ پے ٹانگ رکھ کے سین انجوائے کرتی حرا کی طرف اسکا رخ موڑا اور تم ہو کیا اپنی نمائش کر رہی ہو یاد رکھنا جان سے مار دوں گا اگر دوبارہ اسے کہی گئی تو جب تک میرے نکاح میں ہو شرافت کے جامے میں رہنا ..اور تم بھی شرافت کے جامے میں رہو تم بھی

نکاح میں ہو اب تم مجھے نظر آنا دوسری تیسری گری پڑی لڑکیوں کے ساتھ رنگ رلیاں مناتے تو میں ایسے ہی کروں گی دو موتی ٹوٹ کے عائشہ کے رخسار پے گرے اور ناجانے کیوں معیز کے لب مسکراہٹ سے پھیل گئے اپنی پوروں سے اسکے آنسو صاف کر کے ٹھیک ہے فرمابرداری سے بول کے اپنے کمرے میں چلا گیا ...سب لوگ معیز کی اس حرکت پے خوشگوار حیرت میں ڈوب گئے اور حرا کے تن بدن میں اگ لگ گئی ہنہ بے حیا با آواز بلند بول کے حرا معیز کے پیچھے ہولی عائشہ نے اگے بڑھ کے اسکا ہاتھ پکڑا اور چبا چبا کے بولی اگر میں بے حیا ہوں تو تم کیا ہو جو دوسروں کے شوہر سے چپکی رہتی ہو تب تمہارا اسلام تمہارا مذہب کچھ نہیں کہتا جب تم پورا پورا دن معیز کے ساتھ بند کمرے میں رہتی ہو ... حرا نے مدد طلب نظر سے خالہ کو دیکھا مگر وہ نظر چرا گئی وہ معیز اور عائشہ کی آنکھوں میں ایک دوسرے کے لئے محبت کے جلتے لو دیکھ چکی تھی وہ نہیں چاہتی تھی اسکا بیٹا تاعمر یا کے کھو دینے کی تڑپ میں رہے.....

شٹوپیڈ حرا پاوں پٹختی باہر چل دی اور عائشہ کھلا کھلا کے پیچھے سے زبان چڑا کے میاں میٹھو کے بچے کو دیکھنے چل دی....

کومل احمد کا یہ ناول جاری ہے...اللہ حافظ بے بے عائشہ نے عجلت میں ناشتہ کر کے معمول کے مطابق دادو کے گال پےچٹہ پٹہ بوسے لئے ..رکو تم میں ڈروپ کروں گا معیز نے ناشتہ کرتے ہوئے نیا حکم صادر کیا عائشہ نے حیرت سے سینے پے انگلی رکھ کے پوچھا مجھے؟ ہاں تمہیں مسکرا کے جواب آیا تم میری ذمہ داری ہو آج سے تم میرے ساتھ ہی ہر جگہ آو جاو گی معیز کو ناجانے کیوں وہم سہ ہوا کہ لوگ عائشہ کو ہی گھورتے ہیں..بڑی جلدی خیال آ گیا ذمہ داری کا نو تھینکس میں رکشے سے چلی جاوں گی یا وین سے عائشہ نے رکھائی سے کہا ..عائشہ پیچھے بہت قریب سے

معیز کی آواز آئی پھر کسی نے اسکا ہاتھ دبوچہ اور وہ باہر کھنچتی چلی گئی ..گاڑی میں پھینکا اور گاڑی سارٹ کردی ..راستے میں معیز نے نیا لکچر دیا ..آج سے تم جاب نہیں کرو گی تمہیں جتنے پیسے چاہیئیں مجھ سے لے لینا اور اگر جاب کرنے کا شوق ہے تو پڑھنے کے بعد کرنا ابھی خود پے بوجھ مت ڈالو ..عائشہ تمسخرانا ہنسی ہنس دی معیز حیدر تم پاگل تو نہیں ہو گئے کیوں اپنی اور میری جان عذاب میں ڈال رہے ہو تین لفظ بولو اور ختم کرو یہ رشتہ تم اپنے رستے میں اپنے ہم پھر بھی اچھے کزن رہیں گے ..عائشہ نے ساری پلائنگ کی تھی ..ایسی ہی پلائنگ معیز نے بھی کی تھی مگر اسکی غیرت یہ گوارا نہ کرتی تھی وہ گھر کی لڑکی کو طلاق دے کے کسی اور کے حوالے کردے ...محبت اور عائشہ جیسی بے ہجاب لڑکی سے وہ مان ہی نہ سکتا تھا ... ایک جھٹکے سے کار رکی عائشہ کا سر ڈیش بورڈ پے لگا افف جنگلی عائشہ بری طرح گھور کے نیچے اتر گئی ..اور معیز ہمشہ کی طرح اسکے اس لقب پے مسکرا دیا پھر ہاتھ کے اشارے سے اسے اپنی طرف بلایا اور کھڑکی پے جھکی عائشہ کا ہاتھ دبوچ کے بولا تم نے ابھی میرا جنگلی پن دیکھا کہاں ہے ابھی تمہیں اسکا مطلب بھی شاید معلوم نہیں ساتھ ہی اسکا ہاتھ ہونٹوں سے لگا کے زن سے کار بھگا گیا ..اور عائشہ اسکے اس معنی خیز جملے اور جسارت پے سانسیں معتر کرتی واش بیں کی طرف چل دی 11 بار درود پڑھ کے تین بار ہاتھ دھو کے بھی اسے تسلی نہیں ہوئی تو لینچ بریک میں الٹے ہاتھ سے کھانے لگ گئی..

-----:::-------------------------

وہ اپنے کمرے میں پیٹ کے بل لیٹی کتابوں پے جھکی ڈوپٹے سے بے نیاز اڑی ترچھی الست ملست لیٹی تھی کہ وہ ادھر آن دھمکا اور سیدھا نظر اس ہوش روبہ دیوی پے پڑی جو اس کی موجودگی سے یکسر بے نیاز پین منہ میں دبائے جانے کتاب میں دیکھ کے کونسے مراقبے سوچ رہی تھی....

چندلمحے یوں ہی گزر گئے تو معیز کی نظروں کو بند کشمالہ بھابی کی آواز نے باندھا کچھ چاہئے دیور جی .. معنی خیز لہجہ وہ بھی چونک سیدھی ہو کے بیٹی تو سارے بال اگے آ گئے ..اور جھٹ سے قریب پڑا ڈوپٹہ اٹھا کے گلے میں لیا ..معیز کو اسکی یہ حرکت سخت ناگوار گزری یعنی کے حد ہے وہ نا محرم یا غیر تھوڑی تھا وہ تو اسکا گھر والا تھا ..استغفراللہ معیز کی زبان سوچ کے ہی کڑوی ہو گئی...

جی نہیں کچھ نہیں وہ جھنجلا کے پلٹ گیا اور وہ دوبارہ اپنی اسی پوزیشن میں جھک گئی..

--------------------؛----------

ایک گلاس پانی لاو لڈو کھیلتی عائشہ کو مخاتب بلکہ حکم دیا آج کل ویسے ہی اسکے انداز بدلے بدلے تھے جب مرضی کچھ بھی بول دیتا تھا عائشہ تو ویسے بھی چوکنا رہنے لگ گئی جہاں وہ ہوتا وہاں سے عائشہ گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہو جاتی..تابعداری سے اٹھ کے چلی گئی پانی دیتے قسم سے حاظرین ہماری عائشہ کی غلطی نہیں تھی اللہ کی طرف سے چھنک آ گئی ..آ آ چھھوو اور یہ گرا پانی معیز کی پینٹ پے ...یا اللہ معیز بدک کے اٹھا یہ کیا بتمیزی ہے جیسے وہ اسے زچ کرتی تھی معیز نے زرا بھی یعقین نہ کیا اور شوہرانہ ناراض ہو گیا مگر وہاں پروا کیسے تھی ...چاچو یوں لگ رہا ہے آپ کا سوسو نکل گیا پیچھے سے سنی کی آواز اسکا دل مزید جلا گئی... ساتھ ہی عائشہ کی لاپروا ہنسی بھی..

عائشہ پتر اب تم معیز کے کمرے میں رہا کرو دادو نے مالش کرتے عائشہ کو کہا ...کس خوشی میں سرد لہجے میں پوچھا گیا ..پتر اسے اسکی غلطی کا احساس ہو گیا ہے وہ شرمندہ ہے وہ تجھے بڑا غلط سمجھتا تھا مگر تو نے بڑی اچھی بچی نکلی ...بس کریں مجھے نیند آ رہی ہے عائشہ ایک دم سے اٹھ گئی پھر الماری میں گھس کے سوٹ

نکال کے استری کرنے لگ گئی پتر وہ معیز ...بے بے میری پینک سینڈل کہاں ہے مل نہیں رہی وہ ایک دم استری کا پلگ نکالتی شہزادی شہزادی کرتی کمرے سے نکل گئی دادو نے ٹھنڈی سانس لے کے اپنے کمرے کی طرف چل دی وہ جانتی تھی اسکا اعتبار وقت کے ساتھ ساتھ ہی بہال ہو گا اور وہ صرف معیز کر سکتا ہے...وہ اپنی سی کوشش کر چکی تھی...

یہ چائے ہے عائشہ کو شہزادی پے غصہ آیا باجی روز تو ایسے بناتی ہوں وہ منمنائی مگر چینی ہے اس میں پھر آدھوری چائے وہ اٹھا کے اٹھ گئی معیز جو سوچ رہا تھا کہ اب شہزادی کی خیر نہیں اسکی حیرت کی انتہا نہ رہی جب چائے وہ اپنی مانو کے برتن میں ڈال کے اسکو پچکارتے ہوئے چوم چاٹ کے بنا ہاتھ دھوئے بیگ اور کتابیں اٹھانے لگ گئی ... چلیں عائشہ نے رکھائی سے شوہر جی کو مخاتب کیا اور شوہر جی چونک گئے پھر یاد

آیا وہ تو ناراض تھا تو وہ بنا جواب دیئے میسنو کی طرح چائے پیتا رہا ...اور عائشہ بھاڑ میں جاو بتمیز کہہ کہ یہ جا وہ جا ..وہ بتمیز چائے چھوڑ کے جانے والی بتمیز کے قدم گنتا رہ گیا ...ہٹا بھی لو نظریں چلی گئی ہے وہ دادو کی آواز اسے دنیا میں واپس لائی جی دادو وہ شرمندہ سہ ہو کے کپ دوبارہ منہ کو لگانے لگ گیا..

غیر متوقع طور پے واپسی پے گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑے معیز کو دیکھ کے عائشہ اگے بڑھ گئی اور وہ سوٹ بوٹ میں لش پش کالا چشمہ لگائے انتظار میں تھا اسکا منہ کھول گیا ..اور دندناتا ہوا اسکے پیچھے آیا اندھی ہو یا یاداشت کمزور ہے تمہاری وہ اسکے پاس جا کے دھاڑا اور عائشہ کی دوستیں ایک دوسرے کو معنی خیز دیکھنے لگ گئی مجھے تمہارے ساتھ نہیں جانا وہ اپنی ازلی رکھائی سے بولی چلیں گے تو تمہارے فرشتے بھی ..چلو وہ اسکا بازو دبوچ کے بولا اتنے میں ایک دوست کو

حسد کے ساتھ غیرت جاگی ائے مسٹر تم اسے ایسے نہیں لے جا سکتے "کیوں؟؟ معیز نے ماتھے پے بل ڈال کے پوچھا ..لڑکی کنفیوز ہو گئی اور مرمری سی آواز میں بولی یہ اچھے گھر کی ہے اور ایسے کیسے کسی کی ساتھ بھی چل پڑے ...اور یہ اچھے گھر کی میری گھر والی ہے معیز نے گردن اکڑا کے فخر سے بتایا جیسے یہ اسی کا کارنامہ ہو ..لڑکیاں صدمے سے چور حسد میں مبتلا ہو گئی معیز عائشہ نے غصے سے آواز بھینچ کے تنبیہ کی .. جی معیز کی جان وہ جان نثار ہوا ...تم ہو ہی بے ہودہ انسان وہ اسکے جملے سے تپ گئی ..اچھا جیسا بھی ہوں تمہارا ہوں وہ اسکو مزید تپاتے کار تک لایا ...آئسکریم کھاو گی وہ بہت مہربان بنا پوچھ رہا تھا .. زہر لا دو وہ بڑبڑائی .مجھے بھری جوانی میں رنڈوا ہونے کا کوئی شوق نہیں وہ ہنستے ہوئے بولا ..اور میں خوشی سے بیوہ ہونا پسند کروں گی یہ سن کے معیز کی ہنسی کو بریک لگ گئی ..اتنی نفرت کرتی ہو وہ نجانے کیوں پوچھ بیٹھا اس سے بھی زیادہ وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ کے بولی اور کار سے اتر کے اندر چل دی...

------؛--؛؛؛-؛--------------------

جی ہمیں تو آپکی بچی بہت پسند آئی بس کچھ مصروفیات کی وجہ سے لیٹ ہو گئے ...ورنہ اب تک آپکی بیٹی ہماری بہو ہوتی ...اور صدف جی جان سے مہانوں کی خدمت میں جتی تھی دیا کا رشتہ آیا تھا وہ بھی بنا کسی کی مدد کے وہ بھی اتنا شاندار معیز کے ہی سرکل سے وہ ملے بنا شادی کی تاریخ مانگ رہے تھے اور صدف اس افادت پے بوکھلا گئی ...چائے لاتی صدف کو دیکھ کے بولی یہ ہے میری بیٹی بیٹھ جاو بیٹا صدف نے اسے صوفے پے ٹکا دیا مگر ہم اپکی دوسری بیٹی کا رشتہ لائے ہیں خاتون نے ناپسندیدگی سے دیا کو دیکھا ...ہماری تو ایک ہی بیٹی ہے صدف نے جزبز ہو کے کہا ...پھر اندر آتی عائشہ کو دیکھ کے خاتون صدف کی غلط بیانی تپ کی بولی ہم اس لڑکی کا رشتہ لائے تھے اور یہ گری عائشہ

کے ہاتھ سے کتابیں اور صدف نے بے ساختہ کہا یہ
میری بہو ہے خاتون ایک دم کھڑی ہو گئی اور اندر
آتے معیز نے گرتی ہوئی عائشہ کو تھاما اور دھاڑ کے
بولا آپکی ہمت کیسے ہوئی میری بیوی کا رشتہ لانے کی
کس نے بھیجا ہے آپکو گیٹ اوٹ صرف آپکی عمر کا
لہاظ کر رہا ہوں ورنہ ....جملا ادھورا مطلب پورا خاتون
گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب معیز نے
ایک نظر اپنے بازو پے جھولتی عائشہ کو دیکھا تو اپنے
مظبوط بازوں میں اٹھا کے اندر چل دیا....

کمرے میں نیم اندھیرا تھا اور سردی کی شیدت بھی کافی
تھی عائشہ کی نیند نجانے رات کے کونسے پہر کھلی تھی
پھر اسے وہ منظر یاد آنے لگا اسکا رشتہ اسنے بھلا کب
سوچا تھا معیز کے علاوہ کسی کو پھر بھی نجانے کیوں وہ
اس وقت سکون میں تھی شاید کسی مسیحا کا لمس اپنے
بہت قریب محسوس کر رہی تھی ..کوئی بہت دھیرے
دھیرے اسکے بالوں میں سرسراتے انگلیاں چلا رہا تھا
پھر اسکی پیشانی پے لب رکھے ... آہ یہ کیسا لمس تھا جو
پہلے کبھی محسوس نہ ہوا تھا عائشہ نے ہلکی سی آواز میں
پکارا "بےبے وہ لوگ چلے گئے نہ "کتنا خوف تھا عائشہ
کی آواز میں معیز نے اسے اپنے اور قریب کیا اور
سرگوشی کے انداز میں بولا چلے گئے اس لئے کہتا ہوں
اسطرح باہر مت جایا کرو لیکن تم مانتی کب ہو میری
اب دیکھ لیا نا انجام ..اور عائشہ کرنٹ کھا کے الگ
ہوئی اور لائٹ اون کی شدید ترین غصے کی لہر اس وقت
اسکی رگوں میں گزری ..تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے
کمرے میں آنے کی ..گیٹ اوٹ وہ رخ موڑ کے
کھڑی ہو گئی ہاتھ باندھے کھلے بکھرے بال ڈوپٹے سے
بے نیاز آہ نیلی آنکھوں میں غصے کی ایک سرخ لکیر
ایسے میں کون کمبخت نہ اس حسن پے مر جائے ..معیز
کے لب مسکرائے اور چلتا ہوا اسکے پاس گیا پیچھے سے
جھک کے کان کے قریب بولا یہ میرا روم ہے میڈم
اور عائشہ شرمندگی سے کمرہ دیکھ کے باہر کو چل دی
معیز نے اسکا ہاتھ تھام لیا ..کب تک دور بھاگو گی مجھ
سے کیا تم معاف نہیں کرو گی مجھے گھر میں سب کا بھی

تو اتنا ہی قصور تھا جب تم انکو معاف کر سکتی ہو تو مجھے بھی کر سکتی ہو اب میں تمھیں الگ رہنے کی اجازت نہیں دوں گا عائشی ..معیز کے لب ولہجے میں شرمندگی ندامت اور پھر محبت گھلتی رہی عائشہ نے اسے رگے جان سے قریب محسوس کیا ..پھر زندگی کے مع و سال پھر سے آنکھوں کے گرد چکرا گئے آہ یہ ظالم میمری عورتوں کی بڑی تیز ہوتی عائشہ نے ہاتھ کھنچا اور چبا چبا کے بولی معیز حیدر میرا رشتہ تم سے تھا نکاح نامے پے دستخط تم کر کے آئے تھے مجبوری میں ہی سہی لیکن میں تمہاری ذمہ داری بن گئی کیا ان دس سالوں میں تمہیں ایک بار بھی بھلے سے میری یاد آئی مجھے تو نکاح کا مطلب بھی نہیں معلوم تھا تو تمہاری صورت کیسے یاد رکھتی لیکن جب معلوم ہوا جانتے ہو ہر آہٹ پے ہر دستک پے میں چونک کے دیکھا ہر آواز ہر پکار میں تمہیں تلاشہ مگر تم ذی ہوش تھے پھر بھی کنی کترا گئے ٹھیک ہے میں تمہیں معاف کر دیتی ہوں اگلے دس سال میری بے اعتنائی سہو پھر حساب برابر ہو گا ...بولو ہے ہمت اور معیز کی نظریں زمین میں گڑ گئی سر آپ ہی آپ شرم سے جھک گیا ...عائشہ تمسخرانہ ہنس کے باہر نکل گئی....

------------------------;;;;;;----

~~عشق بھی کیا عجب شے بنائی ہے تو نے مولا%%...

~~تیرے ہی بندے تیری ہی مسجد میں کسی اور کے لئے روتے ہیں%%%

معیز پوری رات سو نا پایا تھا اسنے سوچ لیا وہ دور چلا جائے گا عائشہ سے بہت دور جہاں اسکا سایہ بھی عائشہ پے نہ پڑے....ہیلو ڈینی معیز نے اپنے دوست کو کال کی...

ہاں میری لندن کی ٹیکسٹس بک کروا دو .. نہیں یار بس ایسے ہی ہاں ہاں سب ٹھیک ہے چلو تم کر کے مجھے فون کرنا اللہ حافظ اور معیز نے فون بند کر کے پلٹ کے دیکھا پیچھے حرا تھی ..وہ نظر چرا کے ہٹ جانا چاہتا

تھا کہ حرا نے اسے روک لیا ..مت جاو لہجے میں التجا
تھی وہ زخمی سہ مسکرا دیا اور اسکے سر پے ہاتھ رکھ
کے نہانے چلا گیا واپس آیا جینز پہنے تولئے سے بال
رگڑتے تو وہ وہاں کھڑی تھی ہچکیوں سے روتی او مائی
گوڈ معیز کو ہنسی آ گئی حرا روتے ہوئے اسکے ساتھ لگ
گئی معیز کو اندازہ نہیں تھا وہ اسطرح بے حال ہو گی وہ
خود بولا گیا حرا پلیز چپ ہو جاو میں ہمشہ کے لئے
تھوڑی جا رہا ہوں حرا پلیز ...اور لگا معیز کو جھٹکا
دروازے میں ابستا پتھر کا بت بنی عائشہ معیز کو پہلی بار
خیال آیا کے اسنے شرٹ نہیں پہنی اور اپنے ساتھ چمٹی
حرا معیز کے ہاتھ نیچے گر گئے عائشہ چلی گی اور وہ وہی
رہ گیا پھر شدت سے جبھڑے بھنچے حرا کو خود سے دور
پھنکا اور سیدھا الماری کے ساتھ جا لگی "معیز" حرا کو
صدمہ ہوا ناو گیٹ اوٹ یو ومن اور وہ جن کی طرح
غائب ہو گئی معیز کپڑے پہن کے بال بنا کے عائشہ
کے کمرے میں آیا ارادہ تھا کے اسے سچ بتا کی اسکی غلط
فہمی دور کرے مگر یہ کیا وہ دروزے میں ہی رک گیا

اندر سے حرا اور اسکی لڑنے کی آوازیں آ رہی تھی
آواز حرا کی تھی ..دیکھ لیا تم نے بڑی آئی شوہر شوہر
کرنے والی دیکھ لیا ہمارا تعلق کیسا ہے اب اتنے گہرے
رشتے میں تمہاری گنجائش کیاں نکلتی ہے اور ہاں معیز
مرد ہے .اسکا دل حسن پے پھسل جاتا ہے ہو سکتا ہے
موڈ میں آ کر کبھی اسنے تم پے عنائت کر دی ہو مگر
اسے مستقبل سمجھ کے سر پے سوار نہ کر لینا ...اور یہ
آئی عائشہ کی آواز ..تم پھپے کٹنی مر جانی بے غیرت
کمینی ویلن کہی کی یہ گھر میرے باپ اور تایا کا ہے
ابھی تمہاری چوٹی سے پکڑ کے نکال دوں گی اور ہاں
رہی عنائت والی بات تو وہ تمہارے لئے میری طرف
سے "سیم ٹو یو "بیویوں کا حق ہوتا ہے وہ اور تم
جیسوں پے ٹائم پاس" یو سیکنڈ ہینڈ جوانی " ادھر آ اور
معیز نے جھری سے دیکھا حرا کے بال عائشہ کے ہاتھ
میں تھے معیز مسکرا کے باہر چل دیا اسے یہ سکون تو
تھا اسکی بیوی کو اسکے کردار پے یقعین کرتی ہے...

----------؛------------------؛---

کہاں جا رہے ہو معیز سوٹ کیس گھسٹتے دیکھ کے دادو نے ہوچھا میں بس یوہی وہ جزبز ہوا اسنے ایک مہنے سے گھر رہنا کم کردیا تھا صرف رات کو آتا تھا جب سب سو جاتے تھے ..

فرار ہو رہے ہو دادو کو غصہ آیا اسکی ہٹ دری پے نن نہیں دادو تو کہی گیا مجھے اس عمر میں چھوڑ کے تو میرا مرا منہ دیکھے گا سب کے اسرار پے وہ رک گیا . مگر وہ عائشہ سے دور رہنے لگ گیا ..

معیز تم عائشہ کو آج اسکی دوست کے گھر لے جانا مگر دادو

لیکن ویکن کچھ نہیں معیز بس کہہ سو کہہ دیا اور دو مہنے بعد وہ ایک دوسرے کے روبارو تھے واپس کب لینے آوں معیز نے فکر مندی سے پوچھا ہوں وہ ایک دم چونکی میں نے پوچھا واپس کب لینے آوں معیز نے پھر نرمی سے پوچھا 6 بجے تک وہ آہستہ سے بول کے رخ موڑ گئی ....

-----------؛-----------------------

اور اب 8 بج رہے تھے کوئی لینے نہ آیا معیز کا فون بھی بند تھا اور کسی کا نمبر اسے یاد نہ تھا فون گھر بھول آئی تھی صبا میں رکشے سے چلی جاتی ہوں وہ گھبرا گئی کے سب خیرت ہو سوری یار عائشی ابو گھر نہیں ورنہ وہ چھوڑ آتے تمھیں بھائی تو میرا چھوٹا ہے بائک تک چلا نہیں سکتا ..کوئی بات نہیں وہ افسردہ سہ مسکرائی اور متفکر سے چل دی...معیز نے میٹنگ سے فارغ ہو کے ٹائم دیکھا ساڑھے آٹھ بج رہے تھے اسنے سوچا اب تک تو عائشہ کو برہان بھائی نے پک کر لیا ہو گا ..تو وہ گھر کی طرف چل دیا دادو اسے دیکھتے بولی معیز عائشہ کہاں ہے اور وہ فورا سیدھا ہو گیا کیا مطلب وہ گھر نہیں آئی معیز تم اسے لے کے نہیں آئے اوو شٹ معیز نے فون ملایا تو رینگ کی آواز پے دادو نے کہا معیز فون گھر ہے اسکا ...سارا رستہ وہ ریش ڈرئیو کرواتا رہا سارا غصہ ڈرائیور پے نکالتا رہا راستے میں اسے

گمان ہوا دو لڑکے کسی لڑکی کو پاش کر رہے ہیں کیوں
ہیروئن اس رات کیا چہک رہی تھی پاڑی میں کے
تمہارا بیٹا اسکے بیٹا ہوا ہے وہ تو تھا ایک طوطا اب تجھے
ہم بتاتے ہیں بیٹے کیسے پیدا ہوتے ہیں چھوڑو مجھے یہ
آواز عائشہ کی تھی مجھ پے رحم کرو میں مسلمان ہوں
میرا مذہب مجھے حرام کام کی اجازت نہیں دیتا مجھے
جانے دو پھر اسکی بات سے دونوں خباثت سے ہنس
دیئے معیز نے ایک ہی جست ایک لڑکے کو کھنچا اور
دور پھنک دیا وہ لوگ شاید سنسان جگہ سمجھ کے اسے
لے آئے تھے عائشہ اپنے سائبان کو دیکھتے اسکے پیچھے
چھپ گئی وہ لوگ دو تھے اور معیز ایک ساتھ ایک
کمزور لڑکی معیز نے جلدی سے اسے کھنچا اور کا میں جا
کے بیٹھ گیا عائشہ اسکے سینے سے لگی اسکا کالر جکڑے
خوف سے روتی رہی کار تیزی سے ڈرائیور ڈرائیو کر رہا
تھا عاشی چپ ہو جاو دیکھو کچھ نہیں ہوا وہ ڈرائیور کی
موجودگی کی وجہ سے آہستہ بول رہا تھا اور سے تسلی
بھی نہیں دے پا رہا تھا عائشہ اسکی آواز سنتے ہی اور
زور سے اسے چپک گئی اور اسکی شرٹ اتنے زور سے
پکڑ لی جیسے اب کبھی نہ چھوڑے گی اسکا جسم ہولے
ہولے کانپ رہا تھا معیز نے اسکے گرد اپنے بازوں کا
حصار تنگ کیا اور لب اسکے بالوں میں رکھ دیئے آج
وہ خوف ذدہ ہو گیا تھا اسے سوچ کے ندامت ہوتی اگر
اسکی وجہ سے اسے کچھ ہو جاتا تو ....اور آج وہ جان
گیا یہ لاپرواہ سی جھلی سی لڑکی اسے اسکی سانسوں سے
بھی عزیز ہے...

جاری ہے

اہم نوٹ:

داستان دل کا اگلا شمارہ دسمبر میں اپلوڈ کیا جائے شمارہ ہر ماہ فری حاصل کرنے کے لیے03225494228واٹس اپ پر اپنا نام لکھ کر سینڈ کر دیں۔

ایڈیٹر

اب کے ہم بچھڑے

کرن خان

"<اب کے ہم بچھڑے"

"<عاشر !تم مجھے چھوڑ تو نہیں دو گے؟" دعا کے اس اچانک سوال پر وہ چونکا۔" پاگل میں کیوں تمہیں چھوڑوں گا؟ محبت کرتا ہوں تم سے اتنی کہ تم سوچ بھی نہیں سکتی، آئیندہ ایسا سوچنا بھی مت۔"وہ اسے صفائی دے رہا تھا مگر دعا کی آنکھوں میں مایوسی تھی۔ سوائے عاشر کے اس دنیا میں اس کا کوئی بھی نا تھا۔دو سال پہلے ہی وہ اپنے والد کے ساتھ پاکستان آئی تھی ۔یہ اس کے پاپا کا آبائی ملک تھا۔ بیس سال پہلے اس کے پاپا ایاز محمود پیسے کی خواہش دل میں لیے اپنے ملک کو خیر آباد کہہ چکے تھے اور وہاں ایک امیر خاتون سے شادی کر لی تھی، اور پھر ایسے مصروف ہوئے کہ پلٹ کر کبھی وطن نہ لوٹے۔ خوب دولت کمائی لیکن سکون حاصل نہ کر سکے، دو سال پہلے بیوی کی موت کے بعد اپنی اکلوتی صاحبزادی کے ساتھ ہمیشہ کے لیے

وطن لوٹ آئے ۔ یہاں آئے تو انہیں معلوم ہوا کہ ماں باپ کا سایہ ان کے سر سے اٹھ چکا ہے، مری کی ٹھنڈی وادی میں انہوں نے گھر خرید لیا اور واہاں دعا کے ساتھ رہنے لگے۔ عاشر ان کے پڑوس میں رہتا تھا، اپنی چلبلی عادت کی وجہ سے جلد ہی ان کے دلوں میں گھر کر چکا تھا.دعا کے ساتھ اس کی خوب بنتی تھی۔ ایاز محمود کو بھی اس بات پر کوئی اعتراض نہیں تھا، انہوں نے بھی اسے اپنا بیٹا بنا لیا تھا ۔عاشر بھی ان کے حکم کا تابعدار رہتا، آنکھ جھپکتے ہی ان کی ہر بات پوری کر دیتا۔باپ بیٹی اس پر خود سے زیادہ بھروسہ کرنے لگے تھے۔عاشر کے گھر والے بھی ملن سار لوگ تھے ۔وقت گزرتا رہا اور خاندان ایک دوسرے کے قریب ہوتے گئے*********.

>عاشر اپنے والدین اور ایک بہن کے ساتھ رہتا تھا ۔نورین اس سے دو سال چھوٹی تھی اور میٹرک کے بعد تعلیم کو خیر باد کہہ چکی تھی ۔دعا کے یہاں شفٹ ہونے سے اسے بھی ایک دوست مل گئی تھی۔ وہ دعا سے باہر کے قصے سنتی اور خوب انجوائے کرتی ۔مری کا موسم زیادہ تر دلکش ہی رہتا تھا ،عاشر کے بعد نورین ہی تھی جس کی کمپنی اسے بہت اچھی لگتی تھی ۔ایک دن نورین ضد کر کے دعا کو اپنے ساتھ لے گئی ،پہلے تو دعا کو یوں بے مقصد گھومنا اچھا نا لگا لیکن جب سامنے کا منظر اس کی نگاہوں سے ٹکرایا تو اس نے ایک گہرا سانس فضا میں خارج کیا اور اپنی آنکھوں کو موند لیا، نورین نے گھبراتے ہوئے اسے جھنجھوڑا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔"کیا ہوا دعا؟ تم ٹھیک تو ہو؟ ""ہاں ٹھیک ہوں، تم مجھے پہلے یہاں کبھی کیوں نہیں لائیں؟ ایسا خوبصورت نظارہ میں نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا، یہ خاموشی، یہ قد آور درخت، یہ بہتے جھرنے، یہ پہاڑ، مجھے زمین پر جنت کا گماں دے رہے ہیں". سنو !ایک وعدہ کرو مجھ سے، میں جب بھی کہوں گی تم مجھے یہاں لے کر آیا کرو گی""کیوں جناب !ہم مر گئے ہیں کیا؟ جو نورین تمہیں یہاں لایا کرے گی "دونوں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو عاشر کھڑا مسکرا رہا تھا۔" تم !یہاں کیسے؟" دعا نے حیرانگی سے پوچھا۔ " گھر گیا تھا، معلوم ہوا نورین تمہیں باہر لے گئی ہے، جانتا تھا وہ تمہیں اس بورینگ جگہ پر ہی لے کر آئی ہو گی، پاگل ہے یہ تو ،اسے کیا پتا باہر کے لوگ کیسی

جگہ گھومنا پسند کرتے ہیں؟ "" دعا اسے حیرانگی سے دیکھ رہی تھی کہ دو سال کے عرصے میں بھی وہ اسے اتنا ہی سمجھ پایا ہے، اس کے اندر ایک طوفان سا اٹھنے لگا جس کا شور ماحول کی خاموشی پر غالب آ رہا تھا ۔" کس سوچ میں پڑ گئیں ؟کمال کی مووی لایا ہوں مل کر دیکھتے ہیں " دونوں خاموشی سے اس کے پیچھے چلنے لگیں۔********

>آج نورین کی منگنی تھی۔ اچھا رشتہ آیا اس لیے جلدی سے بات پکی کر دی گئی۔ سجی سنوری نورین آج الگ ہی لگ رہی تھی، عاشر بار بار بہن کو چھیڑ تا اور کہتا"ہائے رے یہ میک اپ بھی انسان کو کیا سے کیا بنا دیتا ہے؟ " نورین کے چہرے پر ڈھیروں مسکراہٹیں بکھر جاتیں۔ وہ اسی چھیڑ چھاڑ میں مصروف تھا کہ اچانک اس کی نظر سیڑ ھیوں سے اترتی دعا پر پڑی، حسن کا ایسا مجسمہ شاید وہ پہلی بار دیکھ رہا تھا۔"کوئی اتنا حسین کیسے ہو سکتا ہے "اس نے دل ہی دل میں کہا۔اس نے بلیک کلر کا فراک زیبِ تن کیا ہوا تھا یہ عاشر کا فیورٹ کلر تھا۔وہ کسی پرستان کی پری لگ رہی تھی۔عاشر کا جی چاہاک اسے آج ہی اپنا بنا لے، اس کی یہ خواہش اس وقت پوری ہوئی جب اس کی والدہ نے اسے کہا کہ وہ چاہتی ہیں کہ نورین کے ساتھ ساتھ آج عاشر اوردعا کی بھی منگنی کر دیں۔اسے اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آیا، جھٹ سے بولا "مجھے تو کوئی اعتراض نہیں جیسا آپ ٹھیک سمجھیں "اس کے دل میں لڈو پھوٹنے لگے۔"کاش، امی سیدھا نکاح ہی پڑوا دیتیں"اس نے دعا پر نظریں مرکوز کرتے ہوئے سوچا۔اب وہ بھی ایک مضبوط بندھن میں بندھنے جا رہے تھے ۔اس رشتے سے سب ہی خوش تھے۔خاص طور پر دعا کے والد ایاز محمود، ان کے دل پر ایک بوجھ سا تھا جو آج ہلکا ہو گیا تھا۔بیٹی کو عاشر کی صورت ایک اچھا جیون ساتھی مل رہا تھا۔دونوں کی دھوم دھام سے منگنی کر دی گئی ۔ہر طرف گلاب کی خوشبو رقص کر رہی تھی جس نے صرف ماحول کو ہی نہیں دلوں کو بھی معطر کر دیا تھا۔*********

>ایاز محمود کی طبعیت پچھلے کچھ دنوں سے خراب تھی ۔بیس سال کی کڑی محنت کے بعد اب وہ تھک چکے تھے اور اب صرف آرام کرنا چاہتے تھے ۔لیکن یہ آرام شاید انہیں راس نا آیا، دن با دن ان کی طبعیت

بگڑتی جا رہی تھی ۔انہوں نے اپنی ساری جائداد اکلوتی صاحبزادی دعا کے نام کر دی، انہیں اس بات کا افسوس تھا کہ وہ ساری زندگی صرف دولت کے پیچھے بھاگتے رہے، اور سارے رشتے گنوا بیٹھے۔وہ اکثر سوچتے کہ اگر انہیں کچھ ہو گیا تو دعا کو کون سہارا دے گا۔پھر اچانک عاشر کے خیال نے ان کے دل کو تسلّی دی۔اب وہ مطمئین تھے، ایک سکون اپنے اندر اترتا محسوس کر رہے تھے ۔آج نا جانے ان کے دل میں کیا آئی کہ دعا کو اپنے پاس بیٹھا کر بولے "دعا ! آج میں تمہیں کچھ بتانا چاہتا ہو، غور سے سنو اور ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا""پاپا آپ ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں؟ " وہ اٹھ کر باپ سے لپٹ گئی ۔"پتا نہیں زندگی مجھے اور مہلت دے یا ناں، بس ایک بوجھ ہے جو میں اپنے دل سے اتار دینا چاہتا ہوں " باپ کے چہرے پر پریشانی کے تاثر دیکھ کر وہ بھی پریشان ہو گئی اور نگاہیں فرش پر مرکوز کرتے ہوئے بولی"جی پاپا میں سن رہی ہوں آپ بولیں۔ "ایاز محمود نے کرسی سے ٹیک لگاتے ہوئے آنکھوں کو موند لیا اور کہنے لگے،" یہ جو تمہارے سامنے ایاز محمود بیٹھا ہے

جسے تم پاپا کہتی ہو، ایک احسان فراموش انسان ہے، میرے اباؤاجداد ہندوستان کے باسی تھے، جب انڈیا پاکستان تقسیم ہوا اس وقت میں سات سال کا ایک معصوم بچہ تھا لیکن اس وقت کا ایک ایک منظر میری آنکھوں میں قید ہے۔جب تقسیمِ ہند کا اعلان ہوا تو، ہندووں نے مسلمانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹنا شروع کر دیا، وہاں جان بچانا مشکل ہو گیا تھا، ہمارا گھرانہ خاصہ امیر تھا، لیکن اس وقت کا تقاضا یہ تھا کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے پاکستان چلے جانا چاہیئے، ہم نے ایسا ہی کیا ،ماں نے مجھے سینے سے لگایا اور دو بہنوں کا ہاتھ ابا جان نے تھاما۔رات کی تاریکی میں ہم بھی ایک قافلے میں شامل ہو گئے۔ مجھے پیاس کی شدت کا، احساس ہوا تو میں پانی مانگنے لگا، بچہ تھا موقع کی نزاکت کو نا سمجھ سکا ضد کرنے لگا مجھے پانی چاہیئے، آپا مجھ سے بڑا پیار کرتی تھی، بھاگی اور بولی میں لاتی ہوں اپنے بھیا کے لیے پانی، ابا نے اسے روکنے کی کوشش کی مگر وہ نا روکی،۔ بہت انتظار کیا آپا کا مگر وہ نا آئی، شاید دشمنوں کے ہتھے چڑھ گئی تھی ،ابا نے ڈھونڈا پر نا ملی، مایوس ہو کر ہمیں اپنی راہ لینی پڑی، میں نے دیکھا باقی تمام

راستے اماں کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے
تھے۔ایک بیٹی کی قربانی وہ دے چکی تھیں اب
دوسری کا وقت تھا۔قافلے پر دشمنوں نے حملہ کر دیا
تھا۔میری ماں نے مجھے اپنی چادر میں ایسے چھپا لیا تھا
جیسے میں ہوں ہی نہیں۔ابا نے قافلے کے جوانوں کے
ساتھ مل کر دشمنوں کا خوب مقابلہ کیا۔ایک دشمن
نے ماں کی چادر کھینچی تو میں ماں سے لپٹا سہا بیٹھا تھا،
ماں نے مجھے اپنی بازوؤں میں جکڑ لیا، دشمن نے تلوار
اٹھا کر مجھ پر وار کرنا چاہا تو میری بہن نے تلوار کو
دونوں ہاتھوں سے تھام لیا لیکن اس میں اتنی طاقت
کہاں تھی تلوار نے اسے چیر کر دو حصوں میں تقسیم
کر دیا، آپا کے خون کے چھینٹے میرے چہرے
پر--------" ایاز محمود نے اپنے چہرے پر ہاتھ
پھیرا اور زارو قطار رونے لگے۔ دعا کی آنکھوں میں
بھی نمی تھی، اس نے پہلے کبھی بھی اپنے باپ کو ایسا
روتے نہیں دیکھا تھا، اسے اپنے وجود میں ایک بے
چینی سی محسوس ہوئی۔دعا سوالیہ نظروں سے ایاز محمود
کو دیکھنے لگی اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ اور بتاتے
دروازہ کھولا اور عاشر اندر آ گیا،پل بھر کی خاموشی
کے بعد وہ بولا"انکل ہم سب آئس کریم کھانے جا
رہے ہیں ،آپ اور دعا بھی ہمارے ساتھ چلیں؟"بیٹا
میری طبیعت تو ٹھیک نہیں ہے، تم دعا کو لے
جاؤ۔""نہیں پاپا میرا من نہیں ہے"اس کا دل تو باپ
کی ادھوری داستان سننے کو چاہ رہا تھا اور اس طرح
اچانک عاشر کا آنا اسے بالکل بھی اچھا نا لگا"چلو نا دعا
دیر ہو رہی ہے ،سب انتظار کر رہے ہیں"عاشر بھی
اب ضد کرنے لگا"مجبوراً اسے ان کے ساتھ جانا ہی
پڑا۔ایاز محمود نے ٹیک لگا کر آنکھیں موند
لیں۔"**********ارے دعا !کھاؤ نا یار، کیا ہوا
تم اداس لگ رہی ہو، سب ٹھیک ہے نا؟ " عاشر نے
اسے گم سم دیکھا تو پوچھنے لگا۔ "ہاں ،بس کچھ طبعیت
ٹھیک نہیں ہے " اس نے سرسری سا جواب
دیا۔"اوہو، تو پہلے بتانا تھا نا""تم کسی کی سنتے کہاں ہو؟
بس ہوا پہ سوار رہتے ہو"وہ قدرے غصے سے
بولی۔عاشر شرمندہ سا ہو گیا۔کزنز کے سامنے اسے
اپنی انسلٹ محسوس ہوئی تو اٹھ کھڑا ہوا "چلو !تمہیں
گھر چھوڑ دوں۔ "وہ بھی بنا کوئی جواب دیے اس کے
ساتھ چل دی، عاشر کی محبت پل بھر میں بکھرنے لگی،

وہ خاموشی سے ڈرائیو کر رہا تھا، سینکڑوں سوال بار بار اس کے زہن میں اُمنڈ رہے تھے، اسے پہلی بار احساس ہوا تھا کہ شاید وہ اب تک دعا کو نہیں جان سکا ہے ورنہ وہ یوں سب کے سامنے اسے بے عزت نا کرتی۔ادھر دعا کو صرف اور صرف اپنے پاپا کی فکر تھی، جس بات سے وہ انجان تھی بس اسے جاننا چاہتی تھی، دونوں نے تمام سفر بنا کوئی بات کیے ہی گزارا ۔عاشر نے اسے گھر ڈراپ کیا، وہ بھی تیز تیز قدم اٹھاتی گھر داخل ہو گئی ۔عاشر یوں اچانک اس کے بدلے رویے پر بے حد حیران تھا۔اس کے نظروں سے او جھل ہوتے ہی وہ بھی گاڑی چلاتا انجان راستوں پر نکل گیا۔*********

>ایاز محمود گہری نیند میں تھے، دعا نے انہیں اٹھانا مناسب نہیں سمجھا ،وہ جانتی تھی کہ اگر اس نے زرا سی بھی آہٹ کی تو وہ اٹھ جائیں گے اس لیے وہ الٹے قدموں واپس لوٹ گئی ۔وہ اس پر سکون ماحول میں چلی گئی جہاں نورین اسے لے کر گئی تھی ۔شام کا وقت تھا، سورج کی روشنی بالکل مدھم پڑ گئی تھی۔وہ بہت اداس تھی ،ڈوبتے سورج کے ساتھ ساتھ اس کا دل بھی جیسے ڈوب رہا تھا۔

>ڈوبتا سورج

>کتنا حسین دیکھائی دیتا ہے

>کتنا خاموش

>اپنے اندر ایک تنہائی کا سمندر لیے ہوئے

>معلوم نہیں

>آہستہ آہستہ

>کن سوچوں میں گم ہو رہا ہے

>اب وہ آخری سانسیں لیتا ہوا

>پہاڑوں کے پیچھے چھپتا ہوا

>دیکھائی دے رہا ہے

>اتنا مدھم

>جتنی دل میں جنم لینے والی پہلی خواہش

>

" >پاپا نے آج تک مجھے یہ سب کیوں نہیں بتایا، اور یہ عاشر، کیا ضرورت تھی اس وقت آنے کی، پتا نہیں پھر کیا ہوا ہو گا ؟ "وہ ابھی انہی سوچوں میں گم تھی کہ اس کی نگاہیں آسمان پر پڑیں جو رات کی تاریکی میں تبدیل ہو چکا تھا، اسے ماحول میں عجیب سی وحشت

محسوس ہوئی تو اس نے گھر کا رخ کیا۔*********

>ایاز محمود کرسی پر بیٹھے گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے، آنکھوں سے آنسو ایسے بہہ رہے تھے جیسے کبھی تھمیں ہی نا ہوں۔دعا وہیں ان کے قدموں میں بیٹھ گئی اور پوچھنے لگی،

">پھر بابا جان پھر کیا ہوا؟ " انہوں نے اپنے آنسو صاف کیے اور بولے " پھر اس سے پہلے کہ وہ مجھ پر وار کرتا ابا کی تلوار نے اسے وہی ڈھیر کر دیا، منزل اب دور نہیں تھی، ہم جلد ہی پاکستان کی حدود میں داخل ہو گئے، دو بہنوں کی قربانی رایئگاں نہیں گئی، ہمیں ایک ایسا وطن عزیز ملا جہاں ہمیں مکمل تحفظ دیا گیا، زندگی اپنی ہمواریوں کی طرف لوٹنے لگی ۔ مجھے بچپن میں ہر آسائش ملی تھی، اب ابا دو وقت کی روٹی تو کھیلا دیتے تھے مگر میرے اندر ایک خلا سا تھا، ایک بے چینی تھی جو کسی صورت کم نا ہوتی، زندگی کے کچھ سال یونہی گزر گئے ۔اپنے ہم عمروں کو آسائشوں میں گھیرا دیکھتا تو دل میں دبی خواہشات پھر سے ابھرنے لگتی، بات بات پر اماں ابا سے جھگڑا کرتا، گھر کا سکون تو جیسے غارت ہو چکا تھا۔ ایک دوست نے بتایا کہ وہ مجھے باہر بھیجوا سکتا ہے مگر اس کے لیے اچھی خاصی رقم کی ضرورت تھی، ان سالوں میں اماں ابا کے پاس جو بھی جمع پونجی تھی راتوں رات بیچ کر نکل گیا، پیچھے اماں ابا کا کیا بنا، کبھی پلٹ کر خبر نہیں لی، دن رات محنت کی پھر تمہاری ماں سے شادی کے بعد تو زندگی بالکل بدل کر رہ گئی۔ جس وطنِ عزیز کے لیے اتنی قربانیاں دیں تھیں، اسی کو فراموش کر دیا، مجھے معاف کر دو بیٹا !میں نے تمہیں ان محبتوں سے محروم رکھا جن کی تم حقدار تھیں " ایاز محمود اس کے آگے ہاتھ جوڑے بیٹھے تھے، وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ وہ کیا کرے، اسے لگا جیسے اس کے آگے کوئی اجنبی بیٹھا ہے، یہ اس کا باپ نہیں ہو سکتا تھا، اس کا باپ تو ایک شفیق انسان تھا، تو وہ خود اپنے ماں باپ پر اتنا ظلم کیسے کر سکتا تھا۔ وہ بنا کسی ردِعمل کے وہاں سے چلی گئی ۔ایاز محمود کی آہیں سسکیوں می بدل گئیں، وہ بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہے تھے.

>دوسری جانب دعا بے یقینی کے عالم میں ڈوبی ہوئی تھی، آنکھوں میں نمی، چہرے پر اداسی لیے وہ گھنٹوں سوچتی رہی آخر کار اس کے ظمیر نے اسے جھنجوڑا۔ ایاز

محمود جیسا بھی ہے اس کا باپ ہے، اس کے ساتھ تو
اس نے بے لوث محبت کی ہے، اور جب اس کے باپ
کو اس کی ضرورت ہے تو وہ کیسے اسے تنہا چھوڑ سکتی
ہے۔ "نہیں، میں پاپا سے معافی مانگوں گی، مجھے ایسا
نہیں کرنا چاہیئے تھا "وہ ڈوڑتی ہوئی پاپا کے پاس گئی
اور سے لپٹ کر معافی مانگنے لگی، لیکن اب بہت دیر ہو
چکی تھی وہ اس دنیا میں جا چکے تھے جہاں سے کبھی
کوئی لوٹ کر نہیں آتا۔***********مشکل کی
اس گھڑی میں عاشر اور اس کے گھر والوں نے اس کا
بھرپور ساتھ دیا۔ آہستہ آہستہ سب روٹین پر آگیا،
اسے جب بھی اپنے پاپا کی یاد آتی وہ انھی خوبصورت
وادیوں میں چلی جاتی جہاں اسے ہمیشہ سکون ملتا تھا، وہ
گھنٹوں واہاں بیٹھ کر پاپا کی کہی باتوں کو یاد کرتی ۔اس
نے تصورر میں دادا دادی کی تصویر بنا لی تھی، اسے
جتنی بھی سورتیں زبانی یاد تھی وہ سب پڑھ کر انہیں
ایصالِ ثواب پہنچاتی۔ماضی کی ان کرب ناک باتوں نے
اسے بالکل بدل کر رکھ دیا تھا، ہمیشہ ہنسنے بولنے والی دعا
تو کہیں کھو گئی تھی. نورین اور عاشر اسے پوری کمپنی
دیتے ۔گھر میں بھی اسے مصروف رکھتے اور اکثر
اوقات باہر گھومنے کے لیے بھی جاتے مگر دعا
میں کوئی نمایاں تبدیلی نا لا سکے ۔*********

" >دعا! دعا !کہاں ہو تم؟" عاشر اسے آوازیں دیتا ہوا
اندر آیا تو وہ گم سم بیٹھی پھولوں کو دیکھ رہی تھی، اس
نے اسے پھر سے آواز دی تو وہ چونک پڑی۔"ارے
یار میں ہوں کوئی بھوت تھوڑی ہے "اس نے
مسکراتے ہوئے کہا۔"دعا !آج میں بہت خوش ہوں،
میرا ویزا لگ گیا ہے، میری برسوں کی خواہش تھی جو
پوری ہو گئی ہے بس ایک دو دن کی بات ہے پھر میں
امریکہ ہوں گا ۔ "امریکہ؟" اس نے حیرانی سے اسے
دیکھا ۔"ہاں یار !دو سال بعد آؤں گا پھر ہم شادی کر
لیں گے"" دو سال؟؟" اس نے نظر اٹھا کر اس کی
جانب دیکھا ۔ "یار آنکھ میچو سال گزر جاتا ہے، تم فکر
مت کرو، ہم روز بات کیا کریں گے " .کتنی آسانی
سے وہ یہ سب کہہ رہا تھا، اس کے دل پر کیا گزر
رہی تھی یہ بس وہ ہی جانتی تھی۔ کچھ دیر دونوں باتیں
کرتے رہے پھر وہ شاپنگ کا کہہ کر چلا گیا اور وہ اداس
نظروں سے اسے جاتا دیکھتی
رہی۔*************

>بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
>اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا
>آج عاشر کی فلائٹ تھی، میں، نورین، آنٹی، انکل سب ہی اسے چھوڑنے گئے تھے ۔وہ کتنا خوش تھا، میری آنکھوں کی اُداسی ایک پل کے لیے بھی اسے نظر نہیں آئی، اس نے ایک پل کے لیے بھی نہیں سوچا کہ میں اکیلی رہ رہ جاؤں گی، سوائے اس کہ میرا ہے ہی کون، بس ایک نورین ہے جس سے میں اپنے دل کی باتیں کر لیتی ہوں، وہ بھی کچھ دنوں میں اپنے گھر کی ہو جائے گی۔
>عاشر کو گئے بیں دن ہو گئے تھے اس نے پلٹ کر میری خبر تک نہیں لی، وہ تو کہتا تھا روز مجھے فون کرے گا، پھر؟؟؟؟
" >دعا ! بھائی کی کال آئی ہے، جلدی آؤ، وہ تم سے بات کرنا چاہتا ہے" نورین کی آواز پر میں ڈوڑتی ہوئی گئی اور لپک کر فون اٹھا لیا ۔" ہیلو عاشر !کہاں تھے تم ؟ اتنے دن کال کیوں نہیں کی؟ " دوسری جانب مکمل خاموشی تھی،" ہیلو عاشر !تم سن رہے ہو؟ ""ہاں دعا !میں تمہیں بتانا چاہتا تھا کہ ....

"عاشر بول رہا تھا اور میں خاموشی سے اس کی باتیں سن رہی تھی ،برداشت کی حد ختم ہو گئی تو فون ہاتھ سے گر کر بند ہو گیا، اور میں بوجھل قدموں سے اپنے گھر لوٹ گئی ۔.......
>اس کا کہا ایک لفظ تیر کی طرح میرے دل کو چیر رہا تھا، وہ تو مجھ سے محبت کرتا تھا پھر کیسے مجھے چھوڑ کہ کسی اور سے شادی کر سکتا تھا وہ بھی صرف اپنے کیرئیر کے لیے۔
>وہ مجھے چھوڑ گیا تھا ۔ آخر میرا قصور کیا تھا جو اس بھری دنیا میں میں تنہا رہ گئی تھی، کیوں میرے اللہ؟ کیا تو میرا رب نہیں ہے؟ جو اک سہارا تھا، آج وہ بھی مجھ سے چھین لیا گیا۔ میں اپنے رب سے شکایتوں میں مصروف تھی کہ کھڑکی سے سرد ہوا کے ٹھنڈے ٹھنڈے جھونکےاندر آنے لگے، جسم میں سردی کی لہر ڈوڑی۔اُٹھ کر کھڑکی بند کرنی چاہی لیکن نظریں باہر کے منظر کی طرف مرکوز ہو گئیں۔ گھر میں کوئی نہیں تھا پھر بھی میں چور قدموں سے دروازے کی جانب بڑھی۔ باہر آئی تو ماحول میں ایک سناٹا تھا مگر ایک سکون بھی تھا ۔روئی نما برف پھولوں

کی مانند میرے وجود پر برس رہی تھی۔ جھیل کے اس جانب ایک ہرن تنہا کھڑا تھا، کیا اس کا بھی کوئی نہیں تھا، وہ بھی تو اکیلا تھا، میری طرح، مگر اس کے چہرے پر سکون کے تاثر تھے،وہ بھی بھری دنیا میں تنہا رہ گیا تھا، لیکن وہ اپنے رب کی نعمتوں پر مطمئن تھا۔ میں اشرف المخلوقات ہو کر بھی اپنے رب سے کتنی شکایتیں کر بیٹھی تھی ،احساسِ ندامت نے میرے وجود کو جھنجوڑا۔ہرن نے مجھے ایک شفیق دوست کی مانند مسکرا کر دیکھا تو میرے لبوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی ۔ ایک طرف سے شکاری کتے اور کچھ سپاہی نمودار ہوئے اور دوسری جانب غائب ہو گئے، جانے آج کس کی کھوج میں تھے ۔ میں نے نگاہیں جو اُٹھا کر دیکھا تو

>بادلوں کی اُٹ سے چاند بھی مسکرا رہا تھا، جیسے وہ بھی ہماری دوستی میں شریک ہوگیا تھا، اب نہ میں تنہا تھی، نہ ہرن اور نہ ہی چاند۔ چاند کی کرنیں جھیل پر پڑنے سے رات اور بھی روشن ہو گئی تھی، میرے اندر کا سناٹا بھی ختم ہو گیا تھا۔چاند کی پاکیزہ کرنیں میری روح تک کو معطر کر رہی تھیں ۔میں اپنے وجود کو بہت ہلکا پھلکا محوس کر رہی تھی بالکل ایسے ہی جیسے بارش کے بعد آسمان ایک نئے پن کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے،برف کا لبادہ اُڑھے درختوں کی ایک صف بندھی ہوئی تھی، گویا وہ بھی مطمئن تھے ،ٹھنڈ سے اکڑ جانے کے باوجود وہ خوشی کے نغمے گا رہے تھے۔ دور ایک گھر سے روشنی باہر آ رہی تھی گویا واہاں بھی کوئی عبادت میں مشغول اپنے رب کا شکر ادا کر رہا تھا۔

ابھی میں اس حسین منظر کا لطف اُٹھا رہی تھی کہ ایک آوز میری سمعتوں سے ٹکرائی" اور تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے "میں نے اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی پر کوئی نہیں تھا، یہ آواز تو میرے اندر سے آرہی تھی بیشک رب کے ہر کام میں بہتری ہوتی ہے، اور یہ میں سمجھ چکی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

پاکستان کو برما کے مسلمانوں کی مدد کرنی چاہیئے۔۔۔

زہرِ محبت

چندر اور سلطانہ دونوں ہم جماعت تھے .دونوں کی

دوستی اتنی گہری تھی کہ لوگ بھی انہیں مشکوک

نگاہوں سے دیکھتے اور طرح طرح کی باتیں کرتے ۔

ان کی بے تکلف شرارتوں کو دیکھ کر لوگوں کا شک

یقین میں تبدیل ہوگیا۔چند ماہ بعد ـــــــــــــــــ؟

دونوں کا معاشقہ چلنے لگا۔سلطانہ جو کہ ایسے خاندان کی

لڑکی تھی جہاں باہر تو درکنار اپنے یہاں بھی سر جھکا کر

چلنا پڑتا تھا ۔ سلطانہ اس خاندان کی شریف اور مہزب

لڑکی تھی۔ حیا اور پاکدامنی کی ایسی مثال تھی کہ:

تعلق ہے میرا جس قوم سے اس قوم کے بچے

زہرِ محبت

محمد عارف بربے جموں و کشمیر

خریدیں جب کوئی گڑیا دوپٹا ساتھ لیتے ہیں

لیکن سلطانہ دام محبت کو خاندان سے نظیر سمجھ بیٹھی ۔ معاشقہ چلایا اور وہ بھی غیر مزہب شخص کے ساتھ

اللہ اللہ ؟

لوگ جانے ایسی کئی ترچھی باتوں کے تیر برسانے لگے۔

چندر نے محبت کے نام پہ سلطانہ کی معصومیت کو دیکھ کر اسے پھانس لیا تھا۔ لیکن سلطانہ چندر سے محبت کرتی تھی۔

خیر سلطانہ کے چچا زاد ہادی نے سلطانہ کو کافی سمجھایا لیکن اس کا جواب یہ تھا

" کیا مزہب، کیا دین ،کیا سماج،کیا دنیا .یہ تو محبت ہے۔ ان سب چیزوں سے اسے کوئی سروکار نہیں۔ یہ اپنے اختیار میں تھوڑی نہ ہے ۔ یہ تو بس ہو جاتی ہے ۔"

سلطانہ کیے یہ الفاظ سن کر ہادی اور ذیادہ پریشان ہوگیا۔ ایک دن ہادی نے دونوں کو بلا کر کافی سمجھایا ۔ چندر مان گیا اور معازرت چاہنے لگا ۔لیکن سلطانہ وہ تو پاگل ہوگئی تھی محبت میں۔

اس کی آنکھوں سے آنسو امڈ آئے ۔آخر میں چندر جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا تو سلطانہ۔۔۔؟ چندر !

چندر مڑا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بولو!

" ملو تم روز مجھ سے لوگ چاہیں جو بھی مطلب لیں

یہاں محفوظ تہمت سے نہ مریم تھی نہ یوسف تھا

چند ماہ بعد------------ ؟

رمضان کا مقدس مہینہ تھا شاید ۱۷ رمضان کو جمعے کا دن بھی تھا۔

دونوں نے حسب معمول ملنے کی جگہ اور وقت متعین کیا تھا۔لیکن اس دن معاملہ کچھ مختلف تھا۔

سلطانہ چندر کی محبت میں کچھ بھی کرنے کو تیار تھی۔

لیکن چندر--------

ایک مکار اور دھوکے باز شخص تھا۔جھوٹی محبت کا سہارا لے کر سلطانہ کی محصوم زندگی کے ساتھ کھلواڑ کر رہا تھا۔

خیر دونوں ملنے آگئے۔اس دن چونکہ چندر کے ارادے کچھ غلط تھے۔ اسلئے چلتے چلتے دونوں ایک جنگل میں پہنچے۔چندر مکاری سے پہلے ہی اپنے دو دوستوں کو یہاں بھیج چکا تھا۔

باتوں باتوں میں چندر نے سلطانہ کو وہ سب کرنے کو کہا جس سے پوری زمین ہلنے لگتی ہے سارا عرش کانپنے لگتا ہے۔

چندر نے چند نشہ آور ادویات کا استعمال کیا تھا اور شاید سلطانہ کو بھی یہ ادویات کھلائی گئی ہوں۔

آخر دونوں کی شوخ جوانیاں گلے ملتی ہیں۔چندر نے اپنے ان دوستوں کو بھی بلایا اور انھوں نے بھی سلطانہ کی عصمت کو تار تار کیا۔اسی اثنا میں ایک بھونچال آیا۔ سارے درخت ہلنے لگے۔ چرند پرند سب چیخنے لگے۔ فلک پر بجلیاں کوندنے لگی!--------

یہ منظر دیکھتے ہی سلطانہ کی ایک چیخ سنائی دی۔ چند آہیں بھریں اور اس دنیا سے چل بسیں۔

پھر چندر کے دونوں دوستوں نے اسے بھی کسی حربے کے تحت مار دیا۔

ہائے محبت ---------- ؟

اپنی زندگیاں بھی گنوا دیں اور ماں باپ کی زندگیوں سے بھی چین و سکوں چھین لیا۔

اف یہ محبت ----!

اپنے ماں باپ کے علاوہ کوئی کسی سے مخلص محبت نہیں کرتا۔اگر کرتا بھی ہے تو اس میں مطلب کا پہلو ضرور ہوتا ہے

یہ محض دکھاوا ہوتا ہے۔ یہ عشق و محبت کی باتیں اب کتابوں میں ہی اچھی لگتی ہیں۔کسی بھی شخص پر محبت کے نام پر بھروسہ نہ کریں۔

اپنی عصمت کو بچائیں اس آگ سے خود کی اور اپنے اہل وعیال کی عزت کی پاسبانی کریں۔

داستانوی عشق سے نکل موجودہ دور میں خود کو ڈھالیں۔اللہ نے جو آپ کے لئے رکھا ہے وہ آپ کو مل کے رہے گا۔-----

المحرر

محمد عارف پرے

ضلع ڈوڈہ تحصیل بھالہ

جموں و کشمیر

موبائل+91 9697623922:

مفہوم آزادی تحریر: شگفتہ یاسمین

آزادی ایک بہت بڑی نعمت ہے، آزادی کا دن پاکستان میں سرکاری سطح پر قومی تہوار کے طور پر بڑے جوش و خروش کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ فضا میں پرچم بلند کر کے ملک کے محسنوں کو خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے۔ ہمارے ملک میں بھی آزای کا دن بڑے جوش و خروش سے منایا جاتا ہے۔ اور کیوں نا منایا جائے یہ پاک سرزمین ہمیں بڑی قربانیوں کے بعد ملی ہے۔ جس میں ہم آج آزاد سانس لے رہے ہیں۔ اس کو حاصل کرنے کے لیے ہمیں بہت سی مشکلات سے گزرنا پڑا۔ بہت ساری جانیں اس کو حاصل کرنے میں لگی ہیں تب جا کے یہ پاک سرزمین ہمیں ملی ہے۔۔اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا اور خوشی منانا ہر انسان کا حق ہے۔ اس لیے ہم بھی اپنی آزادی کا دن بڑے جوش سے مناتے ہیں۔ آزادی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اللہ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ کہ اللہ پاک نے ہمیں اتنی خوبصورت سرزمین عطا فرمائی جس میں ہمارے لیے ہر نعمت ہے۔ یہ سرزمین ہر قسم کے وسائل سے مالا مال ہے۔ اس لیے ہم اللہ تعالی کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم

مفہوم آزادی تحریر: شگفتہ یاسمین

ہے۔

آزادی کا مطلب ہے کہ ہم ہر کام اپنی مرضی سے کر سکیں ۔اپنے دین کے فرائض ادا کرنے کے لیے ہمیں کسی کا ڈر خوف نا ہو۔اور اپنی زندگی اپنے دین اسلام کے اصولوں کے مطابق گزار سکیں۔ جیسے ایک آزاد پرندہ اپنی مرضی سے کھولی فضا میں گھومتا پھرتا ہے۔ بلکل اسی طرح انسان بھی آزاد ماحول میں اپنی مرضی سے ہر کام کرتا ہے۔۔

پاکستان، جس کا نام چوہدری رحمت علی نے تجویز کیا اور اس کا مطلب ہے۔لا الہ الا اللہ۔ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے ۔جس کو اسلام کا ایک مضبوط قلعہ سمجھا اور جانا جاتا ہے۔اس عظیم قلعے کو بنانے میں اس کی بنیادوں میں کتنے مسلمانوں کا خون ہے۔یہ تو وہی جانتا ہے جس کا سارا خاندان اس کی عظمت کے لیے قربان ہو گیا۔براعظم ایشیا میں ایک مملکت ایسی تھی جہاں مختلف قومیں آباد تھیں جن میں مسلمان بھی تھے اور اسے ہندوستان کے نام سے جانا اور پہچانا جاتا تھا۔

1857ء کی جنگِ آزادی کے بعد مسلمانوں نے محسوس کیا کہ ہندو قوم صرف اور صرف اپنا مفاد چاہتی ہے۔حالانکہ یہ جنگ ہندوؤں اور مسلمانوں نے مل کر انگریزوں کے خلاف لڑی تھی۔ مگر ہندوؤں کی ناچاکی کی وجہ سے وہ جنگ ہار گئے اور سارا الزام مسلمانوں پر عائد کر کے خود انگریزوں کے ساتھ مل گئے۔اور انہیں مسلمانوں کے خلاف اکسانے لگے۔کہ یہ جنگ تو مسلمانوں کی چال تھی چنانچہ انگریز جو کہ پہلے ہی مسلمانوں کے مخالف تھے اب اور خلاف ہو گئے۔ مسلمانوں کی مُغلیہ حکومت نے برصغیر پر تقریباً ہزار سال حکومت کی تھی۔اب وہ مسلمانوں کو ایک مضبوط قوم دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔ مسلمانوں کے زوال کے بعد انگریز برصغیر میں تجارت کرنے کی غرض سے چلے آئے۔اور یہاں آکر براجماں ہو گئے۔اس جنگ کا مقصد انگریزوں کو یہاں سے بھگانا تھا جو کہ ناکام ہو گیا۔اب انگریزوں کے ساتھ ہندو بھی مل گئے۔اور دونوں مسلمانوں کو مذہبی، سماجی اور معاشی ،غرض کہ ہر لحاظ سے تنگ کرنے لگے۔ مسلمان معاشی طور پر بے حال ہو چکے تھے۔انگریز عیسائیت نے انھیں اپنے مذہب پر لانا شروع کر دیا اور مسلمان اپنے حالات سے تنگ آکر ان کے ساتھ شامل ہونے پر مجبور ہو گئے ان میں کچھ زندہ دل مسلمان بھی تھے جو اپنے مذہب کو برباد ہوتے نہیں دیکھ سکتے تھے۔انہوں نے مسلمانوں کے مذہب کو بچانے کے لیے ایک مدرسہ دیوبند کے مقام پر بنایا۔جہاں مسلمانوں کو اسلامی تعلیم دی جاتی تھی۔کچھ عرصہ بعد مسلمانوں کی مذہبی

حالت تو کچھ بہتر ہو گئی۔ مگر انہیں سرکاری ملازمتوں سے نااہل قرار دے دیا گیا۔ انگریزوں کی حکومت میں انگریزی زبان کو فروغ حاصل تھا۔ اس زمانے میں ایک شخصیت ایسی تھی جو مسلمانوں کی بے حالی پہ چیخ اُٹھی اور اُس نے سوچا کیوں نا کچھ ایسا کیا جائے کہ جس سے مسلمانوں کی بے حالی ختم ہو سکے اور اُن کو بھی سرکاری ملازمتیں حاصل کرنے میں آسانی ہو۔ اس کے لیے انگریزی تعلیم کا حاصل کرنا ضروری خیال کیا گیا۔ تاکہ وہ انگریزوں کا مقابلہ اُن کے لیول پر آ کر کر سکیں۔۔ اس کی وجہ سے مسلمانوں کی معشیت کا راستہ کھولا اور وہ کچھ مضبوط ہونا شروع ہو گئے۔ اس کے بعد بہت سی ایسی شخصیات اس میدان میں آئیں اور اپنے اپنے حصے کا کام کرتیں چلی گیءں۔ یہ اسلامی ریاست علامہ اقبال کا خواب اور قائد اعظم کی ان تھک کوششوں کا نتیجہ تھی۔ مسلمان جب ہر لحاظ سے مضبوط ہوئے اور اُنھوں نے منوایا کہ وہ ایک الگ قوم ہیں اور یہی نظریہ پاکستان کا دو قومی نظریہ بنا۔ تقسیمِ ہند کا ہندوؤں کو بہت رنج تھا جس کی وجہ سے وہ مسلمانوں کے خلاف بھڑکے اور حالات ایسے پیدا ہو گئے کہ ہر طرف خون کی ندیاں بہنے لگیں۔ ملک پاکستان ایسے ہی ہمیں کسی ڈش میں سجا سجایا نہیں مل گیا بلکہ اس کے لیے مسلمانوں نے بہت سی قربانیاں دیں ہیں اور جب ہم پیچھے نظر دوڑاتے ہیں۔ تو ہمارہ دل لرز سا جاتا ہے۔ وہ قیامت کا سا منظر جس سے ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جیسے ہی انگریز حکومت نے ہندوستان کو تقسیم کرنے کا فیصلہ دیا تو ہندو مسلمانوں کے جانی دُشمن بن گئے۔ وہ اِنہیں سرے سے ہی ختم کر دینا چاہتے تھے۔ اس ملک کی جڑوں میں نہ صرف بزرگوں، بچوں اور جوانوں کا خون ہے بلکہ ہماری ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی عزتیں بھی قربان ہوئیں ہیں۔ خاندان کے خاندان اس عظیم سلطنت کو بنانے میں لٹے ہیں۔

ایک دفعہ میں ایک بوڑھی ماں سے ملی مجھے پتہ چلا کہ وہ تقسیم ہند کے وقت پاکستان آئی تھی۔ میں نے ابھی زکر ہی کیا کہ آپ کیسے یہاں تک پہنچیں؟؟ تو بس ان کی آنکھوں میں آنسوؤں کی لڑی بن کر نکلنے لگی جیسے اُس کے زخم تازہ ہو چلے تھے۔ اور جن کے درد اور کراہت کو وہ آج بھی ایسے ہی محسوس کر رہی تھی جیسے ابھی ابھی رونما ہوئے ہوں۔ میرے پوچھنے پر وہ گویا ہوئی کہ میرا خاندان ہندوستان کے ایک زمین دار طبقے سے تعلق رکھتا تھا۔ جب اچانک یہ مسئلہ ہوا تو ہمیں کچھ سمجھ نا آئی کہ کیا کریں ہر کسی کو اپنی اپنی جان کی فکر تھی۔ ہم لوگوں نے اپنے زیوارات مٹی کے بنے بڑے بڑے

برتنوں میں چھپا رکھے تھے۔ مرد کام کی غرض سے کھیتوں میں گئے ہوئے تھے، ہماری گودوں میں چھوٹے چھوٹے بچے تھے ۔ اچانک ہندوؤں کا ایک ریلا ہمارے گھر پر حملہ آور ہوا اور ہم سب کو ختم کر ڈالا۔ میں اپنے پوتے کو لے کر ایک طرف چھپ گئی اور رونے کی آواز سے میری ہچکی نہ رک رہی تھی جب ریلا گزر گیا تو ہمارہ صحن لاشوں سے بھر گیا۔ ہمارے ہوش و حواس جاتے رہے۔ ہم ایک ایک کر کے جہاں چھپے تھے وہاں سے باہر نکلے جو بچ گئے وہ اپنے صحن میں بکھری لاشوں کو پھلانگتے ہوئے ایک چھوٹے سے گروپ کی شکل میں پاکستان جانے والی ٹرین کی طرف لپکے۔ مگر ہماری بد نصیبی کہ اس ٹرین پر بھی حملہ ہو گیا۔ اور ہماری آنکھوں کے سامنے ہمارے بچے نیزوں پر اُٹھا لیے گئے۔ میں اپنی دو بیٹیوں کو لیے پاکستان کی سرحد پر پہنچ گئی اور میرا بھتیجا جو کہ کھیتوں میں گیا ہوا تھا جب گھر پہنچا تو لاشوں کا ڈھیر دیکھ کر ہوش اُڑا بیٹھا اور دوڑتا ہوا پاکستان جانے والی ٹرین کی طرف آیا۔۔ راستے میں اُسے یاد آیا کہ اپنی زمین کے کاغذات تو اُٹھالیتا وہ کاغذات اُٹھانے واپس مڑا تو ہندوؤں کا ایک ریلا شور و غل کرتا آگے سے آتا اُسے دیکھائی دیا۔ وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ٹرین کی طرف لپکا اور پاکستان آ گیا۔ تب سے اب تک وہ بے حد غریبی کی زندگی گزار رہا ہے۔ وہاں کے رئیس یہاں کے فقیر بن کر رہ گئے۔ وہ بوڑھی ماں آج بھی اپنے بچوں کو یاد کر کے روتی ہے جو اُس وقت اُس سے بچھڑ گئے تھے۔ اور وہ کہتی ہے کہ مجھے سب کچھ بھول سکتا ہے مگر میں یہ نہیں بھول سکتی کہ وہ لمحہ وہ وقت جب میں اپنے گھر کے صحن سے لاشوں میں سے گزری تھی۔۔۔ سارا صحن لاشوں سے بھرا پڑا تھا اور میرے پاؤں ان کے خون سے لت پت تھے۔۔ اور میرا معصوم بیٹا اُن لاشوں کے درمیان میں مرا پڑا تھا۔ میں اپنے ہوش گنوا بیٹھی تھی۔۔

ایسی درد بھری باتیں سن کے تو میری آنکھوں میں آنسو ؤ آ گئے۔ ایسی بہت سی کہانیاں اور داستانیں ہیں جن کو ہم فراموش نہیں کر سکتے۔ پاکستان بننے کے بعد بھی اس ریاست کو بہت ساری مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ کیونکہ کشمیر کا مسئلہ ابھی باقی تھا۔ جس کے لیے 1965ء کی جنگ لڑی گئی۔ مگر یہ مسئلہ جوں کا توں ہی ہے۔۔

پاکستان سرسبز اور نعمتوں سے بھری ایک ایسی اسلامی ریاست ہے کہ جس پر جب بھی کوئی مشکل آن پڑی اللہ اور اُس کے پیارے حبیب ﷺ نے مسلمانوں کی مدد فرمائی۔۔ سیالکوٹ کے ایک بریگیڈیر جو کہ میجر عزیز بھٹی کے

ساتھ اس جنگ میں تھے۔اپنے بیٹے کو بتاتے ہوئے بولے ۔بیٹا یہ ملک ہمیں آسانی سے نہیں ملا بلکہ۔اِسے حاصل کرنے کے لیے بہت تگ و دو کرنا پڑی۔اور ہمیں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

میں جب اپنی چوکی میں تھا تو ہمارا ایک سپاہی جو وائرلس پر ساری معلومات لے رہا تھا۔تو اُسے ایک آواز سنائی دی جو کہ بھارتی فوج کے میجر کی تھی۔اور وہ اپنے سپاہیوں کو ہلا شیری دے رہا تھا۔کہ نوجوانوں پاکستان کے شہر لاہور پر ہمارا اگلا حملہ ہو گا۔جو کہ اب ہماری پہنچ سے صرف چار میل کے فاصلے پر رہ گیا ہے۔حالانکہ اُس وقت لاہور 14 میل دور تھا ۔اور ان کی فوج جوش و جذبے کے ساتھ رواں دواں تھی۔جیسے ہی ہمارے سپاہی نے یہ بات سُنی کہ وہ 14 میل کا کہہ کر اپنی فوج کو ہماری طرف لا رہا ہے۔تو اُس نے وائرلس کو وہیں چھوڑا اور لاہور داخل ہونے والے راستے میں جو بورڈ لگا ہوا تھا اُسے اُٹھایا اور بھارتی فوج کی طرف بڑھنے لگا۔جب اِن سے تھوڑا دور تھا کہ گولیوں کی بوچھاڑ میں ہی اُس نے بورڈ کو مٹی میں گاڑھا اور اُس کے اُوپر لکھا۔M14: پھر واپس اپنے ٹھکانے پر آ گیا۔۔تا کہ اُن کو لگے کہ لاہور میں داخل ہونے کے لیے ابھی اُنھیں اور M14 کا فاصلہ طے کرنا ہو گا۔۔اور ایسے اُن کی ہمت جواب دے جائے گی۔

تب ہمیں خود نہیں پتہ تھا کہ ہمارے اندر وہ جوش و جذبہ وہ بہادری کہاں سے آ گئی تھی۔

ایک بھارتی میجر اپنی فوج کو لے کر راوی دریا کے پُل کے قریب پہنچا اُسے حکم دیا گیا کہ اِس پُل کو اُڑا دو۔اور وہ وائرلس پر بولے جا رہا تھا کہ سر جی!!! یہاں تو دو دو پُل ہیں میں کس پُل کو اُڑاؤں۔تب ایک پُل اُسے دو دو نظر آ رہے تھے۔۔اور یہ سب ہمارے رب کی طرف سے تھا۔۔کیونکہ وہ اپنے بندوں کی غیبی مدد فرما رہا تھا۔

ہمارا ملک اسلام کے نام پر قائم ہوا ہے۔تو اس دین کی حفاظت بھی اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں۔

آج میں اِن نوجوانوں سے پوچھتی ہوں کہ آزادی کیا اِس کو کہتے ہو کہ جو یومِ آزادی کی تیاری کے لیے موٹر سائیکل کے سلنسر کا شور بڑھاتے ہیں،ایک پہیے پر (one wheeling) کرتے ہیں، آتش بازی کرتے ہیں، مختلف قسم کی جاہلانہ حرکات کرتے ہیں۔آتی جاتی لڑکیوں کو تنگ کرتے ہیں،اخلاقی حوالے سے بد تمیزی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔نہ کسی بچے کی معصومیت نہ کسی عورت کی عظمت اور نہ کسی بوڑھے کی عزت کا خیال کرتے ہیں۔

اگر کوئی تاجر ہے تو تجارت میں بے ایمانی کر رہا ہے اور ایسا کرنا وہ اپنی مہارت سمجھتا ہے۔ ملاوٹ کو ہنر جانا جاتا ہے۔ سرکاری ملازم اپنی ڈیوٹی میں سستی اور کاہلی کرتے ہیں۔ سفارش اور رشوت کو خدا بنایا ہوا ہے۔ تاجروں اور صنعتکاروں نے افسروں سے ملی بھگت کے تحت ذخیرہ اندوزی کو اپنا ایمان بنایا ہوا ہے۔ ملازمتیں خریدی جانے لگی ہیں۔ ورنہ غریب پڑھے لکھے سڑکوں پہ وارداتوں میں ملوث نہ پائے جائیں۔

کیا اِسے آزادی کہتے ہیں کہ ہم یہ سب پوری آزادی کے ساتھ کرتے رہیں اور کوئی ہمیں پوچھنے والا نہ ہو۔۔ کیا یہ آزادی ہے کہ ہم اسلام کو بھول کر اپنی مرضی کی زندگی گزاریں۔ اپنی من مانیاں کرتے پھریں۔ اور جو پابندیاں ہمارے اُوپر ہمارے مذہب اسلام نے لگائیں ہیں اُنھیں بھلا کر ہم کوئی اور راستہ اختیار کر لیں جو تباہی و بربادی کی طرف لے جاتا ہو۔۔

اگر انصاف ہر طبقے کو ملے تو غربت، بے روزگاری، بے گھری بیکاری معاشرے میں نظر نہ آئے۔ بلکہ معذور، محتاج، مستحق، لاوارث، یتیم، مسکین، بیوہ اور بوڑھے باعزت شہری نظر آئیں۔ آج اگر ہم اِس دُنیا میں عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں ذات برادری، رنگ و نسل، فرقہ بازی اور امیر غریب کے اختلاف سے نکلنا ہوگا اور اِس پیارے محبوب وطن کی بقا کے لیے مخلص ہو کر کام کرنا ہوگا۔

غیر مسلموں کے مذاہب کو بُرا بھلا کہنے کی بجائے اُن کو اطیعو اللہ و اطیعو الرسول کی دعوت دینی ہوگی۔ اور آپس کے تمام لڑائی جھگڑے ختم کر دینے ہوں گے۔

ساتھیو!!!!! یہ وطن تمہارا ہے اور تم ہی اب اس کے پاسبان ہو۔ خدا نہ کرے کہ اس پر کوئی مشکل آن پڑے۔ اگر آن پڑے تو پیچھے نہ ہٹنا یہ مت سمجھنا کہ یہ تو دُنیا کے نقشے پر ایک چھوٹا سا خطہ ہے۔ بے شک چھوٹا ہے مگر یہ اسلام کا قلعہ ہے اور ہر مشکل وقت اللہ اِس کی حفاظت فرمائے گا۔ آج ہمارا وطن تباہی کے دہانے پر کھڑا ہے ہمیں یہ سوچنا ہے کہ یہ عظیم وطن جس کے لیے ہم نے اتنی قربانیاں دیں ہیں۔ اس کے لیے ہمیں کیا کرنا ہے۔ آج کل جو اس کے حالات چل رہے ہیں۔ دہشت گردی، رشوت، تعصب، تنگ نظری، یہ سب کیا ہیں؟۔ کیا ایسی باتوں سے یہ ایک سلامی ریاست کہلانے کا حق دار رہ جائے گا۔ ہمیں پُرانی غلطیوں کو بھلا کر اِسے سچے اور صاف ستھرے جذبات اور عمل سے سنوارنا ہے۔ ماضی کی غلطیوں میں ہم سب حصہ دار ہیں۔ ہم میں سے کچھ زیادہ ہیں اور کچھ کم۔۔۔۔

ماضی کا ماتم کرتے رہنے سے آج تک کسی قوم نے ترقی نہیں کی

۔منزل پانے کے لیے آگے دیکھنا ضروری ہے۔۔ہمیں
چاہیے کہ ماضی سے سبق سیکھیں۔حال کو بہتر بنائیں اور
مستقبل کے لیے سوچیں۔اور اِس بات کو ثابت کریں کہ ہم
اعلی اقدار کی حامل ایک زندہ اور مضبوط قوم ہیں۔اور ہم
بحثیت ایک قوم کھڑے ہو جائیں۔

اِس 14 اگست کو ہم یہ وعدہ کریں کہ ہم سب اپنی اپنی ذمہ
داریوں کو سمجھیں اور نبھائیں گے اپنے وطن کی حفاظت اور
ترقی کے لیے کسی بھی جانی اور مالی قربانی سے دریغ نہیں کریں
گے کیونکہ پاکستان ہے تو ہم ہیں پاکستان نہیں تو ہم نہیں۔اللہ
ہمارے وطن کو ہمیشہ قائم ودائم رکھے۔آمین۔۔

قائد اعظم نے فرمایا!

میری زندگی کی واحد تمنا یہ ہے کہ مسلمانوں کو آزاد اور سر
بلند دیکھوں،میں یہ چاہتا ہوں کہ جب مروں تو یہ یقین اور
اطمینان لے کر مروں کہ میرا ضمیر اور میرا خدا گواہی دے
رہا ہو کہ جناح نے اسلام سے خیانت اور غداری نہیں کی اور
مسلمانوں کی آزادی، تنظیم اور مداخلت میں اپنا فرض ادا کر
دیا۔۔

ای میل:abbasnadeem283@gmail.com

Facbook:03370177553

روشنی کے ہالے میں

ثمینہ طاہر بٹ!!۔لاہور!!

روشنی کے ہالے میں" تحریر: ثمینہ طاہر بٹ!!۔لاہور!! ۔"گیتا، اری او گیتا۔!! آج کام پر نہیں جانا کیا۔؟ سورج سر پر چڑھ آیا اور یہ لڑکی ابھی تک بستر پر پڑی اینٹھ رہی ہے۔گیتا، اری او گیتا۔اٹھ بھی جا دھی رانی۔اور کتنا سوئے گی۔؟" اماں نے تیزی سے پراٹھا سینکتے ہوئے ایکبار پھر اسے آواز دی تو وہ نہ چاہتے ہوئے بھی کسلمندی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔۔"کیا ہے اماں۔!! صبح صبح اتنا شور کیوں کرتی ہو تم۔؟ سچ، ڈھنگ سے خواب بھی نہیں دیکھنے دیتیں کوئی۔اب بھی اتنا پیارا سپنا دیکھ رہی تھی کہ لے کر اٹھا۔۔۔۔!!"۔"نہ دھی رانی ناں۔!! تجھے کتنی بار سمجھایا ہے کہ مت دیکھا کر سپنے۔اری پگلی، اگر غریبوں کی آنکھیں سپنے دیکھنے کی عادی ہو جائیں تو یہ دنیا چھوڑ کر رکھ دیتی ہے انہیں۔تو سمجھتی کیوں نہیں میری بچی۔؟ آخر کتنی بار سمجھاؤں میں تمہیں۔!!" صبح ہی صبح اس کے منہ

سے ''خواب اور سپنے'' کا ذکر سنتے ہی اماں پر ہمیشہ کی طرح اداسی اور مایوسی کا دورہ سا پڑا تھا، اسی لیئے وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بری طرح اسے ٹوک گئیں تھیں، اور اپنی اماں کی یہی باتیں گیتا کو ہمیشہ سے سخت بری لگتی تھیں۔۔ ''کیوں اماں۔؟ ہم کیوں نہیں دیکھ سکتے کوئی خوب۔؟ آخر ہم بھی تو انسان ہی ہیں۔ جس خداوند نے دوسرے لوگوں کی پیدا کیا ہے، اسی نے ہمیں بھی اس دھرتی پر اتارا ہے۔ جس طرح اس کی دی ہوئی ہر نعمت پر ان امیر لوگوں کا حق ہے، تو اسی طرح اس کی دی ہوئی نعمتیں ہمارے لیئے بھی تو ہیں۔؟ آخر وہ ہمارا بھی تو خداوند ہے۔ اس کی عطا کی ہوئی دھوپ، چھاؤں، ہوا، پانی، نیند، خواب سب ہمارے لیئے بھی تو ہیں ناں۔ تو پھر تم مجھے کیوں ہر وقت ٹوکتی رہتی ہو اماں۔؟'' گیتا نے جھنجلا کر روٹھے روٹھے انداز سے اماں کے سامنے پیڑھی پر بیٹھتے ہوئے کہا تو وہ اسے دکھ سے بھری نگاہوں سے دیکھنے لگیں۔۔ ''ارے میری بچی۔!! جانتی نہیں ہے کیا صاحب لوگوں کی اور اپنی حیثیت کا فرق۔؟ پتا ہے ناں تجھے کہ کہاں وہ لوگ اور کہاں ہم غریب۔ ارے دھی رانی، آسمان بھی کبھی زمین کے برابر ہوا ہے بھلا۔؟ اور تو چلی ہے صاحب لوگوں کی برابری کرنے، پگلی نہ ہو تو۔!!'' اماں نے اسکے سامنے پر اٹھے کی چنگیر اور چائے کا پیالہ رکھتے ہوئے ناصحانہ انداز سے کہا تو وہ بے بسی کے گہرے احساس کے ساتھ انہیں دیکھ کر رہ گئی۔۔ ''اف اماں۔!! مجھے تیری یہی باتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔ ارے بھئی، ہم بھی تو انسان ہیں اور آخر انسانیت بھی تو کسی چیز کا نام ہے۔ اور پھر انسان ہونے کے ناطے جب سب ایک جیسے ہی ہیں تو پھر یہ اونچ نیچ کیسی۔؟ یہ امیر غریب کا فرق کیوں۔؟ ''۔ ''گیتا۔!! مان جا دھی رانی، یہ فرق روزِ ازل سے لکھا جا چکا ہے، اور روزِ ابد تک اسی طرح قائم رہنے والا ہے۔ تو یا میں، کوئی بھی اس فرق کو نہیں مٹا سکتا۔ کوئی مٹا پائے گا ہی نہیں۔ کبھی بھی نہیں۔ میری یہ بات باندھ لے اپنی گرہ سے۔!! ''ہمیشہ کی طرح اس کے ہر اعتراض کا جواب افسردگی اور مایوسی سے دیتے ہوئے اماں نے اپنی چائے کا پیالہ اٹھا کر لبوں سے لگا لیا تھا اور گیتا نوالہ ہاتھ میں پکڑے بس انہیں دیکھتی ہی رہ گئی۔۔

۔۔سنیتا اسماعیل کا اس بھری دنیا میں گیتا کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں تھا۔ گیتا ان کی اکلوتی بیٹی تھی، جسے انہوں نے بڑی محبت اور ناز سے پالا تھا۔ اگر ان کے بس میں ہوتا تو اسے کبھی کسی کام کو ہاتھ بھی نہ لگانے دیتیں، کبھی گھر سے باہر جھانکنے بھی

نہ دیتین اور نہ ہی کسی اجنبی کی نظر اس پر پڑنے دیتیں۔ مگر ان کی غربت اور مجبوری نے انہیں کبھی ایسا کرنے ہی نہ دیا تھا۔ اور پھر وہ اپنی معصوم بچی کو کس کے سہارے اس بستی میں چھوڑ کر جاتیں۔ کہنے کو تو ان کا اپنا سارا بچپن، ساری جوانی ہی اسی بستی میں گذری تھی۔ وہ اسی بستی میں پیدا ہوئیں، پھر یہیں کھیل کود کر جوان ہوئیں اور اسی بستی والوں کے سامنے اپنے چچازاد اسماعیل کی دلہن بن کر ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں منتقل ہو گئیں۔ اسماعیل کے والدین اسکے بچپن میں ہی اسے بے سہارہ چھوڑ، راہی ملک عدم ہوئے تھے۔ تب سے وہ سنیتا کے اماں، بابا کی ذمہ داری بن چکا تھا، اور انہوں نے اپنی یہ ذمہ داری بہت خوب نبھائی تھی۔

☆☆☆☆☆

سوچ کا در

نبیلہ خان، ڈیرہ اسماعیل خان

سوچ کا در

کوڑے کی بدبو سے پورے گھر کی فضاء متعفن تھی۔ آتے جاتے سب جمعدار کی عزت افزائی ضرور کرتے جو پچھلے تین دن سے غیر حاضر تھا اور گھر میں کسی کو اتنی فرصت نہیں تھی کہ کوڑے دان کو باہر کوڑے کے ڈرم میں خالی کر کے اس بدبو سے جان چھڑا لی جاتی کیونکہ یہ کام ان سب کی شان کے خلاف تھا۔

ماما پلیز ماسی کو ہی کہ دیں کہ یہ کوڑا باہر دفع کر آئے۔ گھر میں آتے ہی بدبو استقبال کرتی ہے۔ حسن نے جل کر فرزانہ کو مخاطب کیا۔ وہ ابھی ٹیوشن پڑھا کر آیا تھا اور آتے ہی بدبو نے اسکی طبیعت کو مکدر کر دیا۔

بیٹا آج بھی کہا تھا ماسی کو مگر وہ بے چاری تو اپنا وزن بھی بمشکل اٹھا پاتی ہے اس بھاری بھر کم ڈسٹ بن کو کیسے اٹھائے گی۔ اچھا کہ دیتی ہے مگر کام ختم کر کے کھسکنے کو تیار ہوتی ہے۔ جانے میں ایسی تیزی دکھاتی ہے کہ کتنے کام کروانے والے رہ جاتے ہیں۔ پھر اگلے دن تک کام اس کے انتظار میں پڑے رہتے ہیں۔ فرزانہ نے اپنا رونا رویا۔ تب تک حسن بھی اپنے کمرے میں جا چکا تھا۔ بچوں کی بے حسی پہ کڑھتے ہوئے فرزانہ پھر سے الماری ٹھیک کرنے لگی جو حسن کے آنے کی وجہ سے بیچ میں ہی رہ گئی تھی۔

خدا خدا کر کے چوتھے دن جمعدار کی شکل نظر آئی تو فرزانہ تیزی کے ساتھ گیٹ کھول کر اسکی کلاس لینے کے خیال سے اسکے مقابل آتے ہوئے ڈانٹنے والے انداز میں اس سے مخاطب ہوئی۔ کوڑے والے بھائی تمہیں پتا بھی ہے روز کا کتنا کوڑا جمع ہو جاتا ہے۔ کوڑے کی بدبو نے الگ دماغ خراب کر رکھا ہے اوپر سے تم لوگوں کی چھٹیاں ہی ختم نہیں ہوتیں۔ پیسے لینے کے لیے تم ہر ماہ کی پہلی تاریخ سے پہلے ہی دماغ چاٹنے لگتے ہو۔ لو بھلا بتاؤ تو صحیح کہ ایسا کیا ضروری کام پڑ گیا کہ اکٹھی تین تین چھٹیاں کرنی پڑ گئیں؟ فرزانہ نے دل کی بھڑاس نکالتے ہوئے اچھا خاصا غصے کا اظہار کر دیا۔

باجی تین دن کے لیے میں تبلیغی جماعت والوں کے ساتھ سہ روزہ لگانے گیا تھا۔ باجی نوکری کرنا تو میری سماجی مجبوری ٹھہری کیونکہ پیٹ کا دوزخ بھرنا ہے مگر کچھ حق تو میرے رب کا بھی ہے جن نے ہمیں اتنے خوبصورت مذہب سے روشناس کروایا۔ جمعدار نے سر جھکا کر اپنی غیر حاضری کی وجہ بتائی تو فرزانہ کی آنکھوں کے ساتھ ساتھ منہ بھی کھلا رہ گیا۔

تحریر

نبیلہ خان، ڈیرہ اسماعیل خان

* * * * * * *

ملاجب اس سے

نام قیصر عباس ولد محمد فاروق

افسانہ

ملاجب اس سے

میں یونہی دریا کی سیر کرتے کرتے کہیں سے کہیں جانکلا لیکن رہا دریا کنارے کنارے ہی۔ آہستہ آہستہ شام کے سائے ڈھلنے لگے اور پھر چلتے چلتے میری ملاقات اس سے ہوئی جو سر سے پاؤں تک ایک چادر میں لپٹا ہوا تھا اور مسلسل روئے جارہا تھا میں ازراہِ ہمدردی اس کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور اس کا غم بانٹنے کے لیے اس کا حال پوچھنے لگا

جونہی اس نے میری آواز سنی تو خاموش ہو گیا اور پھر کچھ ہی

دیر بعد میرے مسلسل مشفقانہ لہجے میں پوچھنے سے اپنا دردِ غم بیان کر ہی بیٹھا۔

میں جوں جوں اس کے دکھ اور درد کی بپتا سنتا جا رہا تھا اپنے ہی اشکوں کے سیلاب میں غرق ہوتا جا رہا تھا دوسری طرف سورج بھی ڈھلتا جا رہا تھا اور اپنے ہی رنگ میں رنگتا جا رہا تھا جیسے اس کا دل درد سے پھٹ گیا ہو اور وہ بھی میری ہی طرح جیسے میں اپنے اشکوں کے سیلاب میں ڈوبتا جا رہا تھا اپنے ہی خون میں ڈوبتا جا رہا تھا اور پھر کچھ ہی دیر بعد اس کے ڈوبتے ہی غم زدہ سی، بوجھل بوجھل سی رات چھانے لگی اور اس میں سے سنہری یادوں کے ستاروں کی مانند ستارے اور محبوب کی طرح سے حسن و جمال کا پیکر اپنی مثل میں یکتا چاند نمودار ہونے لگا۔

چاند تاروں کے روشن ہوتے ہی اس نے اپنے جسم سے چادر ہٹاتے ہوئے کہا اب تم سے چھپانے کے لیے رہ کیا گیا ہے جونہی اس نے اپنے وجود سے چادر ہٹائی تو میں اس کی حالتِ زار دیکھتے ہوئے چیخ مار کر اٹھ کھڑا ہوا میں اسے جانتا تھا وہ وہی تھا جس کے روز حالات سن کر میں کڑہتا رہتا تھا بس اندر ہی اندر کڑھتا رہتا تھا وہ میرا وطن تھا اپنا وطن۔ اور وہ دریا جس کے کنارے بیٹھ کر وہ رو رہا تھا اس کے چشمے اس کی آنکھوں ہی سے پھوٹ رہے تھے اور وہ سورج اس کا دل تھا جو لہو ہو چلا تھا اور وہ چادر جس میں لپٹا ہوا تھا سفید رنگ کی امن کی چادر تھی مگر وہ امن میں نہیں تھا اور وہ ایسے درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا جس پر سبز پتے کم کم ہی رہ گئے تھے اور اس کی پتوں سے خالی خالی ٹہنیوں سے ہلالِ احمر اور اس کے ساتھ والا ستارہ واضح دکھائی دے رہا تھا وہ حلالِ احمر قائدِ اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ تھا اور اس کے ساتھ والا ستارہ رفیقِ خاص علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ تھا اور باقی آسمان پر کھلے ستارے جو اس کے سر پر چھاؤں کیے ہوئے تھے اس کے اپنے محسن اور جاں نثار تھے باقی جو اس کے جسم مبارک پر ہزار ہا زخم لگے ہوئے تھے اور اس کا دل جن بے شمار غموں میں گھرا ہوا تھا حیف صد حیف وہ ہم جیسے اس وطن کے باسیوں ہی سے اسے ملے تھے ان سب میں سب سے بڑا زخم اور غم جس نے اسے بری طرح سے گھائل کر رکھا تھا اور بہت زیادہ غم زدہ کر رکھا تھا جو کسی خبیث مرض کی طرح بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا اور اندر ہی اندر اسے کھائے جا رہا تھا وہ مرض، وہ زخم، وہ غم کرپشن تھا۔

•-----------------•

نام قیصر عباس ولد محمد فاروق

پتا؛ڈاکخانہ خاص واصو آستانہ تحصیل اٹھارہ ہزاری ضلع جھنگ
موبائل نمبر؛۰۳۰۱۵۹۵۹۷۰۶
۰۳۴۰۱۰۷۹۱۷۴

خونی حویلی

تحریر: ملک این اے کاوش

خونی حویلی

تحریر: ملک این اے کاوش۔ سلانوالی، سرگودہا

ہیبت خان تیرہ برس بعد وطن واپس لوٹ رہا تھا۔ وہ عرصہ دراز سے لندن میں مقیم تھا۔ اس نے لندن میں ہی اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور پھر ہوم جاب کرنے کے بعد وہیں کا ہو کے رہ گیا۔ جلد ہی اس کا شمار اچھے ڈاکٹروں کی لسٹ میں ہونے لگا تھا۔ اس کی شادی کے دو سال بعد اس کا باپ یکبارگی دل کا دورہ پڑنے کی وجہ سے لقمۂ اجل ہو گیا۔ ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ

اس کی موت شدید خوف کی وجہ سے واقعہ ہوئی ہے لیکن گھر کے اندر کوئی ایسا واقعہ بھی رونما نہ ہوا تھا۔ جسے بنیاد بنا کر اس بات کو سچ تسلیم کیا جاسکتا۔

ہیبت خان کا باپ وجاہت خان اپنے علاقے کا وڈیرہ گردانا جاتا تھا۔ علاقے کے اندر سب سے بڑی حویلی جاہت خان کی ہی تھی۔ علاوہ ازیں وجاہت خان ساڑھے چار مربع زمین کا مالک تھا۔ اس کی وفات کے بعد سب کچھ ہیبت خان کے کنٹرول میں آگیا تھا۔ چار کنال کی اراضی میں چار دیواری ڈال کر ایک سائیڈ پر ایک کنال پر عظیم الشان کوٹھی تعمیر کروائی گئی تھی جبکہ اس کے بالکل سامنے ایک کنال پر چھوٹا سا گراؤنڈ نما پارک بنایا گیا تھا۔ ساتھ والی دو کنال جگہ میں حویلی کے بالکل پیچھے ملازموں کے لیے کوارٹر بنوائے گئے تھے۔ جبکہ ایک سائیڈ پر ایک چھوٹا سا قبرستان بنایا گیا تھا۔ جہاں وجاہت خان کے والدین اور بہن کو دفن کیا گیا تھا۔

وجاہت خان اپنے وقت کا ایک ظالم، جابر اور بے غیرت قسم کا انسان گزرا تھا۔ پیسہ اور حسن دونوں ہی وجاہت خان کی کمزوریاں تھیں۔ کتنی ہی معصوم اور بے گناہ دوشیزاؤں کی عصمت کا اس نے جنازہ نکالا تھا۔ غریب لوگوں کے اندر اس کے خلاف زبان کھولنے کی سکت نہ تھی۔ اس کے ظلم کی انتہا تو اس وقت ہوئی جب اس کی حویلی میں رانا الفت نے آنا شروع کر دیا۔

رانا الفت کا تعلق انڈر ورلڈ کی دنیا سے تھا۔ شروع میں اس نے وجاہت خان کے ذریعے منشیات فروشی کے دھندے کو فروغ دیا جب اس کا وجاہت خان پر اعتماد پیدا ہو گیا تو اس نے وجاہت خان کے ذریعے نوجوان دوشیزاؤں کو اغواء کروانا شروع کر دیا۔ پیسہ پہلے ہی وجاہت خان کی کمزوری تھا۔ رانا الفت نے وجاہت خان کو سر سے پاؤں تک پیسے میں چھپا دیا تھا۔ وجاہت خان نے بھی رانا الفت پر حد سے زیادہ اعتماد کرنا شروع کر دیا تھا لیکن وجاہت خان اس بات سے قطعی آشنا نہ تھا کہ رانا الفت کس قدر آتش کا پرکالا ہے۔ رانا الفت وجاہت خان پر پیسے کی بارش کر رہا تھا تو دوسری طرف وجاہت خان اپنے چیلوں کے ذریعے اسے لڑکیاں پہنچا رہا تھا۔ لیکن ایک رات وجاہت خان دل کا شدید دورہ پڑنے کی وجہ سے خالق حقیقی سے جا ملا۔

باپ کی وفات کے بعد ہیبت خان اپنی فیملی سمیت لندن شفٹ ہو گیا تھا۔ پیچھے کا سارا نظام اس نے منشی فیض رسول کے سپرد کر دیا تھا۔ لندن رہ کر وہ وقتاً فوقتاً منشی فیض رسول

سے حالات وواقعات کے متعلق آگاہی لیتا رہتا تھا۔ منشی فیض رسول ایک نہایت ہی ایماندار اور قابل اعتماد انسان تھا۔
خالق حقیقی نے اسے تین بچوں سے نوازا تھا۔ سب سے بڑا بیٹا راشد خان جو کہ اب میٹرک کے امتحانات سے فارغ ہوا تھا۔ اس سے چھوٹا بیٹا ظہیر خان چھٹی کلاس میں پڑھ رہا تھا جبکہ سب سے چھوٹا بیٹا حیدر خان چوتھی کلاس میں پڑھ رہا تھا۔ ہیبت خان کی اہلیہ موناخان نے ایم اے انگلش کیا ہوا تھا اور لندن مین ہی ایک پرائیویٹ فرم میں بطور سیکرٹری خدمات سرانجام دے رہی تھی۔
وقت پر لگا کے گزرتا چلا گیا اور تیرہ سال کا طویل عرصہ پلک جھپکتے میں بیت گیا۔ تیرہ برس بعد ہیبت خان اپنی فیملی کے ساتھ واپس اپنے گاؤں آرہا تھا۔ تیرہ برس بعد جب وہ اپنے علاقے میں داخل ہوا تو اسے حیرت ہوئی۔ اسے یوں لگا جیسے دنیا ہی بدل گئی ہو۔ کچی آبادی پکی عمارتوں کا روپ دھار چکی تھی۔ گاؤں کا گاؤں شہر میں بدل چکا تھا۔ ضرورت زندگی کی ہر سہولت دستیاب تھی۔ اس کے تخیل میں وہ گاؤں آیا جب یہاں کچی آبادیاں تھیں لیکن آج یہ تبدیلی دیکھ کر وہ انگشت بدنداں رہ گیا تھا۔
ہیبت خان اور اس کی فیملی کو لینے کے لیے منشی فیض رسول ایئرپورٹ پر آیا تھا۔ منشی فیض رسول کو جب اس نے دیکھا تھا تو وہ بالکل جوان تھا لیکن آج اس کے بالوں میں سر اور داڑھی کے بالوں میں سفیدی اس سے پنہاں نہ تھی۔
''آپ کی زندگی کا سورج بھی ڈھلتا جارہا ہے۔'' ہیبت خان نے منشی فیض رسول کو راستے میں چھیڑتے ہوئے کہا تو سب کی ہنسی نکل گئی۔
''یہ سفیدی ایسے ہی نہیں آگئی۔'' منشی فیض رسول نے بتایا۔ ''آپ لوگوں نے میرے ناتواں کندھوں پر بہت بڑا بوجھ لاد دیا تھا۔ ہر وقت چنتا کھائے رہتی تھی کہ کہیں کچھ اونچ نیچ نہ ہو جائے۔ زندگی میں آج تک آپ کے باپ دادا سے بھی دھوکہ نہیں کیا تھا۔''
''آپ کی وفاداری کا میں بچپن سے ہی قائل ہوں۔'' ہیبت خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔
''یہ سب آپ کی محبت ہے۔'' منشی فیض رسول گاڑی حویلی کے اندر داخل کرتے ہوئے بولا۔
گاؤں میں ہیبت خان اور اس کی فیملی کی واپسی کی خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی تھی۔ سب لوگ اس کا استقبال کرنے کی غرض سے اس کی حویلی میں مجتمع تھے۔ عین اس وقت جب گاڑی حویلی میں داخل ہوئی سب گاؤں والے گاڑی کے

آلے دوالے (چہار سو) پھیل گئے تھے۔ ہیبت خان اور اس کی فیملی جب گاڑی سے باہر نکلے تو گاؤں والوں نے ان پر پھولوں کی پتیوں کی بارش کر دی۔ ہیبت خان گاؤں والوں کی چاہت اور محبت کا گرویدہ ہو کر رہ گیا تھا۔ اس نے سب کا شکریہ ادا کیا۔ گاؤں والے جلد ہی یکے بعد دیگرے لوٹ گئے۔

شام کے دھندلکوں نے جب ہر شے کو اپنی آغوش میں بھرنا شروع کر دیا تو جنوب کی جانب سے گہرے سرخ بادلوں نے اٹھنا شروع کر دیا۔ گہری تاریکی کے باعث بادلوں کی رنگت کا اندازہ لگانا ناممکن تھا۔ بادل خاموشی سے نیلے فلک پر چھا رہے تھے۔ جیسے جیسے کچھوے کی رفتار سے بادل چھا رہے تھے۔ ویسے ویسے ماحول میں بے چینی اور گھبراہٹ اور حبس بڑھنا شروع ہو گئی تھی۔ حبس جیسے جیسے بڑھ رہی تھی۔ ہر کس وناکس مضطرب ہونے لگا تھا۔

حبس بے جا کی وجہ سے لوگ گھروں سے باہر نکلنے یا چھتوں پر چھڑنے پر مجبور ہو گئے تھے مگر کوئی فرق محسوس نہ ہوا تھا۔ سب کی حیرت ہویدا تھی کہ نجانے آج ماحول میں اتنی حبس کیوں بڑھ چکی تھی۔ تبھی یک لخت موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ یہ دیکھ کر تو سب کے پیروں تلے زمین کھسک گئی کہ بارش کے قطروں میں پانی کی بجائے خون کی بوندیں اور لوتھڑے گر رہے تھے۔ جس جس نے بھی یہ منظر دیکھا تو فوراً سے بھی پہلے پروردگار کے حضور سجدہ ریز ہو گیا۔ استغفار کا ورد شروع ہو گیا تھا۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ آسمان سے خون گرنے کی وجہ کیا ہے؟

دوسری طرف سفر کی تھکاوٹ کے باعث ہیبت خان اور اس کی فیملی جلد ہی خواب خرگوش کے مزے لوٹنے لگے لیکن انہیں سوئے ابھی تھوڑی ہی دیر بیتی ہو گی کہ یکدم سکوت زدہ فضا میں دلخراش چیخیں گونج اٹھیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ایک ساتھ درجنوں لوگ چیخ وپکار کر رہے ہوں۔ ہیبت خان اور اس کی ساری فیملی سہم گئے۔ ہیبت خان کے بچے کچھ زیادہ ہی خوفزدہ ہو گئے تھے۔ ہیبت کان نے فوراً ہی منشی فیض رسول کو اپنے کمرے میں بلوالیا اور ان چیخوں کے بارے میں دریافت کیا مگر وہ خود کچھ جانتا ہوتا تو اسے کچھ بتاتا۔

''معذرت چاہتا ہوں سرکار۔'' منشی فیض رسول بے چارگی کے عالم میں بولا۔ ''پوری حویلی چھان ماری ہے لیکن کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ آوازیں حویلی کے کس حصے سے آ رہی ہیں۔ نہ ہی یہ پتہ چل رہا ہے کہ چیخ کون رہا ہے؟''

منشی فیض رسول کی بات سن کر ہیبت خان سمیت اس کی فیملی

حیران رہ گئے۔

"تم جانتے ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟" ہیبت خان نے منشی فیض رسول کو حیران کن اکھیوں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "فوراً سے بھی پیشتر مجھے وضاحت چاہیے۔"

ہیبت کا لہجہ تحکمانہ لیکن حیرت والا تھا۔ اسے منشی فیض رسول کی ذہنی حالت پر حیرت ہو رہی تھی۔ ہیبت خان کا حکم سنتے ساتھ ہی منشی فیض رسول نے مڑنا چاہا ہی تھا کہ یک لخت آوازیں آنا بند ہو گئیں۔

"تم جا سکتے ہو لیکن یاد رکھنا ایک تو اب کوئی خلل برداشت نہیں کروں گا دوسرا اس واقعے کی مکمل تحقیقات کرواؤ مجھے صحیح وضاحت چاہیے۔"

منشی فیض رسول منہ سے تو کچھ نہ بولا بس سر ہاں میں ہلاتا ہوا چپ چاپ دبے قدموں واپس لوٹ گیا۔

"مجھے لگتا ہے کہ یہ بڈھا عقل سے پیدل ہے۔" موناخان لیٹتے ہوئے بولی۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" ہیبت خان نے منشی فیض رسول کی حمایت میں کہا۔

"کیا یہ حیرت زدہ بات نہیں ہے کہ ایک عجیب و غریب واقعہ رونما ہوا اور حویلی کا خاص بندہ بونگوں کے سے جواب دے۔" موناخان بولی۔

"چھوڑو اس بات کو سو جاؤ۔" ہیبت خان لاجواب ہو کر بولا۔ "بچوں کو بھی سلاؤ ایسی باتوں سے بچوں کے ذہنوں پر برا اثر پڑ سکتا ہے۔"

موناخان منہ سے تو کچھ نہ بولی لیکن خوف کی ایک سرد لہر اس کے پورے شریر میں سرایت کر چکی تھی۔ اس نے بچوں کو ساتھ لٹا لیا تھا۔ لیکن یوں لگتا تھا جیسے نینداس کی آنکھوں سے کوسوں دور جا چکی تھی۔ اس کی چھٹی حس اسے انجانے، ان دیکھے خطروں سے آگاہ کر رہی تھی۔ بے شک جس ماحول کے وہ عادی تھے۔ وہاں ان باتوں کو حقیقت تصور نہیں کیا جا سکتا تھا بلکہ ذہنی فتور تصور کیا جاتا تھا۔ لیکن جو کچھ بھی تھا اس نے موناخان کو سوچنے پر ضرور مجبور کر دیا تھا۔

------*

منشی فیض رسول کے ساتھ مل کر روزانہ ہیبت خان نے اپنی زمینوں کا چکر لگانا شروع کر دیا تھا۔ بچوں کو تین ماہ کی چھٹیاں تھیں۔ اور اس بار اس نے یہ چھٹیاں اپنے گاؤں میں گزارنے کا ارادہ بنایا تھا۔ ہر طرف ہریالی ہی ہریالی تھی۔ منشی فیض رسول کی ایمانداری اور محنت کا ہیبت خان مزید گرویدہ

ہو کر رہ گیا تھا۔ منشی فیض رسول نے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا تھا۔ زمینیں سونا اگل رہی تھیں۔ اس ک علاوہ ہر طرف قد آور درخت دکھائی دے رہے تھے۔

انہی درختوں میں ایک بیر کا درخت بھی تھا جس کی شاخیں پھلوں سے لدی ہوئی اور جھکی ہوئی تھیں۔ منشی فیض رسول اور ہیبت خان دونوں چلتے ہوئے اس درخت تک جا پہنچے۔

''سرکار اس درخت کا پھل بہت میٹھا اور رسیلا ہے۔'' منشی فیض رسول نے بتایا تو ہیبت خان نے درخت کو بغور دیکھا۔ ''پھل دار درختوں کے پھل وقتاً فوقتاً گاؤں والوں میں تقسیم کرواتا رہتا ہوں۔ غرباء میں اناج بھی تقسیم کرواتا رہتا ہوں۔''

''ہوں۔'' ہیبت خان نے ہونٹ بھینچتے ہوئے خوشی سے کہا۔ ''یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے۔ اللہ پاک رزق میں برکت پیدا کرتے ہیں۔ ویسے بھی یہ ہماری رعایا ہے۔ اگر ہم نے ان کا خیال نہیں رکھنا تو اور کس نے رکھنا ہے۔ اگر ہم لوگ ان کا خیال نہیں رکھیں گے تو ہم سے بھی پوچھ گچھ ہو گی۔ جس قدر ممکن ہو گاؤں کے غریب ضرورت مند لوگوں کی ہر ضرورت پوری کیا کرو یہی نہیں گاؤں سے باہر کا بھی کوئی آجائے تو کسی قسم کی کمی بیشی نہیں ہونی چاہیے۔''

''ایسا ہی ہو گا سرکار۔'' منشی نے جواب دیا۔

ہیبت خان نے درخت کی ایک لٹکی ہوئی شاخ کو پکڑ کر اس سے ایک موٹا تازہ بیر توڑا لیکن بیر توڑنے کی دیر تھی کہ اگلا منظر دیکھ کر ہیبت خان سمیت منشی فیض رسول بھی حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر رہ گیا۔ جس ٹہنی سے بیر توڑا گیا تھا۔ اس جگہ سے خون کی بوندیں ٹپکنا شروع ہو گئی تھیں۔ ہیبت خان نے حیران کن اکھیوں سے منشی فیض رسول کو دیکھا اور ہاتھ میں پکڑا ہوا بیر سرعت سے ایک طرف پھینک دیا۔ منشی فیض رسول سرعت سے ہیبت خان کی اور بڑھا۔ دوسرے ہی لمحے یوں لگا جیسے موسلا دھار بارش شروع ہو گئی ہو۔ بارش کیا تھی خون کی بوندیں پورے درخت سے ٹپک رہی تھیں۔ ہیبت خان وار منشی فیض رسول دونوں ہی پوری طرح سے خونی بارش کی زد میں آ چکے تھے۔ ہر طرف خون ہی خون پھیلتا جا رہا تھا۔ بڑی ہی مشکل سے ایک دوسرے کو سہارہ دیتے ہوئے دونوں اس بیر کے درخت کے نیچے سے نکلے۔ لیکن یہ دیکھ کر ان کی حیرت ہویدا رہ گئی کہ ان کے درخت سے نکلتے ساتھ ہی خونی بارش یکدم تھم گئی۔ یہی نہیں ان کے کپڑے اور جسم یکدم یوں خشک اور صاف ہو گئے جیسا کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ دونوں کے ہاتھ پاؤں پھول چکے تھے۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے؟" ہیبت خان نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔
ہیبت خان پوری طرح سے خوف کی زد میں آ چکا تھا۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ بس وہ متواتر منشی فیض رسول کو تکے جا رہا تھا۔ منشی فیض رسول خود انگشت بدنداں رہ گیا تھا کہ یہ سب ہو کیا گیا تھا۔
"معافی چاہتا ہوں سرکار میں خود کچھ بھی نہیں جانتا۔" منشی فیض رسول کے لہجے سے بے بسی اور بے چارگی عیاں تھی۔ "لیکن حالات و واقعات بتا رہے ہیں کہ یہ سب کالے جادو کا کوئی کھیل ہے۔ ممکن ہے کوئی آپ کے جاہ و جلال اور مرتبے سے جیلس ہوتا ہو۔ آپ کی کامیابی اس کے دل پر نشتر کے جیسے پڑتی ہو اور اس نے آپ پر زبردست کالا جادو کروا دیا ہو۔"
"یہ سب بکواس ہے۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟" ہیبت خان غصے سے پیچ و تاب کھاتے ہوئے بولا۔
"سرکار ایسی باتیں نہ کریں۔" منشی فیض رسول نے تڑپ کر کہا۔ "ایسے حالات و واقعات کو پس پشت نہیں ڈالا جا سکتا۔ حالات یہی بتا رہے ہیں دال میں ضرور کچھ کالا ہے۔ کسی اللہ والے سے ضرور حساب کتاب کروا لینا چاہیے۔"
"لگتا ہے واپس آ کر میں نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔" ہیبت خان نے بے بسی سے کہا۔ "میری فیملی کے اندر خوف بڑھتا جا رہا ہے۔ مجھے اپنی فیملی بہت پیاری ہے۔ انہیں اس حال میں میں نہیں دیکھ سکتا اگر مزید کوئی ایسا واقعہ ہوا تو میرا یہاں رکنا ناممکن ہو جائے گا۔"
منشی فیض رسول کے پاس کہنے کے لیے کچھ نہ تھا۔ اس لیے اس نے چپ ہی رکھی۔ دونوں چلتے ہوئے گاڑی تک پہنچ چکے تھے۔ ہیبت خان نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی جبکہ منشی فیض رسول اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر براجمان ہو گیا۔ ہیبت خان نے گاڑی حویلی کی اور موڑی اور اسے گیئر میں ڈال دیا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کرے تو کیا کرے۔۔۔؟

------*

رات کا نجانے کون سا پہر تھا۔ ہر کوئی گھوڑے بیچ کے سو رہا تھا۔ ہر طرف ہو کا عالم تھا۔ ہیبت خان کی حویلی میں بھی گہرا سکوت طاری تھا۔ سارے مکین گھوڑے بیچ کر سو رہے تھے۔ ہیبت خان اور اس کی اہلیہ مونا خان الگ جبکہ تینوں بچے الگ کمرے میں سوتے تھے۔

تینوں بھائی گہری نیند سو رہے تھے۔ جب یکبارگی ظہیر خان کی آنکھ کھٹکے سے کھل گئی۔ وہ فوراً اٹھ بیٹھا۔ کمرے کے اندر زیرو کے بلب کی مدھم سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ جو ہر شے کو مکمل واضح تو نہیں کر رہی تھیں مگر اتنا ضرور تھا کہ چیز کی پہچان بغور دیکھنے سے کی جا سکتی تھی۔ ظہیر خان ہمہ تن گوش ہو گیا۔ آواز اٹیچ باتھ کے اندر سے آ رہی تھی۔ باتھ کے اندر پڑے ٹب مین پانی گر رہا تھا اور یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی اندر نہا رہا ہو۔

ظہیر خان نے اپنے دونوں بھائیوں کی طرف دیکھا تو حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر رہ گیا۔ کیونکہ اس کے دونوں بھائی اس کے ساتھ بیڈ پر دراز تھے۔ ظہیر خان کی حیرت ہویدا رہ گئی۔ اس کی چھٹی حس اسے خبردار کرنے لگ گئی کہ دال میں ضرور کچھ کالا ہے۔ اس نے نگاہیں اٹھا کر کمرے کے دروازے کو دیکھا لیکن یہ دیکھ کر اس کی حیرت بڑھ گئی کہ دروازے کی اندر سے چٹخنی لگی ہوئی تھی۔

ظہیر خان بنا آواز پیدا کیے اپنی جگہ سے اٹھا اور باتھ روم کی طرف بڑھا۔ باتھ روم کے دروازے کے پاس جا کر اس نے کان لگا کر سننا چاہا لیکن کسی نتیجہ خیز مرحلے پر نہ پہنچ سکا۔ باتھ روم کے دروازے کی اندر سے چٹخنی نہیں لگی ہوئی تھی۔ ظہیر خان نے دروازے پر ہاتھ کا دباؤ بڑھایا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ سامنے ٹب کے اندر پیہم پانی گر رہا تھا۔ لیکن نہانے والا کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ظہیر خان باتھ روم کے اندر داخل ہو گیا لیکن اندر کوئی ہوتا تو اسے دکھائی دیتا۔

ظہیر خان نے پانی بند کیا اور باہر نکلنے کے لیے جیسے ہی مڑا تھا۔ کسی نے اس کے دائیں کندھے پر ہاتھ رکھا۔ ظہیر خان نے سہم کر فوراً پیچھے دیکھا لیکن یہ دیکھ کر گنگ رہ گیا کہ پیچھے کوئی بھی نہیں تھا۔ قبل اس کے کہ وہ واپس پلٹتا کسی نے یک لخت اس کی گردن سے پکڑا اور نیچے دھکیل دیا۔ ظہیر خان اس افتاد کے لیے قطعاً تیار نہ تھا۔ ظہیر خان لڑکھڑایا اور گھٹنوں کے بل زمین پر گرتا چلا گیا۔ خود کو آہنی شکنجوں سے نجات دلانے کے لیے ظہیر خان ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ اس کی گردن پر دباؤ بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ چیخنا چلانا چاہتا تھا تا کہ مدد کے لیے اپنے بھائیوں کو بلائے لیکن اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اس کی زبان تالو سے چپک گئی ہو۔

حیرت و خوف کے مارے اس کے حواس باختہ ہو چکے تھے۔ یکدم اس کے سر کو پکڑ کر کسی نے سرعت سے پانی سے

بھرے ٹب میں ڈبو دیا۔ ظہیر خان ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا۔اس کے ناک منہ میں مکمل پانی بھر چکا تھا۔ سانس تک لینا دشوار ہو چکا تھا۔ موت کی پرچھائیاں اس پر سایہ فگن ہو چکی تھیں۔اس کی ہر کوشش دھیرے دھیرے ناکام پڑتی جا رہی تھی۔ زندگی اور موت کے درمیان وہ پنڈولیم کی طرح لٹک کر رہ گیا تھا۔اسی کشمکش میں اس کی ہر سعی ناکام پڑ گئی اور ظہیر خان لقمۂ اجل ہو گیا۔ موت زندگی پر حاوی آ گئی۔ ظہیر خان کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ ظہیر خان کا بے جان جسم لڑھک گیا۔

*___*___*

ایک سماعت شکن چیخ نے وری حویلی میں تہلکہ مچا کر رکھ دیا تھا۔ چیخ کسی اور کی نہیں بلکہ راشد خان کی تھی۔ راشد خان اٹھ کر باتھ گیا تو اگلا منظر دیکھ کر اس کے پیروں تلے زمین کھسک گئی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی ایک سماعت شکن چیخ اس کے حلق سے نکلی۔ حیدر خان جو کہ ابھی تک خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہا تھا۔ راشد خان کی چیخ پر حیدر خان بھی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا تھا اور وہ بھی فوراً باتھ روم کی طرف بڑھا۔ اگلا منظر دیکھ کر اس کے ہاتھوں کے بھی طوطے اڑ گئے۔ دوسری طرف چیخ کی آواز سن کر ہیبت خان اور مونا خان بھی ان کے کمرے کی اور بڑھے اور زور زور سے دروازہ پیٹنا شروع کر دیا۔

دونوں بھائیوں کے رونے کی آوازیں پیہم ان کی سماعت سے ٹکرا رہی تھیں۔ راشد خان تو ہوش و حواس سے بیگانہ ہو کر دھواں دھار روئے جا رہا تھا۔ حیدر خان نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ دروازہ کھلتے ساتھ ہی ہیبت خان اور مونا کے علاوہ اکٹھے ہو جانے والے ملازم بھی اندر داخل ہو گئے۔

''ابو۔'' حیدر خان نے روتے ہوئے باتھ روم کی طرف اشارہ کیا۔ ''بھیا''

حیدر خان سے بولا نہیں جا رہا تھا۔ دونوں میاں بیوی جب باتھ روم کی طرف بڑھے تو اگلا منظر دیکھ کر ان کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی سانس نیچے اٹک کر رہ گئی۔ جو منظر ان کے سامنے تھا اسے دیکھ کر انہیں یقین نہیں ہو رہا تھا۔ اتنی دیر میں منشی فیض رسول بھی پہنچ گیا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر ہیبت خان کو دلاسہ دیا جبکہ ملازموں کو فوراً حکم دے کر ظہیر خان کے جسد خاکی کو بیڈ پر لٹایا گیا۔ پلک جھپکتے میں پوری حویلی میں ماتم شروع ہو گیا تھا۔ مونا خان کا رو رو کر برا حال تھا۔ حیدر خان اور راشد خان بھی دھواں دھار رو رہے تھے۔

ظہیر خان کی موت کی خبر پورے گاؤں میں جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی تھی۔ گاؤں والے یکے بعد دیگرے اکٹھے ہونا شروع ہو گئے تھے۔ پورا گاؤں جہاں ہیبت خان اور اس کی فیملی کے غم میں شریک تھا۔ وہیں حیران و ششدر بھی تھا کہ ظہیر خان کی موت کیسے واقع ہو گئی؟ یہ معمہ کسی طور حل نہیں ہو پا رہا تھا۔ رو رو کر سب کا برا حال تھا۔

لیکن کسی نے سچ ہی کہا تھا کہ مرنے والوں کے ساتھ کوئی مر نہیں جاتا بلکہ یہ ایک دستور ہے۔ انسان ہمہ وقت آنکھوں سے دکھائی دینے والی حقیقتوں کو نہیں مانتا۔ ایک ماں بچے سے اتنی محبت کرتی ہے کہ وقت آنے پر اپنی اولاد کی خاطر سولی پر لٹکنے سے بھی گریز نہیں کرتی لیکن جب اس کی اولاد لقمہ اجل ہو جائے تو اس کی محبت ختم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ اس کے ساتھ اس کی قبر میں نہیں جاتی۔ دنیاوی رشتہ دنیا میں ہی کھو جاتا ہے۔ بس ایک یاد بن جاتا ہے۔ ایسے ہی ایک باپ جو تاحیات اپنی اولاد کے روشن مستقبل کے لیے اپنی زندگی تک داؤ پر لگائے پھرتا ہے۔ اپنی اولاد کے ساتھ قبر میں کیوں نہیں اترتا۔ بھائی جو بھائیوں کی جان ہوتے ہیں۔ ان کی محبت بھی دنیا میں رہ جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ بہنیں ماؤں سے زیادہ اپنے بھائیوں سے محبت کرتی ہیں لیکن قبر میں وہ بھی ساتھ نہیں جاتی۔ تو کیوں ہم حقیقتوں کو سمجھنے سے انکاری ہیں کہ یہ سب دنیاوی رشتے ہیں۔ اصل رشتہ تو اللہ اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کا ہے۔ جس نے بھی اللہ اور اس کے پیارے حبیب ﷺ سے پکا رشتہ اپنا لیا اس کے لیے دنیا بھی بہتر اور آخرت بھی۔ ماں باپ بہن بھائیوں کے درمیان رہنے والا انسان جب مر جاتا ہے تو اسے منوں مٹی تلے دفن کرنے کے بعد کوئی مڑ کر اس کی طرف نہیں دیکھتا۔ بات یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ قبرستان کو روحوں کا بسیرا قرار دے دیا جاتا ہے۔ کیا وہ روحیں ہمارے ان اپنوں کی نہیں ہوتی جو کبھی ہمارے درمیان ہوتے ہیں۔۔۔؟

ہم لوگ اپنی اولاد کے بہتر مستقبل کے لیے نجانے کتنے پاپڑ بیلتے ہیں لیکن کبھی یہ نہیں سوچا کہ اولاد کا بہتر مستقبل اچھا گھر، کام اور اچھا رشتہ نہیں ہے۔ بلکہ بہتر مستقبل مرنے کے بعد کا ہے۔ لیکن موت کسے یاد ہے۔ قبرستان میں جائیں یا کسی کی فوتگی پہ جائیں تو مومن بن جاتے ہیں جبکہ بعد میں رات گئی بات گئی والی بات بن جاتی ہے۔

آنسو، بہت بے رحم ہوتے ہیں۔ جب بہتے ہیں تو اپنے ساتھ سب کچھ بہا کر لے جاتے ہیں۔ کبھی کبھی تو انسان کا ہمت و حوصلہ تک بہا کر لے جاتے ہیں۔ لیکن جب دل کا غبار نکل

جاتا ہے تو انسان کی کیفیت بدل جاتی ہے۔ اسے سکون میسر آ جاتا ہے۔ صبر بھی مل جاتا ہے لیکن کچھ گھاؤ ایسے ہوتے ہیں جو دل و دماغ میں چھید کر کے رکھ دیتے ہیں اور کبھی نہیں بھرتے۔

ہیبت خان اور اس کی فیملی رونے دھونے کے علاوہ کر بھی کیا سکتے تھے۔ مجرم کافی شاطر تھا جسے بند دروازے بھی اندر داخل ہونے سے نہ روک پائے تھے۔ نہ جانے وہ کن کونوں کھدروں سے اندر داخل ہوا تھا اور ظہیر خان کو ابدی نیند سلا کر چلتا بنا تھا۔ ظہیر خان کو سینکڑوں سوگواروں کی موجودگی میں سپرد خاک کر دیا گیا تھا۔ پلک جھپکتے میں ہیبت خان کے گھرانے کو مصیبتوں نے اپنی آغوش میں بھر لیا تھا۔ اسے رہ رہ کر غصہ آ رہا تھا کہ وہ اپنی فیملی کو لے کر یہاں کیوں آیا تھا لیکن اب اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ کچھ بھی ہو جائے وہ مجرم کو ابدی نیند سلائے بنا یہاں سے نہیں جائے گا۔ مجرم نے بے دردی سے اس کے لخت جگر کو ابدی نیند سلایا تھا۔ ہیبت خان کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ ایک بار مجرم سامنے آ جاتا تو وہ اس کی دھجیاں اڑا کر رکھ دیتا۔

*___*___*

''یہ گھر کتنا منحوس ہے میرے لخت جگر کو نگل گیا ہے۔'' مونا خان نے روتے ہوئے کہا۔

اس وقت سب ٹی وی لاؤنج میں جمع تھے۔ ہر کس و ناکس کی آنکھوں سے گوہر ہائے آبدار بہہ رہے تھے۔ جوان بیٹے کے غم نے ہیبت خان اور اس کی اہلیہ کو نڈھال کر کے رکھ دیا تھا۔ راشد خان اور حیدر خان کا بھی رو رو کر برا حال تھا۔

''ممابھیا کو آخر کس نے مارا ہے؟'' راشد خان نے سوالیہ آنکھوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''اندر سے تو چٹخنی لگی ہوئی تھی۔ ہم دونوں بھائی بھی سو رہے تھے۔ آخر مجرم کہاں سے آیا؟''

''ہمیں واپس چلے جانا چاہیے ابو۔'' حیدر خان نے ہیبت خان کو مشورہ دیتے ہوئے کہا۔ ''یہاں آپ کے دشمن ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ جو ہمیں بھی نہیں چھوڑیں گے۔''

''کچھ نہیں ہو گا بیٹا ہم اس طرح کیسے تمہارے بھائی کے مجرم کو زندہ چھوڑ کر جا سکتے ہیں؟'' ہیبت خان گویا ہوا۔

''اس طرح تو مجرم کا حوصلہ مزید بڑھ جائے گا۔ وہ ہیں بزدل سمجھے گا۔ اور یوں وہ کوئی بڑا وار بھی کرنے سے گریز نہیں کرے گا۔ میں اپنے لخت جگر کا اس سے انتقام لیے بنا جانے والا نہیں ہوں۔''

''ممکن ہے کوئی آپ کے جاہ و جلال سے جیلس ہوتا ہو اور آپ

کونیچا دکھانے یا آپ کا سب کچھ ہڑپ کرنے کی وجہ سے یہ سب کچھ کر رہا ہو؟'' موناخان نے سوال داغا تو ہیبت خان سوچ میں مبتلا ہو گیا۔

اسے منشی فیض رسول کے الفاظ یاد آ گئے جب اس نے بیر توڑا تھا اور درخت سے خون کی بارش شروع ہو گئی تھی تو منشی فیض رسول نے کہا تھا کہ ممکن ہے کوئی آپ کے جاہ و جلال سے جیلس ہو رہا ہو۔

''ممکن ہے۔'' ہیبت خان نے مختصر سا جواب دیا۔

''اپنے دشمن کو پہچانیے ورنہ وہ گاہے بگاہے وار کرتا رہے گا اور نقصان پہنچاتا رہے گا۔'' موناخان بولی۔ ''میں مزید کچھ بھی برداشت نہیں کر پاؤں گا۔ پہلے ہی کلیجہ چھلنی چھلنی ہو چکا ہے۔''

اتنا کہہ کر موناخان سسکیاں بھرنے لگیں۔ ہیبت خان کے تن بدن میں آگ سی لگ گئی تھی۔ اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ جلد اپنے دشمن کو پکڑ کر ایسی موت مارے گا کہ دوبارہ کسی میں اس سے ٹکر لینے کی جرأت نہیں ہو گی۔ اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ منشی فیض رسول کی بات پر عمل کرتے ہوئے کسی سیانے گیانے بندے سے صلاح مشورہ کرے اور حساب کتاب کروا کر اپنے دشمن کی پہچان کرے۔

------*

''تمہارے گھر کے اندر مافوق الفطرت مخلوق کا بسیرہ ہے۔'' محمد حنیف بولا۔

ہیبت خان نے منشی فیض رسول سے بات کی تھی کہ وہ اسے کسی عامل با عمل کے پاس لے جائے۔ تھوڑی تگ و دو کے بعد انہیں محمد حنیف کا پتہ چلا۔ محمد حنیف ان کے گاؤں سے تین گاؤں چھوڑ کے 169 شمالی میں رہتا تھا۔ محمد حنیف کے پاس نوری علم تھا۔

جب ہیبت خان نے محمد حنیف کو ساری بات سے آگاہ کیا تو اس محمد حنیف نے آنکھیں بند کر کے تھوڑی دیر ورد کیا اور پھر جو اسے بتایا اسے سن کر ہیبت خان سمیت منشی فیض رسول کے پیروں تلے سے بھی زمین کھسک گئی تھی۔ ہیبت خان ان باتوں پر یقین نہیں رکھتا تھا کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ یہ سب فرضی اور ڈرامائی حد تک باتیں ہیں۔ محمد حنیف کی بات نے اسے حیران کر دیا تھا۔ ''یہ کیسے ممکن ہے۔ اس سائنسی دور میں ان باتوں پر کیسے یقین کیا جا سکتا ہے؟''

''مجھے ایک بات کی سمجھ نہیں آتی کہ سائنسی دور کا مخلوقات سے کیا تعلق ہے؟'' محمد حنیف پیچ و تاب کھا کر بولا۔

''میرے کہنے کا مطلب ہے کہ سائنس ایسی مخلوق کی موجودگی کو نہیں مانتی۔'' ہیبت خان نے وضاحت کی۔

''ویسے کتنی حیرت کی بات ہے۔'' محمد حنیف ہونٹ بھینچتے ہوئے افسردہ سے لہجے میں گویا ہوا: ''ہم لوگ بھی نام کے ہی مسلمان رہ گئے گئے۔ جب اللہ تعالیٰ عزوجل اپنی مقدس کتاب میں جن وانس کا اکٹھا ذکر فرمارہے ہیں تو کیا سائنس ہماری مقدس کتاب قرآن مجید سے زیادہ افضل ہوگئی ہے؟''

''میرے کہنے کا مطلب تھا کہ۔۔۔'' ہیبت خان نے بولنا چاہا لیکن محمد حنیف نے اسے ٹوک دیا۔

''آپ کے گھر کے اندر ایک دو نہیں بلکہ درجنوں ارواح کا بسیرہ ہے۔'' محمد حنیف نے موضوع بدلا۔

''تو ان سے کیسے جان چھڑوائی جاسکتی ہے؟'' ہیبت خان نے پوچھا۔

''آج رات میں ایک وظیفہ کروں گا۔'' محمد حنیف گویا ہوا۔

''آپ لوگ کل صبح مجھے لینے آجانا ضرور کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا۔''

------*

پچھلی رات کا وقت تھا۔ ہر کس وناکس گھوڑے بیچ کر سو رہا تھا۔ موناخان اور ہیبت خان ایک ہی کمرے میں گہری نیند سو رہے تھے۔ یکدم موناخان کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے دائیں پاؤں کی ہتھیلی میں کس نے زور سے گدگدی کی ہو۔ موناخان جلدی سے اٹھ بیٹھی۔ ایک نگاہ ہیبت خان کو دیکھا لیکن وہ گہری نیند سو رہا تھا۔ موناخان انگشت بدنداں رہ گئی۔ تبھی اس کی سماعت سے کسی کے چلنے کی آواز ٹکرائی۔ باہر کوئی تیز تیز قدموں سے چل رہا تھا۔ موناخان کو تشویش ہوئی۔ پہلے تو اس نے سوچا کہ ہیبت خان کو اٹھائے لیکن پھر اس کی نیند میں خلل ڈالنا اس نے بہتر نہ سمجھتے ہوئے خود ہی اٹھ کر دبے قدموں دروازے کی طرف بڑھی۔ جلدی سے دروازہ کھول کر وہ باہر راہداری میں نکلی اور ادھر ادھر دیکھا۔

تبھی اس کی نگاہ راہداری کی نکر پر یوٹرن لیتی ایک دوشیزہ پر پڑی۔ اس دوشیزہ کی رفتار کافی تیز تھی۔ نجانے کیوں اس کے دل کے مندر میں خوف کی گھنٹیاں بجنا شروع ہوگئی۔ ایک بار پھر اس نے سوچا کہ ہیبت خان کو اٹھائے لیکن پھر اس کے دماغ میں بات آئی کہ ممکن ہے تب تک وہ کہیں روپوش ہوجائے۔ نجانے کیوں اس کا دل کہہ رہا تھا کہ اس دوشیزہ کا ضرور اس کے لخت جگر کی موت سے کوئی بالواسطہ یا بلاواسطہ تعلق ہے۔ دوشیزہ یوٹرن لے کر مڑ چکی

تھی۔ ضرور وہ حویلی کی کوئی ملازمہ تھی۔ موناخان تقریباً دوڑتے ہوئے اس کے پیچھے ہو چلی۔ جیسے ہی اس نے یوٹرن لیا اس نے دوشیزہ کو ملازموں کے کوارٹر کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا۔ اب تو اس کا پارہ ہائی ہو گیا۔ ایک دو ٹکے کی ملازمہ نے اس نے لختِ جگر کو ابدی نیند سلایا تھا۔ ضرور یہ لوگ ان کے سب کچھ کو ہڑپ کرنے کی تگ ودو میں لگے ہوئے تھے۔ موناخان نے تہیہ کر لیا کہ اس دوشیزہ کو اپنے ہاتھوں ابدی نیند سلا کر قلبی سکون حاصل کرے گی۔

دوشیزہ ایک کوارٹر کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔ موناخان بھی تقریباً دوڑتے ہوئے اس کے پیچھے پہنچ گئی اور سرعت سے دروازہ کھول کر کوارٹر میں داخل ہو گئی۔ اندر گھپ اندھیرا تھا۔ ایک بار تو اسے یوں لگا جیسے اس کی بینائی ہی چھن گئی ہو۔ جلد ہی اس کی آنکھیں اندھیرے میں دیکھنے کے قابل ہو گئیں۔ وہ اپنے لیے راستے کا تعین کر سکتی تھی اور بغور دیکھنے پر دوسرے کی موجودگی کو بھانپ سکتی تھی۔ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی وہ آگے بڑھنے لگی۔ اس کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو چکی تھیں۔ ایک انجانے خوف نے پوری طرح سے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ راہداری سے گزر کر وہ صحن میں داخل ہو گئی۔ تاریک رات ہونے کی وجہ سے چہار سو گھپ اندھیرے کی گہری چادر تنی ہوئی تھی۔ لیکن اب وہ اندھیرے میں دیکھنے کے قابل ہو چکی تھی۔

عورت ذات کو اللہ تعالیٰ نے عجیب سانچے میں ڈھالا ہے۔ دل کی کمزور مگر ارادوں کی پختہ۔ یقین کامل اور ہمت ناپختہ۔ لیکن جب کسی بات پر ڈٹ جائے تو اس کے ارادوں میں پہاڑوں کی سی پختگی اور مردانہ حوصلہ عود کر آتا ہے۔ مردوں کو پچھاڑ دیتی ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر عورت کی بہادری کے پیچھے بالکل اسی طرح کسی مرد کا ہاتھ ضرور ہوتا ہے جیسے کسی کامیاب مرد کے پیچھے کسی عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔

موناخان کے سامنے دو کمرے تھے۔ دونوں کے دروازے بند تھے۔ صاف ظاہر تھا کہ ان میں سے ایک کے اندر اس کا دشمن چھپا ہوا تھا لیکن فی الوقت اندازہ لگانا مشکل تھا کہ وہ کس کمرے میں ہو گا؟ دائیں طرف والے کمرے کے دروازے کے پاس کھڑے ہو کر وہ کان لگا کر سنتی رہی لیکن اندر سے کوئی آواز پیدا ہوتی تو اسے سنائی دیتی لیکن جیسے ہی وہ دوسرے دروازے کے پاس پہنچی اسے فوراً اندر سے کسی کی غراہٹ کی آواز سنائی دی۔ غراہٹ ایسی تھی جیسے کوئی درندہ

غرا رہا ہو۔ موناخان غراہٹ کی آواز سن کر ہکابکا رہ گئی تھی۔ موناخان نے سوچا کہ ممکن ہے دشمن کو پتہ چل گیا ہو کہ اس کا پیچھا کیا گیا ہے اور اب وہ ڈرانے کی غرض سے جانوروں کی سی آوازیں نکال رہا ہو۔

اس خیال کے آتے ہی موناخان نے بنا کچھ سوچے سمجھے کمرے کا دروازہ کھٹاک سے کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ساتھ ہی غراہٹ کی آواز آنا ایک لخت بند ہو گئی۔ موناخان تھوڑی دیر کھڑی دیکھتی رہی لیکن اسے کچھ دکھائی نہ دیا۔ بالآخر تمام تر ہمت یکجا کر کے وہ اندر داخل ہوئی۔ کمرے کے اندر داخل ہوتے ساتھ ہی اس کے نتھنوں سے بدبو کے بھبھوکے ٹکرائے۔ تبھی اس کو یوں لگا جیسے اس کے علاوہ بھی کوئی کمرے میں موجود ہو لیکن وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

''تت۔۔۔ تم کون ہو؟'' موناخان نے سہمے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ ''جو کوئی بھی ہو سامنے آؤ۔''

جواباً ایک بار پھر غراہٹ کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔ موناخان نے آواز کی سمت دیکھا تو اگلا منظر دیکھ کر اس کے پیروں تلے زمین کھسک گئی۔ اس کے سامنے ایک درندہ کھڑا تھا۔ جو خونخوار آنکھوں سے اسے گھورے جا رہا تھا۔ اس کی شکل کسی کتے کی مانند تھی لیکن جسامت کسی گدھے کے برابر تھی۔ اس کے پورے جسم پر کالے کالے لمبے بال تھے۔ وہ مسلسل غرا رہا تھا۔ اس کی زبان بار بار منہ سے باہر نکل رہی تھی۔ اور اس سے رال ٹپک رہی تھی۔ بے شک کمرے میں مکمل اندھیرا تھا۔ باوجود اس کے کہ موناخان کو سب کچھ مترشح (واضح) دکھائی دے رہا تھا۔

موناخان خوف کی شدت کے باعث بری طرح سے کانپ رہی تھی۔ اس کی ساری بہادری نو دو گیارہ ہو چکی تھی۔ دھیرے دھیرے تھرتھراتے قدموں سے وہ واپس پلٹنے لگی۔ جیسے جیسے وہ پیچھے ہٹ رہی تھی۔ ویسے ویسے اس درندے کی غراہٹ میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ موناخان نے کمرے سے باہر نکل کر دوڑنا چاہا لیکن اگلا منظر دیکھ کر حیران رہ گئی۔ ہر طرف اس درندے جیسے بے شمار درندے اکٹھے ہو چکے تھے۔ وہ پوری طرح سے گھر چکی تھی۔ درندوں نے اس کی طرف بڑھنا شروع کر دیا تو موناخان نے زور زور سے چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ موناخان پیہم ہیبت خان کو مدد کے لیے پکار رہی تھی۔

ہیبت خان جو خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہا تھا۔ موناخان کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرانے کی دیر تھی کہ وہ فوراً سے بھی پہلے اٹھ بیٹھا۔ موناخان کی آواز پیہم اس کی

سماعت سے ٹکرانے لگی۔ ہیبت خان کے حواس باختہ ہو گئے۔ پہلے وہ دوڑتا ہوا بیڈ سے اترا اور دروازے تک گیا پھر انہی قدموں پیچھے پلٹا اور رائفل اٹھا کر باہر نکلا۔ تب تک ملازموں کی بھی دوڑیں لگ چکی تھیں۔

ہیبت خان پیہم دوڑتا ہوا راہداری کراس کر کے ملازموں کے کوارٹروں کی طرف بڑھا۔ گھر کے ملازم بھی اکٹھے ہو چکے تھے لیکن کسی میں ہمت نہیں ہو پا رہی تھی کہ وہ اندر جاتا لیکن ہیبت خان دوڑتا ہوا سیدھا اندر داخل ہو گیا۔ اس کی دیکھا دیکھی سارے ملازم بھی پیچھے دوڑے۔

دوسری طرف موناخان کا خوف کے مارے برا حال تھا۔ وہ بری طرح سے پھنس چکی تھیں۔ درندے اسے چاروں طرف سے گھیر چکے تھے۔ کمرے میں موجود درندہ اس کے سر پر پہنچ چکا تھا۔ ڈر کے مارے موناخان کے منہ سے آواز تک نہیں نکل پا رہی تھی۔ یکدم درندے نے اپنا منہ کھولا تو یوں لگا جیسے وہ منہ نہ ہو بلکہ کسی غار کا دہانہ ہو جو کھلتا ہی جا رہا تھا۔ بدبو کے بھبھوکوں نے موناخان کے نتھنوں پر دستک دی تو موناخان کو یوں لگا جیسے اسے ابھی کے ابھی الٹی آ جائے گی۔ بدبو جب حد تک زیادہ بڑھ گئی تو موناخان نے سانس روکی لیکن کب تک۔۔۔؟

موناخان نے جب اس درندے کا بڑا سا منہ کھلتے دیکھا تو خوف سے آنکھیں بند کر لیں اور اسی لمحے وہ ہو گیا جس کا کسی کو یقین بھی نہیں تھا۔ اس درندے نے اپنا بڑا سا منہ آگے بڑھا کر منہ خان کا چہرہ گردن تک اپنا منہ میں چھپا لیا اور یکدم اتنی زور سے اپنا منہ بند کیا کہ موناخان کا سر تن سے جدا ہو گیا۔ موناخان کی آخری چیخیں تک دب گئیں۔

عین اس وقت جب ہیبت خان اندر داخل ہوا اس نے ایک ناقابل یقین منظر دیکھا۔ اس درندے نے موناخان کا سر تن سے جدا کر کے مزے لے لے کر چبانا شروع کر دیا۔ موناخان کی گردن سے لہو کسی فوارے کی مانند نکلا۔ دوسرے ہی لمحے موناخان کا جسد خاکی دھڑام سے زمین پر جا گرا۔ ہیبت خان یہ منظر دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا۔ ایک ساتھ کتنی ہی عفریتیں پورے صحن کو گھیرے ہوئے تھیں۔ ہیبت خان کی آنکھوں سے دو موٹے موٹے آنسو ڈھلک کر زمین پر جا گرے۔ دوسرے ہی لمحے ہیبت خان نے اس درندے کا نشانہ لیا جس نے موناخان کو ابدی نیند سلایا تھا۔ ٹریگر دباتے ہی کارتوس نکل کر درندے سے ٹکرایا تو ایک ساتھ سارے درندے یوں غائب ہو گئے جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔

رائفل ہیبت خان کے ہاتھوں سے نکل کر زمین پر جا گری۔ ہیبت خان تھکے ماندے قدموں سے اشک بہاتا موناخان کی طرف بڑھا۔ تب تک ہیبت خان کے دونوں بیٹے بھی پہنچ چکے تھے۔ ماں کے تڑپتے وجود کو انہوں نے بھی دیکھ لیا تھا۔ دونوں دھواں دھار روتے ماں کے جسد خاکی کی طرف بڑھے۔ ہیبت خان سے پہلے منشی فیض رسول نے آگے بڑھ کر موناخان کے ٹھنڈے پڑ جانے والے وجود پر اپنی چادر اتار کر ڈال دی۔ ہیبت خان کو اس نے گلے سے لگا لیا۔ ہیبت خان دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ منشی فیض رسول نے اشارہ کیا تو ملازم فوراً چارپائی لے آئے۔ موناخان کے وجود کو چارپائی پر ڈال دیا گیا۔

موناخان کا وجود غسل کے قابل نہیں تھا۔ منشی فیض رسول کے کہنے پر ملازم مولوی صاحب کو بلا لائے تھے۔ حالات وواقعات سے آگہی کے بعد مولوی صاحب نے فوراً جنازہ پڑھانے کی تاکید کی اور ساتھ میں قبر کی کھدائی شروع ہو گئی۔ موناخان کو درجنوں سوگواروں کی موجودگی میں فوراً سے بھی پیشتر سپرد خاک کر دیا گیا۔ ہیبت خان اور اس کی اولاد کی حالت دیدنی تھی۔ دونوں بیٹے بری طرح سے ڈرے سہمے ہوئے تھے اور باپ سے لپٹے ہوئے۔ کتنی دیر تک ہیبت خان قبر کے پاس بیٹھ کر روتا رہا۔ شاید اسے موناخان کی موت کا یقین نہیں ہو پا رہا تھا۔ مولوی صاحب کو سختی سے تاکید کی گئی کہ حالات وواقعات کے بارے میں گاؤں میں یا کہیں بھی کسی کو پتہ نہ چلے۔ مولوی صاحب وعدہ کرتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔

منشی فیض رسول نے ہیبت خان کو سہارہ دے کر اٹھایا اور ٹی وی لاؤنج میں لے جا کر صوفے پر بٹھا دیا۔ راشد خان اور حیدر خان دونوں باپ کے ساتھ سائے کی طرح چمٹے ہوئے تھے۔

''سب کچھ ختم ہو گیا۔'' ہیبت خان نے روتے ہوئے منشی کو مخاطب کیا۔

''میں آپ کا درد سمجھ سکتا ہوں سرکار۔'' منشی نے نم آلود لہجے میں جواب دیا۔

''نہیں منشی۔'' ہیبت خان گویا ہوا: ''جو مجھ پہ بیت رہی ہے۔ وہ کوئی نہیں سمجھ سکتا۔''

منشی ہونٹ بھینچ کر رہ گیا۔ ہیبت خان نے دونوں بچوں کو اپنے ساتھ چپکا لیا۔ ''میں کسی کو نہیں چھوڑوں گا۔ چاہے اب مجھے اپنی جان بھی کیوں نہ دینی پڑ جائے۔''

ہیبت خان کی بات سن کر منشی فیض رسول نے پانی کا گلاس

بھر کر اس کی طرف بڑھایا۔

''سرکار پانی پی لیجئے آپ کا حلق خشک ہو چکا ہے۔'' منشی فیض رسول بولا۔

''اب اس وقت تک مجھ پر کچھ بھی کھانا پینا حرام ہے منشی جب تک میں اپنے فرزند اور اہلیہ کے قاتل کو ابدی نیند نہ سلا لوں۔'' ہیبت خان گلا پھاڑ کر بولا تو منشی فیض رسول نے فوراً گلاس نیچے میز پر رکھ دیا۔

''ہم علی الصبح محمد حنیف کے ہاں جائیں گے سرکار۔'' منشی فیض رسول تھوک نگلتے ہوئے بولا۔

''علی الصبح نہیں۔'' ہیبت خان بولتے ہوئے رکا اور ایک درد بھری سانس خارج کی پھر گویا ہوا: ''ہم لوگ ابھی جائیں گے۔''

''کیا ان کی نیند میں خلل نہیں ہو گا؟'' منشی فیض رسول نے پوچھا۔

''میری دنیا اجڑ چکی ہے اور اگر اس شخص کی نیند میں خلل پیدا ہو جائے تو کوئی حرج ہے؟'' ہیبت خان صوفے سے اٹھتے ہوئے غصے سے پیچ و تاب کھا کر بولا۔

''دیکھ رہے ہو ان بچوں کی طرف (بچوں کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے) کیا ان کے اندر جھانک کر تم دیکھ سکتے ہو۔۔۔؟ تم جانتے ہوئے ہم لوگوں پر کیا گزر رہی ہو گی۔۔۔؟ کبھی تم نے کسی اپنے کو کندھا دیا ہے۔۔۔؟ لیکن تو گواہ ہے کہ میں نے اپنے فرزند اور اہلیہ کو کندھا دیا ہے۔ میرا دل کٹ کر ٹکڑوں میں منقسم ہو چکا ہے۔ اگر میرے ساتھ یہ دو بچے نہ ہوتے تو میں اپنے ہاتھوں سے اپنی زندگی کا دیا بجھا دیتا۔۔۔ اور تم۔۔۔ تم کہتے ہو کہ اس شخص کی نیند میں خلل نہ پیدا ہو جائے۔''

آنسو ہر بند توڑ کر جاری و ساری تھے۔ ہیبت خان کو کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا کرے۔ اس کی ہر ہمت جواب دے چکی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ زمین کی عمیق گہرائیوں اور آسمان کی وسعتوں سے بھی اپنی اہلیہ اور فرزند کے قاتلوں کو ڈھونڈ کر سپرد خاک کر دیتا۔ منشی فیض رسول کی بات پر وہ سیخ پا ہو گیا تھا لیکن جلد ہی اس نے خود کو سنبھالا اور آگے بڑھ کر منشی فیض رسول کے کندھے پر دایاں ہاتھ رکھا اور گویا ہوا:

''میں آپ کی عزت اپنے والد کی طرح کرتا ہوں۔''

''میں اس عزت افزائی کا بہت مشکور ہوں سرکار۔'' منشی فیض رسول سر جھکا کر بولا۔

''میں کیسے آپ کو سینہ چیر کے دکھاؤں کہ میرا دل جل بھن

کر رہ گیا ہے۔'' ہیبت خان ہونٹ بھینچتے ہوئے اپنی کیفیت پر قابو پاتے ہوئے بولا۔

''یوں لگتا ہے جیسے مجھ سے میرے جینے کا ہر حق چھین لیا گیا ہے۔ ایسے میں اگر وہ شخص مزے کی نیند سو رہا ہے۔ تو آپ بتایئے کیا وہ ٹھیک ہے۔ کیا ایسے انسان پر ہم مزید اعتماد کر سکتے ہیں۔ نہیں ناں۔۔۔ پھر ہمیں دوبارہ پاؤں پہ پاؤں دھر کر بیٹھنے کی ضرورت نہیں ہو گی۔ ہم کسی نہ کسی سے ضرور ملیں گے۔ میں آج ہی ان عفریتوں کو ختم کروں گا۔ بہر صورت۔''

ہیبت خان کی آنکھیں شعلہ اگل رہی تھیں۔ منشی فیض رسول نے دونوں ہاتھ بڑھا کر ہیبت خان کی آنکھوں سے جاری اشک و صاف کیے۔

''سرکار آپ کی حالت دیکھ کر آپ کے صاحبزادوں کی حالت مزید ابتر ہو سکتی ہے۔'' منشی فیض رسول نے یاد دلایا تو ہیبت خان نے فوراً اپنی کیفیت پر قابو پایا اور پیچھے ہٹ کر دونوں بیٹوں کو گلے لگا لیا۔

''میرے بچوں۔'' ہیبت خان ہونٹ بھینچتے ہوئے اندرونی کیفیت پر قابو پاتے ہوئے بولا۔

''تم چنتا مت کرو۔ دیکھنا وقت دور نہیں۔ تمہاری آنکھوں کے سامنے تمہارے بھائی اور ماں کے قاتل آگ میں سڑیں گے۔ اگر ان کو عبرت ناک موت نہ ملی تو مجھے بھی تاحیات سکون میسر نہیں ہو گا۔۔۔ میں تم دونوں کی اندرونی کیفیت سے آشنا ہوں کیونکہ میری حالت بھی تم دونوں جیسی ہی ہے لیکن۔۔۔ لیکن اب ہمیں فولاد کی طرح مضبوط ہونا پڑے گا کیونکہ اب سر پر کفن باندھنے کا وقت آ چکا ہے۔''

''ابو میں ماروں گا سب کو۔'' راشد خان دائیں ہاتھ کے کف سے اپنی آنکھیں صاف کرتے ہوئے بولا۔

''نہیں میں۔'' اس کے بولتے ساتھ ہی فوراً حیدر خان بول اٹھا۔

''شاباش میرے شہزادوں۔'' ہیبت خان نے دونوں کو سینے سے چپکاتے ہوئے کہا۔

''آج فخر سے میرا سر بلند ہو گیا ہے۔ تم دونوں نے ثابت کر دیا ہے کہ تم ہیبت خان کے فرزند اور وجاہت خان کے پوتے ہو۔ شیروں کے بچے ہمیشہ شیر ہی ہوتے ہیں۔ شیر کی کھال اوڑھ لینے سے کبھی گیدڑ کی اولاد شیر نہیں بنتی۔ پس پشت وار کرنے والا درحقیقت قاہر ہوتا ہے۔ اس کے اندر اتنی سکت نہیں ہوتی کہ کھل کر مقابلہ کر سکے لیکن وہ جو کوئی بھی ہے ہم سب مل کر اس کا خاتمہ کریں

گے۔ چلو ہمیں ایک کام جانا ہے۔ اس کے بعد اگلا لائحہ عمل مرتب کریں گے۔"

ہیبت خان اٹھ کھڑا ہوا۔ دونوں بچوں نے اتھر وصاف کیے۔ منشی فیض رسول معصوم بچوں کے ٹھوس ارادے دیکھ کر گنگ رہ گیا۔

"میرے بچے شیر ہیں۔" ہیبت خان فخر سے سینہ چوڑا کرتے ہوئے بولا۔

"ہم لوگ پٹھان ہیں اور پٹھان کبھی حالات کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکتے۔ عزت اور غیرت کے نام پر ہم لوگ جان تک دینے سے دریغ نہیں کرتے۔ ہم لوگ کسی کا برا نہیں سوچتے لیکن جب کوئی ہماری طرف انگلی کرتا ہے تو ہم اس کا ہاتھ ہی کاٹ دیتے ہیں اور جب کوئی میلی آنکھ سے دیکھتا ہے تو اس کی سر تن سے جدا کر دیتے ہیں۔

مجھے فخر ہے کہ میرے بچے چٹانوں کے سے مضبوط ارادوں اور ہمت و حوصلے والے ہیں۔ تم دیکھنا منشی کہ اگر مد مقابل کو ناکوں چنے نہ چبانے پر مجبور کر دیا تو میرا نام بھی ہیبت خان نہیں ہے۔"

منشی فیض رسول تصدیق میں سر ہلا کر رہ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ ہیبت خان ٹھیک ہی کہہ رہا ہے۔ ہمت مرداں، مدد خدا۔ جب بھی انسان اپنے اللہ تعالیٰ پر مکمل یقین رکھ کے کسی کام کا ارادہ کر لیتا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت بھی اس کا راستہ نہیں روک سکتی۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہی تو انسان کو اس کی اصل پہچان کرواتا ہے۔ لفظ اشرف المخلوقات سے تو ہم سب واقف ہیں لیکن اس لفظ کی حقیقت سے قسمت والے ہی آشنا ہو سکتے ہیں۔ تبھی تو ڈاکٹر علامہ اقبال نے فرمایا تھا کہ:

فرشتے سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں لگتی ہے محنت زیادہ

یہ محنت بہت کم لوگ اپنی زندگی میں کرتے ہیں۔ اور جنہوں نے بھی محنت کی اللہ تعالیٰ نے ان کے نام ہمیشہ کے لیے زندہ کر دیئے۔ کسی کو خواجہ معین الدین بنا دیا تو کسی کو داتا علی ہجویری، کوئی فرید الدین شکر گنج بنا تو کہیں سے بلھے شاہ کا نام گونج اٹھا۔ ایسے ہی لوگ اپنی حقیقت کو پہچانتے ہیں اور جب پہچانتے ہیں تو قرب الٰہی ان کو نصیب ہوتا ہے اور جسے قرب الٰہی نصیب ہو جائے اس کے اندر سے حق کی گونج اٹھتی ہے۔ پھر چاہے کربلا کے شہیدوں کی طرح نسلیں کیوں نہ قربان کرنی پڑ جائیں وہ طابل کے سامنے لبیک نہیں کہتے کیونکہ جنہوں نے خود کو پہچان لیا انہوں نے خدا کو پہچان لیا اور جنہوں نے خدا کو پہچان لیا انہوں نے حق کو پہچان لیا۔

------*

گاڑی منشی فیض رسول ڈرائیو کر رہا تھا۔ جب کہ پچھلی سیٹ پر ہیبت خان اپنے دونوں بچوں کو سینے سے لگائے براجمان تھا۔ ابھی وہ محمد حنیف کے گھر سے چند قدم پیچھے تھے کہ منشی فیض رسول نے گاڑی روک دی۔

"کیا ہوا۔۔۔؟" ہیبت خان نے پوچھا۔ "گاڑی کیوں روک دی ہے؟"

"سامنے سے محمد حنیف صاحب آرہے ہیں۔" منشی فیض رسول نے بتایا۔

"کیا۔۔۔؟" ہیبت خان بے یقینی کے عالم میں بولا اور جب سامنے والے شیشے سے باہر جھانکا تو گاڑی کی ہیڈلائیٹس کی روشنی میں اسے محمد حنیف سرعت سے ان کی طرف آتا دکھائی دیا۔

ہیبت خان دونوں بچوں سمیت گاڑی سے اتر گیا۔ منشی فیض رسول بھی گاڑی سے اتر آیا۔ اتنی دیر میں محمد حنیف ان کے سامنے پہنچ چکا تھا۔

"لگتا ہے آپ کہیں جارہے ہیں؟" منشی فیض رسول نے محمد حنیف کے قریب پہنچنے پر پوچھا۔

"جی نہیں۔" محمد حنیف نے جواب دیا۔ "میں آپ لوگوں کا منتظر تھا کیونکہ مجھے پتہ چل چکا تھا کہ آپ لوگ میری طرف آرہے ہیں۔"

"لیکن کیسے۔۔۔؟" ہیبت خان نے ہکا بکا ہو کر پوچھا۔ "کس نے بتایا ہے آپ کو؟"

"آپ لوگ ان باتوں کو نہیں سمجھ پائیں گے۔" محمد حنیف بولا۔ "میں وہ سب کچھ بھی جانتا ہوں جو آپ لوگوں پر بیت چکی ہے۔ تبھی تو میں گھر سے باہر نکل کر تم لوگوں کا انتظار کر رہا تھا۔"

"مطلب آپ جانتے ہیں کہ۔۔۔" ہیبت خان بولنا چاہتا تھا لیکن محمد حنیف نے اسے چپ کروادیا۔

"سنبھالیے خود کو۔" محمد حنیف بولا۔ "ہر کام میں اوپر والے کی طرف سے بہتری پنہاں ہوتی ہے۔ رونے دھونے سے مسائل حل نہیں ہوتے بلکہ مسائل کے ساتھ ساتھ انسان کے ہمت و حوصلے بھی پست ہو جاتے ہیں۔ آپ لوگوں نے جو قربانیاں دینی تھیں دے لیں۔ اب ظالموں کا وقت آخر آچکا ہے۔ ہمیں فوراً آپ کی حویلی میں چلنا ہے۔"

محمد حنیف کی بات سن کر ہیبت خان نے خود آگے بڑھ کر اس کے لیے فرنٹ ڈور کھولا۔ محمد حنیف کے ہاتھ میں ایک کپڑے کا تھیلا تھا۔ اسے سنبھالتا ہوا وہ اندر بیٹھ گیا۔ اس کے

بیٹھتے ساتھ ہی ہیبت خان نے دروازہ بند کیا اور بچوں کو لے کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اتنی دیر میں منشی فیض رسول بھی اپنی سیٹ سنبھال چکا تھا۔ گاڑی کو واپس موڑ کر حویلی کی طرف اس کا رخ کر دیا گیا۔

تھوڑی ہی دیر میں سب لوگ حویلی میں پہنچ چکے تھے۔ حویلی کے سارے ملازم جاگ رہے تھے۔ ان لوگوں کے واپس آتے ساتھ ہی سب اکٹھے ہو گئے۔ محمد حنیف نے فوراً سب مکینوں کو بلایا اور سب کو ایک دائرہ کھینچ کر اس میں بٹھایا اور ساتھ ہی سختی سے تاکید کی کہ کوئی بھی دائرے سے باہر نکلا تو اپنی موت کا خود ہی ذمہ دار ہو گا۔ پھر ایک دائرہ کھینچ کر اس کے اندر ہیبت خان، اس کے دونوں بچوں اور منشی فیض رسول کو بیٹھا دیا۔ پھر تیسرا دائرہ کھینچ کر اس کے اندر خود بیٹھ گیا۔ تینوں دائرے ایک ساتھ سیدھے کھینچے گئے تھے۔

اپنے دائرے میں بیٹھنے کے بعد محمد حنیف نے تھیلے میں سے مٹی کی ایک چھوٹی سی ہانڈی نکالی اور اسے دائرے سے باہر رکھ دیا۔ پھر تھیلے میں ہاتھ ڈال کر پانی کی ایک چھوٹی سی بوتل نکالی اور اس ہانڈی کو لبالب بھر دیا۔ پھر اس ہانڈی کے چہار سو ان گنت اگربتیاں لگائیں۔ ہر سو اگربتیوں کی خوشبو پھیلنے لگی۔ محمد حنیف منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ بھی رہا تھا۔ محمد حنیف نے ایک بار پھر تھیلے کے اندر ہاتھ ڈالا اب کی بار اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی چھڑی تھی۔ پھر محمد حنیف نے تھیلا اپنے سامنے رکھ دیا۔ چھڑی کو دائیں ہاتھ میں پکڑ کر اس کا دوسرا سرا ہانڈی کے اندر بھرے پانی میں ڈبو دیا۔ سب محمد حنیف کو دیکھ رہے تھے۔

محمد حنیف متواتر منہ ہی منہ میں قرآنی آیات کا ورد کر رہا تھا۔ آہستہ آہستہ اس نے بلند آواز سے تلاوت کلامِ الٰہی کرنا شروع کر دی۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ فضا میں ایک سماعت شکن چیخ گونجی۔ سب کے دل حلق کو آن لگے۔ ہیبت خان کے دونوں بچوں کی چیخیں نکل گئیں۔ ہیبت خان نے جلدی سے دونوں کو سینے سے چپکا لیا۔ عین اسی وقت سب نے دیکھا کہ جس طرف راہداری ملازموں کے کوارٹروں کی طرف جا رہی تھی۔ اس طرف سے ایک نہایت ہی حسین و جمیل الہڑ مٹیار ن شان بے نیازی سے چلتی ہوئی محمد حنیف کی طرف بڑھنے لگی۔

محمد حنیف پیہم قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا۔ وہ دوشیزہ آ کر محمد حنیف کے سامنے دوزانوں بیٹھ گئی۔ ہیبت خان سمیت

سب اسے انگشت بدنداں آنکھوں سے گھورنے لگی۔ محمد حنیف نے اپنی تلاوت ختم کی تو اسے کھا جانے والی آنکھوں سے گھورا۔

"کیا نام ہے تمہارا۔؟" محمد حنیف نے پوچھا۔

"چاندنی۔" دوشیزہ نے مختصر سا جواب دیا۔

"پورا نام۔" محمد حنیف نے دوبارہ پوچھا۔

"نندنی ملہوترا لیکن سب پیار سے چاندنی کہتے تھے کیونکہ میں چاند سے بھی زیادہ حسین تھی۔"

"اس گھر میں کیوں گھسی ہوئی ہو؟" محمد حنیف نے پوچھا۔

"میں خود نہیں آئی۔" چاندنی نے جواب دیا۔

"تو۔۔۔؟" محمد حنیف نے اسے گھورا۔

"اس کا باپ زبردستی لے کر آیا تھا۔" چاندنی نے کھا جانے والی نگاہوں سے ہیبت خان کو گھورتے ہوئے انگلی سے اس کی طرف اشارہ کیا۔

"تم نے اس کے بیٹے اور اہلیہ کو کیوں مارا؟" محمد حنیف نے پوچھا۔

"کیوں کہ اس کے باپ نے میرے پورے پریوار کو ابدی نیند سلا دیا تھا۔" چاندنی ہونٹ بھینچتے ہوئے بولی۔

"ہماری خوشیوں کو ملیامیٹ کر دیا تھا اس ظالم نے۔ برسوں بعد ہمارے گھر میں خوشیوں نے پڑاؤ ڈالا تھا لیکن اس ظالم انسان نے ان خوشیوں کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا۔ جس طرح اس نے میری فیملی کو بے موت مارا بالکل ویسے ہی میں اس کی ساری فیملی کو اذیتیں دے دے کر ماروں گی۔"

"وضاحت دو۔" محمد حنیف گویا ہوا تو چاندنی نے کھوئی ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھا اور پھر آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے بعد وہ بولتی گئی اور سب حیرت کے سمندر میں غوطہ زن سنتے رہے۔

------*

"چاندنی۔۔۔ ارے او چاندنی۔۔۔ سن تو۔" دیپک نے چاندنی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا لیکن مجال ہے کہ اس کے کانوں پر جوں تک رینگ جاتی۔

چاندنی پیہم چھوٹی سی پگڈنڈی پر تیز تیز ڈگ بھرتی چلتی جا رہی تھی۔

"دیکھو تو میں تمہارے لیے کیا لایا ہوں؟"

دیپک نے ایک بار پھر کہا لیکن چاندنی اپنی مستی میں مگن چلتی ہی رہی۔

"ایک خوبصورت سی پائل لایا ہوں جو تمہارے خوبصورت پیروں کو اور بھی زیادہ خوبصورت کر دے گی۔"

پائل کا نام سنتے ہی جیسے چاندنی کے پیروں کو زمین نے جکڑ لیا ہو۔ وہ فوراً مڑی۔

"کیا واقعی تم پائل لائے ہو؟" چاندنی نے سوالیہ نگاہوں سے دیپک کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

جواباً دیپک نے جیب میں ہاتھ ڈال کر پائل نکال اور اس کی ایک سائیڈ انگلی اور انگوٹھے میں دبا کر بقیہ کو ہوا میں جھلاتے ہوئے اسے دکھایا۔ پائل اتنی خوبصورت تھی کہ اسے دیکھ کر چاندنی دوڑتی ہوئی دیپک کے پاس آرکی اور جلدی سے پائل پکڑنا چاہی لیکن دیپک نے پائل کو مٹھی میں بھینچ لیا۔

"میں خود پہناؤں گا۔" دیپک نے ضد کی۔

"چل پگلے۔" چاندنی کے لب ولہجے میں شرم وحیا کی جھلک عیاں تھی۔

"میں تمہارا ہونے والا پتی ہوں۔" دیپک نے اسے یاد دلایا۔

"لیکن ابھی تک بنے تو نہیں۔" چاندنی نے اسے چھیڑا۔

"بس اب جلد ہی بن جاؤں گا۔" دیپک خوشی سے بولا۔ "اب تو میری جاب بھی لگ گئی ہے۔ اب میں اتنا کما رہا ہوں کہ پتاجی کو کبھی کام نہیں کرنے دوں گا۔ میں سارے گھرانے کا خرچہ اب خود اٹھاؤں گا۔"

"اب تو تم شہری بابو بن گئے ہو ہے ناں؟" چاندنی نے دیپک کے قریب کھڑے ہو کر اس کے سینے پر دائیں ہاتھ کی شہادت والی انگلی پھیرتے ہوئے کہا۔

"لیکن تمہارے لیے وہی پینڈو دیپک ہی ہوں۔" دیپک بولا اور چاندنی کھکھلا کر ہنس دی۔

"اب پہناؤ بھی۔ ترساؤ مت۔" چاندنی نے للچائی ہوئی اکھیوں سے پائل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

دیپک نے اپنے ہاتھوں سے پائل چاندنی کے بائیں پاؤں میں پہنائی۔ چاندنی خوشی سے پھولے نہ سماتے ہوئے پائل کو تکنے لگی تھی۔

"تمہیں پسند آئی کیا؟" دیپک نے پوچھا۔

"بہت خوبصورت ہے۔" چاندنی نے جواب دیا۔ "بالکل تمہارے جیسی۔"

دیپک زیر لب مسکرا دیا۔ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے پگڈنڈی پر چلتے ہوئے گھر کی طرف ہو لیے۔ دونوں نہیں جانتے تھے کہ ان کو کچھ آنکھیں بغور دیکھ رہی تھیں۔

وہ کوئی اور نہیں بلکہ وجاہت خان تھا۔ جو اپنے کارندوں کے ساتھ کھڑا دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ وجاہت خان للچائی ہوئی آنکھوں سے پیہم چاندنی کو گھورے جا رہا تھا۔ اس نے گاڑی

پگڈنڈی کے سامنے سڑک پر روک دی تا کہ جیسے ہی چاندنی اور دیپک قریب پہنچیں۔وہ چاندنی کو لائن مار سکے۔جب چاندنی اور دیپک اپنی موج مستی میں چلتے ہوئے ان کے قریب سے گزرنے لگے تو وجاہت خان سرعت سے گاڑی سے اتر کر ان کے سامنے آ گیا۔

''بہت جلدی میں ہو کیا؟'' وجاہت خان نے پوچھا۔

''راستہ چھوڑو ہمارا۔'' دیپک پیچ و تاب کھاتے ہوئے بولا۔

''تو جانتا ہے کہ میں کون ہوں؟'' وجاہت خان نے مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے پوچھا۔ ''چل اپنا راستہ پکڑ و گرنہ بھیجہ نکال کر کتوں کے آگے ڈال دوں گا۔''

''تم ہوتے کون ہو ہمارا راستہ روکنے والے؟'' دیپک غصے سے بولا۔

''یو ایڈیئٹ۔'' وجاہت خان دانت پیستے ہوئے بولا۔

اس کا اشارہ پاتے ساتھ ہی اس کے کارندے دیپک کر پاگل کتے کی طرح ٹوٹ پڑے اور انہوں نے دیپک کو مار مار کر لہولہان کر کے رکھ دیا۔

''جا اور بتا دینا کہ جس میں ہمت ہے آ کر اسے لے جائے۔'' وجاہت دخان متواتر دانت پیستے ہوئے بولا۔

دوسرے ہی لمحے اس نے چاندنی کو اٹھا کر گاڑی میں یوں پھینکا جیسے کوئی کوڑا کرکٹ گھر سے باہر پھینکتا ہے۔چاندنی نے گاڑی سے باہر نکلنا چاہا لیکن وجاہت خان اس کے ساتھ بیٹھ گیا اور اسے قابو کر لیا۔پلک جھپکتے میں وجاہت خان چاندنی کو لے کر وہاں سے نو دو گیارہ ہو گیا۔

*___*___*

دیپک گرتا پڑتا جب گھر پہنچا تو اس کی حالت زار دیکھ کر سب کے قدموں تلے زمین سرک گئی۔دیپک سیدھا چاندنی کے گھر گیا تھا۔

''یہ تمہیں کیا ہوا ہے؟'' چاندنی کے باپ نے اسے سہارہ دیتے ہوئے پوچھا۔

''میری چنتا مت کرو چاچا۔'' دیپک کراہتے ہوئے بولا۔''وہ ظالم تیری بیٹی کو اٹھا لے گیا ہے۔اسے بچانے کی وجہ سے میرا یہ حال ہوا ہے۔''

''تو کس کی بات کر رہا ہے دیپک؟'' چاندنی کا باپ پریشان ہو کر بولا۔

''وجاہت خان۔'' دیپک دھیمے سے لہجے میں بولا تو چاندنی کا باپ سہم سا گیا۔

''اے بھگوان۔'' چاندنی کے باپ نے آسمان کی طرف منہ کرتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا۔''میری بیٹی کی رکھشا کرنا۔''

اتنا کہہ کر چاندنی کا باپ گھر سے باہر نکلا اور سرعت سے قریبی ہندو گھرانوں سے چند افراد کو ساتھ ملا کر فوراً وجاہت خان کی حویلی کی طرف لپکا۔ جس وقت وہ لوگ وجاہت خان کی حویلی کے پاس پہنچے۔ اس وقت وجاہت خان چاندنی حویلی کے پیچھے بنے ملازموں کے کوارٹر میں اس کے ہاتھ پاؤں اور منہ باندھ کے پھینک کے اپنی حویلی میں آ گیا۔ لوگوں کا جم غفیر اس کی حویلی میں داخل ہوا تو اس کے کارندوں نے ان کا راستہ روکا۔

''کہاں ہے وہ خبیث۔ باہر نکالو اسے۔'' ایک ہندو نوجوان نے تقریباً دھاڑتے ہوئے کہا۔

''لگتا ہے تجھے زندگی پیاری نہیں ہے۔'' وجاہت خان کے ایک کارندے نے اپنی رائفل کی نال اس کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

حالات کی کشیدگی کو بھانپتے ہوئے چاندنی کا باپ سامنے آ گیا اور اس نے ہاتھ جوڑے۔

''بھگوان کے لیے میری بچی کو چھوڑ دو۔'' چاندنی کے باپ کے لہجے میں التجا تھی۔

''کونسی بچی؟'' اس کارندے نے ناک بھوں چڑھاتے ہوئے پوچھا۔

''اتنے نادان مت بنو۔ میں تم لوگوں کی بنتی کرتا ہوں بھگوان کے لیے میری بچی کو چھوڑ دو۔'' چاندنی کا باپ متواتر منت کر رہا تھا۔

اتنی دیر میں وجاہت خان شان بے نیازی سے چلتا ہوا حویلی سے باہر آیا تو سارے ہندوؤں نے اسے کھا جانے والی آنکھوں سے گھورا۔

''یہ سب کیا ہو رہا ہے؟'' وجاہت خان نے دور سے ہی کھڑے ہو کر پوچھا تو ملازم اس کی طرف ہمہ تن گوش ہوئے۔

''مالک یہ لوگ عجب ہی واویلا کر رہے ہیں کہ ہماری بچی کو چھوڑ دو۔'' ایک کارندے نے وجاہت خان کو جواب دیا۔

''کون کہتا ہے؟'' وجاہت خان نے پوچھا تو اسی کارندے نے چاندنی کے باپ کی طرف اشارہ کیا۔

''اسے میری طرف بھیجو۔''

وجاہت خان کے حکم پر چاندنی کے باپ کو جانے کی اجازت ملی تو اس کے ساتھ کچھ جوانوں نے آگے بڑھنا چاہا لیکن اس کے کارندوں نے ان کا راستہ روک لیا۔

''صرف ایک ہی آدمی ملاقات کر سکتا ہے۔ جس کا جی چاہے۔'' وجاہت خان کا کارندہ گویا ہوا۔

''تم لوگ رکو میں خود جاتا ہوں۔'' چاندنی کے باپ نے سب کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

پھر وہ دبے قدموں چلتا ہوا وجاہت خان کی طرف بڑھا اور سیدھا جا کر اس کے قدموں میں گر گیا۔

''میں جانتا ہوں کہ ہم لوگ آپ کے سامنے پلید ہیں۔'' چاندنی کے باپ نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔ ''لیکن پھر بھی آپ کی منت کرتا ہوں کہ بھگوان کے لیے میری بچی کو چھوڑ دو۔''

''شاید تم کسی غلط فہمی کا شکار ہو؟'' وجاہت خان نے اسے سوالیہ آنکھوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''کھڑے ہو جاؤ اور وضاحت سے بتاؤ کہ آخر مسئلہ کیا ہے؟''

چاندنی کے باپ نے دیپک کی سنائی ہوئی کہانی اس کے گوش گزار کی تو وجاہت خان نے حیرت کا مظاہرہ کیا۔

''کون ہے وہ جس نے مجھ پہ یہ الزام تھوپا ہے کیا اسے میرے سامنے لا سکتے ہو؟'' وجاہت خان نے غصے سے پیچ و تاب کھاتے ہوئے پوچھا۔

''بھگوان کے لیے ہم پہ رحم کیجیے آپ ہی ہمارے مائی باپ ہیں۔'' چاندنی کے باپ نے وجاہت خان کے قدموں سے لپٹتے ہوئے کہا۔

''میری پوری حویلی کی تلاشی لے لیجیے آپ لوگ۔'' وجاہت خان غصے سے تقریباً دھاڑتے ہوئے بولا۔ ''تم لوگوں نے سوچ کیسے لیا کہ میں ایسی گھٹیا حرکت کا مرتکب ہو سکتا ہوں؟''

وجاہت خان کی بات سن کر چاندنی کا باپ کھڑا ہو گیا اور اس نے اپنے بہتے اشک صاف کیے۔

''ہماری بیٹی کو لوٹا دیجیے ورنہ آپ کی اس جھوٹی شان و شوکت کا جنازہ نکال کر رکھ دیں گے۔'' چاندنی کے باپ نے الٹے قدموں آتے کہا تو وجاہت خان نے کھا جانے والی آنکھوں سے اسے گھورا۔

''تم جانتے ہو کہ تم کس سے بات کر رہے ہو؟'' وجاہت خان نے چاندنی کے باپ کو گریبان سے پکڑتے ہوئے کہا۔

چاندنی کے باپ کو گریبان سے پکڑنا تھا کہ ہندو مشتعل ہو گئے جس کی وجہ سے فوراً ہی وجاہت خان نے اس کا گریبان چھوڑ دیا۔

''میں آخری بار کہہ رہا ہوں ہماری بیٹی کو ہمارے سپرد کر دو۔'' چاندنی کے باپ نے وجاہت خان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

''دھکے دے کر باہر نکال پھینکو ان حرام زادوں کو۔'' وجاہت خان غصے سے دھاڑا۔

دوسرے ہی لمحے وجاہت خان کے کارندوں نے سب کو گن

پوائنٹ پر کر کے حویلی سے باہر نکال دیا۔ سارے ہندو آپے سے باہر ہو چکے تھے۔ دوسری طرف دیپک کو وید سے مرہم پٹی کروادی گئی تھی۔ ہندو جب واپس پہنچے تو باقی سارے بھی ان کے پاس اکٹھے ہو گئے اور ان کی زبانی ساری بات سن کر مشتعل ہو گئے۔

''وہ بہت کمینہ ہے۔'' چاندنی کا باپ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دباتے ہوئے بولا۔

وہ اپنے ضبط پر قابو پانے کی سعی کر رہا تھا لیکن پھر بھی اشک اس کی آنکھوں سے چھلک پڑے۔

''تو چنتا کائے کو کرتا ہے چاچا۔'' وکرم اسے سینے سے لگاتے ہوئے بولا۔ ''چاندنی ہماری عزت ہے۔ ہم سب اسے لے کر آئیں گے۔''

چاندنی کا باپ روتا بلکتا اپنے گھر میں گھس گیا جہاں اس کی اہلیہ کو محلے کی عورتیں دلاسہ دے رہی تھیں۔ اپنے خصم کو خالی ہاتھ آتا دیکھ کر اس نے دھواں دھار رونا شروع کر دیا تھا۔

------*

وجاہت خان حالات وواقعات سے آشنائی حاصل کر چکا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ گرم کھانے سے اپنا ہی حلق جلانا تھا۔ اس کے ذہن میں فوراً ترکیب آئی اور وہ اس کوارٹر میں گیا جہاں اس نے چاندنی کو مقید کر کے رکھا تھا۔ اسے دیکھ کر چاندنی نے کسمسانا شروع کر دیا۔ وجاہت خان نے فوراً اس کے ہاتھ پاؤں کھول دیئے۔ منہ پہ بندھا کپڑا ابھی کھول دیا۔

''بھگوان کے لیے مجھے چھوڑ دو۔'' چاندنی نے ہاتھ باندھ کر التجا کرتے ہوئے کہا۔

''ایک شرط پر تمہیں چھوڑوں گا۔'' وجاہت خان تھوک نگلتے ہوئے بولا۔

جواباً چاندنی منہ سے تو کچھ نہ بولی لیکن اس کی سوالیہ نگاہیں پیہم وجاہت خان کے چہرے پر مرتکز ہو گئیں۔

''تم کسی کو بھی نہیں بتاؤ گی کہ تمہیں میں اغواء کر کے لایا تھا۔'' وجاہت خان بولا۔

''میں وعدہ کرتی ہوں۔'' چاندنی فوراً سے بھی پہلے بولی۔

''میں تمہارا کیسے یقین کر لوں؟'' وجاہت خان نے پوچھا۔

''میرے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ میری عزت محفوظ رہ جائے۔'' چاندنی بولی۔ ''اپنی عزت بچانے کی خاطر ایک لڑکی ایک تو کیا ہزاروں جھوٹ بول سکتی ہے پھر یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔''

''تمہارے ساتھ جو لڑکا تھا۔ اس نے میرا نام لے

لیا ہے۔'' وجاہت خان دھیمے لہجے میں بولا۔

''اس کی چنتا مت کیجئے۔'' چاندنی نے یقین دہانی کروائی۔

''لیکن اگر ایسا ہوا تو دوبارہ مجھ سے اچھے کی کوئی امید نہ رکھنا۔'' وجاہت خان چاندنی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔

''میرا وشواس کیجئے۔'' چاندنی بولی۔

''میرے ساتھ آؤ۔'' وجاہت خان بولا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

چاندنی ڈرتی ہوئی اس کے پیچھے اٹھ کر چلنے لگی۔ وجاہت خان اسے لیے اپنی گاڑی میں آ گیا اور پھر گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا چاندنی کے علاقے میں پہنچ گیا۔ اس نے اپنے ساتھ کسی بھی کارندے کو لانا مناسب نہ سمجھا۔ پورے راستے وہ چاندنی سے بار بار معافیاں مانگتا آیا۔ چاندنی حیرت کے سمندر میں غوطہ زن تھی کہ ایک ظالم اور جابر انسان ایسے یکدم کیسے نرم دل بن سکتا ہے۔

چاندنی کے محلے میں گاڑی کیا داخل ہوئی۔ سارے ہندوؤں نے گاڑی کو گھیر لیا۔ سارے ہندو چاندنی کے گھر کے سامنے مجتمع تھے۔ وجاہت خان کی گاڑی میں چاندنی کو دیکھ کر گنگ رہ گئے۔ دیپک بھی وہیں پر موجود تھا۔ چاندنی گاڑی سے باہر نکلی تو ہندوؤں نے کھا جانے والی آنکھوں سے وجاہت خان کو دیکھا اور پھر ہندوؤں کے پنڈت نے آگے بڑھ کر چاندنی کے سر پر ہاتھ رکھا۔

''بیٹا تو کہاں گئی تھی؟'' پنڈت نے پوچھا تو سب چاندنی کا جواب سننے کے لیے ہمہ تن گوش ہو گئے۔

''مجھے چند غنڈوں نے اغواء کر لیا تھا۔'' چاندنی نے بتایا۔

''یہ تو بھلا ہو انسان کا بہت بھلے مانس ہیں۔ انہوں نے میری نہ صرف عزت بچائی بلکہ میری جان بھی بچائی۔ یہ بہت ہی اچھے انسان ہیں۔ اگر آج یہ نہ ہوتے تو غنڈے میری عزت کی دھجیاں اڑا کر رکھ دیتے۔''

چاندنی روتے ہوئے پاس کھڑے اپنے باپ کے سینے سے لگ گئی۔ چاندنی کے باپ نے حیرت و یاس کے عالم میں وجاہت خان کی طرف دیکھا۔ سارے ہندو بھی حیرت و پریشانی کے عالم میں کبھی چاندنی تو کبھی وجاہت خان کی طرف دیکھ رہے تھے۔

دوسری طرف چاندنی کے الفاظ سن کر وجاہت خان کا سینہ چوڑا ہو گیا تھا۔ اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ چاندنی واقعی اس کے حق میں گواہی دے گی۔

''یہ جھوٹ بول رہی ہے کاکا۔'' دیپک نے چاندنی کی بات سن کر چلاتے ہوئے کہا۔

"اسی خبیث انسان نے نہ صرف چاندنی کو اغواء کیا تھا بلکہ مجھے بھی زدو کوب کروایا(چاندنی کو مخاطب کرتے ہوئے) تم اس کی طرفداری کیوں کر رہی ہو تمہارے سامنے اس نے میرا برا حال کروایا تھا اور اسی نے تمہیں اغواء کروایا تھا۔ اس خبیث انسان کو زندہ جلا دو؟"

دیپک کی باپ سن کر چاندنی آگے بڑھی اور دوسرے ہی لمحے اس نے ایک زوردار تھپڑ دیپک کے منہ پر رسید کیا۔

"تمہیں شرم آنی چاہیے۔" چاندنی دانت پیستے ہوئے بولی۔ "ایک مہان انسان کی تم اس طرح بے عزتی کر رہے ہو۔ مجھے تو لگتا ہے کوئی چوٹ تمہارے دماغ پر بھی لگی ہے جس کی وجہ سے تمہیں انسان کی پہچان نہیں ہو رہی۔ یہ میرے محسن اور بھلے مانس انسان ہیں۔"

"چاندنی۔" دیپک اپنے گال پر ہاتھ رکھتے ہوئے بے یقینی کے عالم میں گویا ہوا۔

"تم نے مجھے تھپڑ مارا۔۔۔؟ یہ جانتے ہوئے بھی کہ۔۔۔"

"جسٹ شٹ اپ۔" چاندنی نے دیپک کا جملہ پورا بھی نہ ہونے دیا۔

دیپک بنا کچھ کہے واپس پلٹ گیا۔ چاندنی کا دل کرچیاں کرچیاں ہو کر رہ گیا تھا۔ اس کا من چاہ رہا تھا کہ وہ سب کو چلا چلا کر وجاہت خان کی حقیقت بتا دے لیکن وہ جانتی تھی کہ اگر اس نے ایسا کیا تو اگلی بار اس کی عزت کے ساتھ ساتھ اس کی اور اس کے اہلِ خانہ کی جان بھی جا سکتی ہے۔ وہ جانتی تھی کہ وجاہت خان کتنا خطرناک آدمی ہے۔ انسان کے روپ میں وہ ایک بھیڑیا ہے۔

وجاہت خان چپ چاپ گاڑی میں بیٹھا اور واپس چل دیا۔ چاندنی کا باپ اس سے معافی مانگنا چاہتا تھا لیکن اسے موقع ہی نہ مل سکا۔۔۔ جان بچی سو لاکھوں پائے۔۔۔ انہیں ان کی بچی مل چکی تھی۔ خوشی کے مارے وہ پھولے نہ سما رہے تھے۔

*___*___*

"اتنے پریشان کیوں دکھائی دے رہے ہو؟" رانا الفت نے پوچھا۔

جواباً وجاہت خان نے شروع تا آخر ساری روداد اسے کہہ سنائی۔

"تو اب کیا چاہتے ہو؟"

رانا الفت نے پوچھا تو وجاہت خان نے مونچھوں کو تاؤ دیا۔ "اس لونڈیا کو اس کے یار سمیت ایسا مزہ چکھانا چاہتا ہوں کہ ان کی عقل ٹھکانے لگ جائے۔" وجاہت خان بولا۔

"تو پھر تو پریشان کیوں ہے؟" رانا الفت نے پوچھا۔ "ویسے ایک بات مجھے پریشان کر رہی ہے کہ تیرے پاس ہر چیز تھی۔ شان و شوکت بھی اور تیرے تو ہاتھ بھی بہت لمبے ہیں۔ پھر اس لونڈیا کو تو نے چھوڑ کیوں دیا؟"

"جلد بازی کا کام شیطان کا ہوتا ہے۔" وجاہت خان شیطان مسکراہٹ لبوں پہ سجاتے ہوئے بولا۔

"ممکن ہے ہندو کوئی واویلا مچاتے اور حالات مزید دگر گوں ہوتے۔ ایسی صورت میں ہمارا بھانڈہ بھی تو پھوٹ سکتا ہے۔ میں نے ایسا تیر پھینکا ہے کہ ہندو میری طرف سے مطمئن ہو چکے ہیں۔ اب اگر میں کچھ کروں گا بھی تو وہ مجھ پر شک کرنے سے پہلے ہزار بار سوچیں گے۔"

"کافی عقل مند ہے تو۔" رانا الفت نے تعریف کی۔ "اب آگے کیا کرے گا؟"

"لاشوں کے انبار لگا دوں گا۔" وجاہت خان ناک بھوں چڑھاتے ہوئے بولا۔

"لیکن۔۔۔" رانا الفت نے بولنا چاہا لیکن وجاہت خان نے ہاتھ کے اشارے سے چپ کروا دیا۔

"کوئی ایسی بات نہ منہ سے نکالنا کہ لینے کے دینے پڑ جائیں۔ بس تو دیکھتا جا کہ ہوتا کیا ہے؟"

رانا الفت نے وجاہت خان کی بات سن کر بس سر ہلا دیا۔ وہ جانتا تھا کہ وجاہت خان کس حد تک جا سکتا ہے۔؟

------*

"باپو۔۔۔ ارے او باپو۔" چاندنی نے دیپک کے باپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

دیپک کا باپ اس وقت جانوروں کو چارہ ڈال رہا تھا۔ چاندنی کی آواز سماعت سے ٹکرائی تو سوالیہ نگاہوں سے اسے گھورا۔

"دیپک کہاں ہے؟"

چاندنی نے اس کے قریب آ کر پوچھا۔ "یہیں کہیں ہو گا؟" دیپک کے باپ نے جواب دیا۔

"مگر یہاں تو کہیں نہیں ہے؟" چاندنی نے بتایا۔

"ابھی تو یہیں تھا۔" دیپک کے باپ نے جواب دیا۔ "ممکن ہے کسی دوست کے ہاں گیا ہو یا پھر یہیں کہیں ہو گا۔"

چاندنی کندھے اچکاتی ہوئی واپس پلٹی۔ پہلے اس نے سوچا کہ گھر چلی جائے لیکن پھر اسے خیال آیا کہ قریبی باغیچے میں جا کر پتہ کر لے ممکن ہے دیپک وہاں ہو کیونکہ اکثر و بیشتر وہ وہاں ہی ملتا تھا۔ یہ سوچ کر چاندنی باغیچے کی طرف چل دی۔ دیپک کو آوازیں دیتی چاندنی نے ابھی چند قدم ہی اٹھائے ہوں گے کہ یکدم کسی نے پیچھے سے اسے دبوچ لیا اور

اس کے منہ پر کپڑا رکھ دیا۔ چاندنی اس افتاد کے لیے قطعاً تیار نہ تھی۔ اس نے اپنے بچاؤ کے لیے ہاتھ پاؤں مارنا چاہے لیکن جلد ہی اس کا جسم ڈھلک گیا۔

------*

چاندنی کی آنکھیں کھلیں تو اس نے خود کو اجنبی جگہ پر پایا۔ تبھی اسے یاد آیا کہ وہ باغیچے میں دیپک کی تلاش میں گئی تھی اور کسی نے اس پر حملہ کر دیا تھا۔ وہ فٹ سے اپنی جگہ سے اٹھ بیٹھی لیکن اگلا منظر دیکھ کر اس کے پیروں تلے زمین کھسک گئی۔ اس کے ایک طرف زخموں سے چور دیپک پڑا تھا۔ جس کے زخموں سے لہو ابھی تک رس رہا تھا۔ اس کی حالت زار دیکھ کر چاندنی کا دل مٹھی میں بھر آیا تھا جبکہ دوسری طرف وجاہت خان اور اس کے ساتھ ایک نئی صورت دکھائی دے رہی تھی۔

''تو ٹھیک ہی کہتا ہے وجاہت خان۔'' رانا الفت کی آواز سکوت زدہ فضا میں گونجی۔ ''ان ہندوؤں نے کیا اپسرا چھپا کے رکھی ہوئی تھی۔ جانتا ہے تو کہ یہ تو ہیرے جواہرات کے عوض جائے گی۔''

''تم؟'' وجاہت خان کے بولنے سے قبل چاندنی حیرت سے بولی۔

''ارے یہ تو تمہیں جانتی بھی ہے۔'' رانا الفت نے تالی بجاتے ہوئے کہا۔

''ہماری بڑی پرانی جان پہچان ہے رانا۔'' وجاہت خان نے کھا جانے والی آنکھوں سے چاندنی کو دیکھتے ہوئے رانا الفت کو بتایا۔

''میں نے کہا تھا ناں۔۔۔'' دیپک کی کانپتی ہوئی آواز کمرے میں گونجی تو چاندنی سمیت وجاہت خان اور رانا الفت بھی اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

''کہ یہ بہت خبیث انسان ہے۔۔۔ لیکن۔۔۔ لیکن تم نے اس کی۔۔۔ حمایت کی تھی۔''

''ارے یہ پگلی ہے۔'' چاندنی کی جگہ وجاہت خان قہقہہ مار کے ہنستے ہوئے بولا۔

''یہی بات تو اسے معلوم نہیں تھی۔ یہ کونسی بھلا تیرے جیسی دوراندیش تھی۔ بس اس نے مجھ پہ اندھا دھند اعتماد کر لیا لیکن یہ جانتی نہیں تھی کہ میری دشمنی سانپ کے زہر سے زیادہ خطرناک ہے۔''

''میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی حرام زادے۔'' چاندنی غصے سے پیچ و تاب کھاتے ہوئے بولی اور اپنی جگہ سے اٹھ کر وجاہت خان کی طرف دوڑی۔

وجاہت خان اور ر انا الفت دونوں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوگئے۔ صنف نازک میں کہاں اتنا دم کہ ایک مرد سے مقابلہ کر سکے۔ پھر یہاں تو ایک نہیں دو مرد تھے اور ان دونوں نے مل کر چاندنی کی عزت کی دھجیاں اڑادیں۔ دیپک بھی کچھ نہ کر سکا۔ چاندنی عزت کا جنازہ نکل جانے پر دھواں دھار رو رہی تھی۔ تبھی اس کی نگاہ ایک سلاخ پر پڑی جو دروازے کے ایک جانب پڑی تھی۔

وجاہت خان اور ر انا الفت ان دونوں کو اندر قید کر کے جا چکے تھے۔ چاندنی نے فوراً لوہے کی اس سلاخ کو ہاتھ میں پکڑ لیا۔ دیپک دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا تھا۔ اسے اپنی بے بسی اور بے چارگی پر حد سے زیادہ افسوس ہو رہا تھا۔ اس کی نگاہوں کے سامنے اس کی محبوبہ کی عزت لوٹ لی گئی تھی لیکن وہ کچھ بھی نہ کر پایا تھا۔

دوسرے ہی لمحے کمرے کی سکوت زدہ فضا میں چاندنی کی دلخراش چیخ گونجی۔ اگلا منظر دیکھ کر دیپک کے قدموں تلے زمین سرک گئی۔

*___*___*

چاندنی اور دیپک دونوں نے بند کوٹھڑی کے اندر جان دے دی۔ وجاہت خان اور ر انا الفت کو جب اس بات کا علم ہوا تو ان کے حواس باختہ رہ گئے۔ بالآخر دونوں نے دگرگوں حالات سے بچنے کے لیے ان دونوں کو اس بند کوٹھڑی کے اندر گڑھا کھدوا کر دبوا دیا۔ یوں چاندنی اور دیپک کا راز ہمیشہ کے لیے منوں مٹی تلے دفن ہو گیا۔

چاندنی اور دیپک کے گھر والوں نے ان دونوں کو بہت تلاش کیا لیکن انہیں نہ ملنا تھا نہ ملے۔ کئی ہندوؤں نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ وجاہت خان پر زور دے کر پوچھیں لیکن انہوں نے انکار کر دیا کہ پہلے ایک بار بھی اس پر الزام لگا کر ان سے بہت بڑی بھول ہو چکی ہے اور ایسا اب کبھی نہیں ہو گا۔

دوسری طرف ایک رات وجاہت خان اپنے کمرے میں سویا تو اسے یوں لگا جیسے اس کے علاوہ بھی کوئی کمرے کے اندر موجود ہے۔ جب اس نے لائٹ جلائی تو کچھ نظر نہ آیا۔ اس نے پھر لائٹ آف کر دی لیکن نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اس کے من میں عجیب سی بے چینی اور اضطرابیت پیدا ہو چکی تھی۔ وہ اندھیرے میں دیکھنے کے قابل ہو چکا تھا۔ تبھی اس کی نگاہ یکدم بیڈ کے سامنے رکھے صوفے پر پڑی اور اگلا منظر دیکھا اس کا اوپر سانس اوپر اور نیچے کا سانس نیچے اٹک کر رہ گیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے صوفے پر دیپک اور چاندنی براجمان تھے۔ دونوں خون میں

بالکل ویسے ہی لت پت تھے۔ جیسی حالت میں انہیں گڑھے میں دبایا گیا تھا۔

دوسرے دن صبح بار بار کھٹکانے پر بھی جب وجاہت خان نے دروازہ نہ کھولا تو اس کا دروازہ توڑا گیا لیکن اگلا منظر دیکھ کر سب کی حیرت ہویدارہ گئی۔ وجاہت خان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ اس کا وجود ٹھنڈا پڑ چکا تھا لیکن اس کی آنکھوں میں بلا کا خوف دکھائی دے رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے خوف کی شدت کے باعث کی اس کی موت ہوئی ہو۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وجاہت خان کی موت کی وجہ کیا ہے؟ بس جس کے منہ میں جو آیا اس نے وہی کہا اور انہی الفاظ کے ساتھ اسے بھی منوں مٹی تلے دبا دیا گیا تھا۔

*___*___*

سب کی نگاہیں اس مہ جبیں پر مرکوز تھیں۔ ساری روداد سنانے کے بعد وہ چپ کر گئی۔

''تم دونوں نے اپنا وجاہت خان سے انتقام لے لیا تھا۔'' محمد حنیف بولا۔ ''تو اب ان بے قصور لوگوں کے پیچھے ہاتھ دھو کر کیوں پڑی ہوئی ہو۔''

''کوئی بھی بے قصور نہیں ہے۔'' دوشیزہ ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولی۔

''کیا میرے والدین بے قصور نہیں ہیں۔ جو جیتے جی مر چکے ہیں۔ دیپک کے والدین کا بھی یہی حال ہے۔ ہم نے وعدہ کیا تھا کہ وجاہت خان کی پوری نسل کو نیست و نابود کر کے رکھ دیں گے۔''

''اب تم ایسا نہیں کر سکتے۔'' محمد حنیف نے ہانڈی کے اندر ڈبوئی ہوئی چھڑی کو اٹھایا اور اس پر لگے پانی کو اس دوشیزہ پر چھڑک دیا۔

دوشیزہ کے حلق سے ایک دردناک چیخ بلند ہوئی۔ پھر وہ یوں غرائی جیسے کوئی درندہ غرا رہا ہو۔ تبھی راہداری میں سب نے ایک لڑکے کو آتا دیکھا۔ وہ لڑکا بھی سیدھا آ کر دوشیزہ کے ساتھ براجمان ہو گیا۔

''میں آخری بار تم دونوں کو متنبہ کر رہا ہوں لیکن اگر اب کی بار تم لوگوں نے میری بات نہ مانی تو میں تمہارا برا حال کر کے رکھ دوں گا۔'' محمد حنیف نے دوبارہ چھڑی کو ہانڈی میں ڈبوتے ہوئے کہا۔

''تم ہمیں انتقام لینے سے نہیں روک سکتے۔'' اب کی بار دیپک نے گرجتے ہوئے کہا۔

دوسرے ہی لمحے محمد حنیف نے پلک جھپکتے میں چھڑی کو ہانڈی سے باہر نکال کر زمین پر مارا تو یوں لگا جیسے زلزلہ

آ گیا ہوں۔ اسی موقع کا فائدہ اٹھا کر اس نے ہانڈی کا پانی ان دونوں پر پھینک دیا۔ ایک لمحے کے لیے دونوں نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''اتنا بڑا دھوکہ۔'' دونوں یک زبان ہو کر بولے۔

دوسرے ہی لمحے دونوں کے جسم دھویں میں تحلیل ہو گئے اور پھر سب نے اس دھوئیں کو آسمان کی طرف اٹھتے ہوئے دیکھا۔

محمد حنیف نے سب کو دائرے سے باہر نکل آنے کا حکم دیا اور پھر اگربتیاں بجھا دیں۔ سب فوراً سے بھی پیشتر دائروں سے باہر نکل آ گئے۔

''تمہیں مبارک ہو ہیبت خان کہ بلا تمہارے سر سے ٹل گئی ہے۔'' محمد حنیف نے ہیبت خان کو مبارک دیتے ہوئے کہا۔

''میں آپ کا بہت مشکور ہوں۔'' ہیبت خان بولا۔

''نہیں اس رب کا شکر ادا کرو۔'' محمد حنیف بولا۔ ''اللہ تعالیٰ عزوجل ہر انسان کے لیے کوئی نہ کوئی وسیلہ ضرور بناتا ہے۔ اب کبھی بھی اس گھر کے اندر کوئی ایسا واقعہ نہ ہونے دینا۔ اللہ کے کلام کی تلاوت جس قدر زیادہ اس گھر کے اندر ہو گی۔ شیطانی طاقتیں اس تیزی سے اس گھر سے دور بھاگیں گی۔''

''انشاءاللہ۔'' ہیبت خان نے جواب دیا۔

ہیبت خان دونوں بچوں، منشی اور محمد حنیف کے ساتھ چلتا ہوا حویلی کے اندر داخل ہو گیا اور سب ٹی وی لاؤنج میں بیٹھ گئے۔ نماز فجر کا ٹائم ہونے والا تھا۔ محمد حنیف نے انہیں اسلام اور اسلامی تعلیمات کے بارے میں بتانا شروع کر دیا اور سب ہمہ تن گوش ہو کر سننے لگے۔ ختم شد

دلِ مشکل

حسیب اشرف

Facebook.com hasibashraf.official

Facebook.com dilemushkil

"السلام وعلیکم امی جان" وہ کھانے کی میز پر آیا تو امی میز پر کھانا لگا رہی تھیں۔

"واعلیکم السلام کیسا ہے میرا بچہ" امی نے پیار سے اُس کی پیشانی چومتے ہوئے کہا۔

"امی جان میں بچپن سے دیکھ رہا ہوں آپ صبح سویرے اُٹھتی ہیں اُس کے بعد نماز پڑھتی ہیں اور پھر ہمارے لیے کھانا بنانے میں مصروف ہو جاتی ہیں اُس کے بعد ہم سب تو اپنی اپنی منزلوں کی طرف نکل جاتے ہیں لیکن آپ پھر سے گھر کے کاموں میں مصروف ہو جاتی ہیں لیکن سارا دن کام کرنے کے بعد بھی نہ کبھی آپ کے چہرے پر تھکن کہ کوئی آثار نظر آتے ہیں اور نہ ہی زبان پر کوئی شکوہ جبکہ ہم تو صرف آٹھ گھنٹے کام کرتے ہیں پھر بھی تھک جاتے ہیں"۔

"بیٹا تم لوگ کام کرتے ہو اور میں اپنا فرض نبھاتی ہوں انسان کام کرتے کرتے تو تھک سکتا ہے لیکن فرض کبھی اُسے تھکاتا نہیں بلکہ اُسے اور ہمت دیتا ہے تاکہ وہ مزید اچھے طریقے

سے اُسے نبھا سکے"اُنھوں نے جگ سے جوس گلاس میں اُنڈیلا۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں امی لیکن آپ کو نہیں لگتا کہ اب آپ بزرگ ہو چکی ہیں اور وقت آ گیا ہے کہ آپ اپنا کھانے پکانے کا فرض کسی اور کے حوالے کر دیں"۔

"ہاں تمھارے بابا نے کتنی بار کہا ہے کہ کُک ہائیر کر لیتے ہیں لیکن میرا دل نہیں مانتا کہ تم لوگوں کے لیے کوئی اور کھانا بنائے"۔

"میری پیاری امی جان میں کُک کے بارے میں بات نہیں کر رہا بلکہ میں تو۔۔۔"۔

سیڑھیوں سے آتے ہوئے عمار نے اُس کی بات کاٹ دی تھی۔

"واٹس اپ برو۔۔۔مجھے تو سمجھ نہیں آتی کہ آپ دونوں ماں بیٹا اتنی جلدی کیسے اُٹھ جاتے ہیں"۔

"لو آ گیا انگریز کہیں کا۔۔۔"امی کو اُس کا انگلش جھاڑنا اچھا نہیں لگتا تھا۔

"سو مسٹر عمار صاحب آپ نے آج پھر نماز نہیں پڑھی"اُس کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا۔

"یار بھائی کیا کروں لاکھ کوشش کے باوجود فجر کے وقت آنکھ نہیں کھلتی"اُس نے کندھے اُچکا کر کہا۔

"آنکھ تب کھلے گی نا جب رات کو ٹائم پر سوؤ گے ساری ساری رات تو تم موبائل پر لگے رہتے ہو"امی کو اُس کی یہ عادت بہت بری لگتی تھی۔

"ماما موبائل پر نہیں لگا رہتا بلکہ پڑھائی میں مصروف رہتا ہوں آپ تو جانتی ہیں کہ اگلے مہینے میرے امتحان شروع ہونے والے ہیں اور رہی بات کل رات کی وہ تو میں مہوش بھابھی سے بات کر رہا تھا"۔

"بیٹا اتنی بات تو تمھارا بھائی بھی اپنی منگیتر سے نہیں کرتا جتنی تم اپنی بھابھی سے کرتے ہو"۔

"ارے ماما میں نے تو ایک اُڑتی اُڑتی خبر سنی تھی بس کنفرم کرنے کے لیے بھابھی کو فون کیا تھا"۔

"کونسی خبر"محب نے سوالیہ نگاہوں سے اُس کی طرف دیکھا۔

"علیزے بتا رہی تھی کہ آج شام ماما اور بابا مہوش بھابھی کے گھر جانے والے ہیں شادی کی تاریخ مقرر کرنے کے لیے"۔

"یہ علیزے بھی نا مجھے میری بیٹی کم اور نیوز کاسٹر زیادہ لگتی ہے"۔

"امی کیا واقعی آپ شادی کی بات کرنے والی ہیں؟"محب نے

سوالیہ نگاہوں سے امی کی طرف دیکھا۔

''ہاں بیٹا عون بھائی چاہتے ہیں کہ وہ اب بیٹی کہ فرض سے سبکدوش ہو جائیں اور ویسے بھی اب ایک سال ہو گیا ہے تم دونوں کی منگنی کو اس لیے مزید دیر کرنا مناسب نہیں''۔

''ارے امی جان ابھی تو ایک مہینہ ہوا ہے بھائی کو بابا کا بزنس جوائن کیے ہوئے ابھی اُنھیں سیٹ ہو لینے دیں شادی ایک دو سال بعد ہو جائے گی''عمار نے محب کو چڑانے کی کوشش کی۔

''بیٹا کہہ تو تم ٹھیک رہے ہو لیکن وہ کیا ہے کہ اب میں بزرگ ہو گئی ہوں اور مجھے لگتا ہے کہ مجھے اپنے تمام فرائض کسی اور کہ حوالے کر دینے چاہیے''امی نے بھی اُسی انداز میں کہا تو اُس نے شرم سے اپنا بیگ اُٹھایا اور آفس کے لیے نکل گیا۔

*___*___*

''ہاں تم صرف پانچ منٹ انتظار کرو میں بس پہنچ رہا ہوں''وہ کان پر موبائل لگائے اپنے کیبن سے نکل کر مرکزی دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

''محب بیٹا کہاں جا رہے ہو اندر ہماری اتنی اہم میٹنگ ہونے والی ہے''بابا نے پیچھے سے آواز دیتے ہوئے کہا۔

''جی بابا مجھے عمار کے کالج کی فیس ادا کرنی ہے ابھی جانا بہت ضروری ہے آپ پلیز میٹنگ اکیلے ہی دیکھ لیں''اُس نے بہانہ بناتے ہوئے کہا۔

''وہ اب بچہ تو نہیں ہے اپنا کام خود بھی کر سکتا ہے''۔

''اصل میں بابا مجھے اُس کے پرنسپل سے بھی ملنا تھا تا کہ پتا چل سکے کہ وہ کالج میں پڑھائی بھی کرتا ہے یا بس کھیل کود میں ہی مصروف رہتا ہے''اُس نے پھر سے بہانا بنایا۔

''تو پرنسپل سے ملنے کی کیا ضرورت ہے تم مہوش سے پتا کر لو وہ بھی تو اُسی کالج میں پڑھاتی ہے''۔

''جی بابا مہوش سے بھی پتا کر لوں گا لیکن فی الحال پرنسپل صاحب میرا انتظار کر رہے ہیں اس لیے مجھے اجازت دیں''ایک جھوٹ چھپانے کے لیے کئی جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔

''ٹھیک ہے جاؤ لیکن جلدی واپس آنا مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے''اُنھوں نے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

''جی بابا۔۔۔''وہ جلدی سے اپنی گاڑی کی طرف لپکا۔

*___*___*

''سوری سوری دیر سے آنے کے لیے معافی چاہتا ہوں''اُس نے ریسٹورنٹ میں اُس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''اگر اتنے ہی مصروف تھے تو پہلے ہی بتا دیتے میں تھوڑی

لیٹ آجاتی"۔

"میں توکب کا آفس سے نکلنے کا سوچ رہا تھا لیکن کام کی وجہ سے وقت کا پتا ہی نہیں چلا اور اب جب وقت ملا تو بابا نے روک لیا بڑی مشکل سے بہانہ لگا کہ آیا ہوں کہ عمار کے کالج کی فیس ادا کرنی ہے"۔

"تو اب آپ کو میری وجہ سے بابا کے سامنے جھوٹ بھی بولنا پڑ رہا ہے"اُسے اُس کا یوں جھوٹ بولنا ناگوار گزرہ تھا۔

"تو تمھارا کیا خیال ہے کہ اگر میں اُن سے کہتا کہ میں ایک انتہائی ضروری میٹنگ چھوڑ کر مہوش سے ملنے جارہا ہوں تو کیا وہ مجھے آنے دیتے"۔

"ہاں وہ بات تو ٹھیک ہے لیکن پھر بھی جھوٹ بولنا بھی تو اچھی بات نہیں"وہ جھوٹ کی وجہ بننے کے لیے افسردہ تھی۔

"تم فکر نہ کرو اب مزید جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں پڑے گی کیونکہ آج شام کو امی اور بابا تمھارے گھر جارہے ہیں شادی کی تاریخ لینے کے لیے"اُس نے موڈ تبدیل کرنے کی کوشش کی۔

"آپ کی اطلاع کے لیے ارض ہے کہ یہ خبر پہلے ہی مجھ تک پہنچ چکی ہے"اُس نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"ہاں بھئی میں تو بھول ہی گیا تھا کہ تم نے تو میرے گھر میں تین تین جاسوس چھوڑے ہوئے ہیں جو تمھیں پل پل کی خبر دیتے رہتے ہیں"اُس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"جاسوس نہیں بہن بھائی ہیں میرے"۔

"آرڈر کیا ہے کچھ مجھے تو بہت بھوک لگ رہی ہے"اُس نے پیٹ پر ہاتھ پھیرا۔

"ہاں کر دیا ہے آتا ہی ہو گا"۔

"اچھا عمار کی کیا صورتحال ہے وہ پڑھتا بھی ہے کچھ یا صرف موج مستی ہی ہو رہی ہے"۔

"ظاہر ہے موج مستی کی عمر ہے تو کرے گا ہی"۔

"Your order sir"ویٹر نے کھانا میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"جزاک اللہ"اُس نے شکریہ ادا کیا۔

"اچھا بابا سوچ رہے تھے کہ ایف ایس سی کے بعد عمار اور علیزے کو میڈیکل کی طرف بھیج دیں تمھارا کیا خیال ہے"۔

"اچھا ہے علیزے تو پڑھائی میں کافی انٹرسٹڈ ہے لیکن عمار کا کچھ پتا نہیں میں نے کئی بار پوچھا اُس سے لیکن وہ ہر بار ایک ہی جواب دیتا ہے کہ جو بھی کرنا ہے ایف ایس سی کے بعد ہی سوچوں گا"اُس نے کھانا پلیٹ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"مجھے تو سمجھ نہیں آتی کہ وہ چاہتا کیا ہے اپنے مستقبل کی تو اُسے کوئی فکر ہی۔۔۔آہ۔۔۔"بات کرتے کرتے اچانک وہ

تڑپ اُٹھا تھا۔

''کیا ہوا محب تم ٹھیک تو ہو''۔

''ہاں ٹھیک ہوں پتا نہیں ایک عجیب سا درد اُٹھا تھا دل میں ''اُس نے سینے پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔

''چلو اُٹھو۔۔۔ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں''وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

نہیں میں ٹھیک ہوں اب۔۔۔تم بیٹھو کھانا کھاؤ''۔

''کیا واقعی تم ٹھیک ہو''اُس نے تسلی کرنے کی کوشش کی۔

''ہاں یار ٹھیک ہوں تم بیٹھو کھانا کھاؤ''اُس نے سینے سے ہاتھ ہٹایا اور کھانا کھانے لگا۔

*___*___*

''تو آپ ہی بتایئے عون بھائی آپ کے خیال میں شادی کی کیا تاریخ رکھنی چاہیے''مسز راحت نے بات بڑھاتے ہوئے کہا۔

''ارے بھابھی میں نے کیا کہنا ہے مہوش آپ ہی کی تو بیٹی ہے آپ جب چاہیں اُسے اپنے گھر لے جائیں مجھے کوئی اعتراض نہیں''اُنھوں نے سامنے پڑی ٹرے میں سے چائے کا کپ اُٹھایا۔

''تو پھر ٹھیک ہے میرے خیال سے اگلے مہینے کی دس تاریخ کو نکاح کی تقریب رکھ لیتے ہیں اور اس جمعہ کے دن چھوٹی سی تقریب کر لیتے ہیں''راحت صاحب نے اپنا فیصلہ سناتے ہوئے کہا۔

''جیسا آپ مناسب سمجھے راحت بھائی''عون صاحب نے بھی اُن کے فیصلے کو قبول کرتے ہوئے کہا۔

''عون مہوش کی شادی کے بعد تم بالکل اکیلے ہو جاؤ گے اس لیے میری مانو تو تم بھی ہمارے ساتھ اُسی گھر میں شفٹ ہو جاؤ''۔

''نہیں بھائی میں بھلا اپنی بیٹی کے گھر میں کیسے رہ سکتا ہوں''اُنھیں دنیا والوں کی بھی فکر تھی۔

''وہ تمھارے بھائی کا بھی گھر ہے''۔

''وہ بات تو ٹھیک ہے بھائی لیکن میں یہی ٹھیک ہوں اور ویسے بھی اس گھر میں مہوش کی ماں کی بہت ساری یادیں ہیں اور میں ان کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا''انھوں نے چائے کا کپ میز پر رکھا اور سامنے والی دیوار پر لگی تصویر کے پاس آ گئے۔

''پندرہ سال گزر چکے ہیں لیکن مریم کے لیے تمھاری یہ چاہت اور تڑپ زرا بھی کم نہیں ہوئی''راحت صاحب بھی اُٹھ کر اُن کے پاس آ گئے۔

''آپ نہیں جانتے بھائی کیسے گزارے ہیں میں نے یہ پندرہ سال مریم کی موت کے بعد تو ایسا لگتا تھا جیسے سب کچھ ختم ہو

گیا ہو وہ تو اللہ کا شکر ہے کہ بھابھی نے مہوش کو سنبھال لیا ورنہ مجھے تو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اپنے آپ کو سنبھالوں یا پھر مہوش کو۔۔۔ آپ لوگوں نے مشکل وقت میں نہ صرف اُسے سنبھالا بلکہ آج اُسے اپنے گھر کی بہو بھی بنا رہے ہیں اس لیے میں ہمیشہ آپ لوگوں کا احسان مند رہوں گا" اُنھوں نے مشکور نگاہوں سے بھابھی کی طرف دیکھا۔

"کیسی بے وقوفوں والی باتیں کر رہے ہو مہوش تمھاری ہی نہیں بلکہ ہماری بھی بیٹی ہے ہم نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا بلکہ یہ تو ہمارا فرض تھا"۔

"عون بھائی آپ ان سب باتوں کو چھوڑیں اور اب مہوش کی شادی کی تیاریاں شروع کر دیں ایک مہینہ کیسے گزر جائے گا پتا بھی نہیں چلے گا"۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں بھابھی میں کل سے ہی تیاریاں شروع کر دیتا ہوں" اُنھوں نے واپس صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اور ہاں میری بات کو مذاق میں مت اُڑا دینا تم ہمارے ساتھ شفٹ ہو جاؤ" راحت صاحب نے ایک بار پھر سے اُنھیں منانے کی کوشش کی۔

"جی بھائی آپ فکر نہ کریں میں اس بارے میں ضرور سوچوں گا" عون صاحب نے سرسری سے انداز میں کہا اور پھر سے کپ اُٹھا کر چائے پینے میں مصروف ہو گئے۔

------*

امی بغیر دروازے پر دستک دیئے کمرے میں داخل ہوئیں تو وہ سینے پر ہاتھ رکھے درد سے ہانپ رہا تھا۔

"محب بیٹا کیا ہوا تم اس طرح ہانپ کیوں رہے ہو" وہ اُسے اس حالت میں دیکھ کر گھبرا گئیں۔

"پتا نہیں امی عجیب سی بے چینی ہو رہی ہے سینے میں درد کی ایک لہر سی اُٹھ رہی ہے"۔

"تو تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔۔۔ کب سے درد ہو رہا ہے"۔

"کبھی کبھی ہلکا سا درد تو کافی پہلے سے ہوتا تھا لیکن کچھ دیر بعد اپنے آپ ہی ٹھیک ہو جاتا تھا اس لیے کبھی میں نے زیادہ ٹینشن نہیں لی لیکن آج تو کچھ سمجھ ہی نہیں آرہی ایسا لگ رہا ہے جیسے میرا دل پھٹنے والا ہے" درد کی شدت کی وجہ سے اُس کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔

"اللہ نہ کرے بیٹا۔۔۔ تم فکر مت کرو ہم ابھی ہسپتال چلتے ہیں" اُنھوں نے اپنے ڈوپٹے سے اُس کے آنسو صاف کیے۔

"عمار۔۔۔ عمار" اُنھوں نے بلند آوازیں دیتے ہوئے کہا۔

"مجھے تو تمھارے بابا کہہ گئے تھے کہ محب رات کو دیر تک

آفس میں کام کر تا رہا ہے اس لیے آج اُسے ڈسٹرب نہ کرنا جب اُٹھے گا تو آفس آجائے گا اسی لیے میں تمھارے کمرے میں نہیں آئی لیکن مجھے کیا پتا تھا کہ تمھاری اتنی طبیعت خراب ہے''وہ ایک ہی سانس میں کہے جا رہی تھیں۔

''کیا ہوا ماما۔۔۔''علیزے اور اریشہ بھی بھاگتی ہوئی آئیں۔

''اریشہ عمار سے کہو گاڑی نکالے محب کی طبیعت خراب ہے اُسے ہسپتال لے کر جانا ہے اور علیزے تم اپنے بابا کو فون کرو کہ وہ بھی جلدی سے ہسپتال پہنچ جائیں''۔

''کیا ہوا بھائی آپ ٹھیک تو ہیں''عمار بھاگتا ہوا آیا۔

''فضول باتوں میں وقت ضائع مت کرو جلدی سے ہسپتال چلو''۔

''ٹھیک ہے امی چلیں''عمار نے اُسے سہارا دیا اور گاڑی میں بٹھایا اور وہ ہسپتال کیطرف چل دیئے۔

*___*___*

''بھابھی کیا ہوا محب کو۔۔۔کیسی طبیعت ہے اب محب کی''مہوش اور اُس کے بابا بھی ہسپتال پہنچ چکے تھے۔

''پتا نہیں بھائی کیا ہوا میں جب کمرے میں گئی تو وہ سینے پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا اور بے چینی سی ہو رہی تھی''وہ نم آنکھوں سے اُس کا حال بتا رہی تھیں۔

''فکر نہ کرو کچھ اُلٹا سیدھا کھا لیا ہو گا ورنہ یہ کونسی عمر ہے سینے میں درد اٹھنے کی''بابا نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''اللہ کرے میرا بچہ جلدی سے صحت یاب ہو جائے''۔

''آپ فکر نہ کریں بھابھی۔۔۔انشاءاللہ وہ جلد ٹھیک ہو جائے گا''عون صاحب نے اُن کی ہمت بندھائی۔

ڈاکٹر ایمرجینسی سے باہر آئے تو سب اُن کے ارد گرد جمع ہو گئے۔

''اس وقت وہ ٹھیک ہیں ابھی ہم اُنھیں وارڈ میں شفٹ کر رہے ہیں پھر آپ لوگ اُن سے مل سکتے ہیں''۔

''اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے''۔

''جی ڈاکٹر صاحب کوئی پریشانی کی بات تو نہیں ہے''راحت اور عون صاحب ڈاکٹر کے پاس آگئے۔

''دیکھیں ہم نے تمام ضروری ٹیسٹ کر لیے ہیں انشاءاللہ جلد رپورٹ مل جائے گی جب تک رپورٹس نہیں آجاتی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے لیکن میرے خیال سے محب صاحب کو ہارٹ کا ہی مسئلہ ہے''اُنھوں نے اپنے تجربے کی بنا پر اندازہ لگایا۔

''لیکن ڈاکٹر ابھی کل تک تو وہ بالکل ٹھیک تھا پھر اچانک ایک رات میں ہی دل کا مسئلہ کیسے ہو سکتا ہے''راحت صاحب کو ڈاکٹر کی باتوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔

''اللہ کرے کہ یہ میرا وہم ہی ہو فی الحال باقی رپورٹس آنے کے بعد ہی پتا چلے گا کہ کیا مسئلہ ہے''۔

''جی ٹھیک ہے ہم رپورٹس کا انتظار کر لیتے ہیں''عون صاحب نے ڈاکٹر صاحب کو وداع کرتے ہوئے کہا۔

''یہ ڈاکٹر کیا کہہ رہا ہے یار اُس کی عمر ہی کیا ہے''ڈاکٹر کے جانے کے بعد وہ عون صاحب کی طرف متوجہ ہوئے۔

''بھائی آپ پریشان نہ ہوں ہو سکتا ہے کہ واقعی ہی ڈاکٹر کو وہم ہوا ہو''عون صاحب نے اُن کا حوصلہ بڑھانے کی کوشش کی۔

*___*___*

''جی ڈاکٹر صاحب آپ نے بلایا''اُنھوں نے دروازے پر دستک دے کر اجازت طلب کی۔

''آیئے راحت صاحب میں نے آپ کو اس لیے بلایا ہے کہ محب کی رپورٹس آگئی ہیں''۔

''جی ڈاکٹر صاحب سب خیریت تو ہے کوئی مسئلہ تو نہیں''۔

''راحت صاحب مجھے یہ کہتے ہوئے اچھا تو نہیں لگ رہا لیکن کیا کریں حقائق بتانا ہمارا فرض ہے''۔

''آپ کہنا کیا چاہتے ہیں''ڈاکٹر کی باتیں اُن کو پریشان کر رہی تھیں۔

''رپورٹس سے پتا چلا ہے کہ محب کو دل کا ہی مسئلہ ہے coronary artery disease''۔

''کیا۔۔۔یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ڈاکٹر۔۔۔''اُنھیں اپنی سماعت پر یقین نہیں آرہا تھا۔

''معاف کیجیے گا لیکن میں وہی کہہ رہا ہوں جو ان رپورٹس میں ہے''ڈاکٹر نے پھر سے اپنی بات دہرائی۔

''لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے کل تک تو وہ بالکل ٹھیک تھا پھر آج اچانک دل کی بیماری۔۔۔''۔

''میں نے آپ کو بتانے سے پہلے کئی بار رپورٹس کو چیک کیا ہے بلکہ دوسرے ڈاکٹرز سے بھی تصدیق کروائی ہے اور اُن کا بھی یہی کہنا ہے''۔

''ڈاکٹر۔۔۔محب۔۔۔ٹھیک تو۔۔۔۔۔۔؟''اُنھوں نے نم آنکھوں سے ڈاکٹر کی طرف دیکھا۔

''اگر اللہ نے چاہا تو ضرور ٹھیک ہو جائے گا''۔

''تو اب کیا حل ہے اس بیماری کا''بالآخر اُنھوں نے محب کی بیماری کو قبول کر ہی لیا۔

''راحت صاحب۔۔۔اس بیماری کا ٹرانسپلانٹ کے علاوہ کوئی حل نہیں ہے اور ہمیں جتنی جلدی ہو سکے محب کا ٹرانسپلانٹ کرنا ہو گا ورنہ۔۔۔اُس کی جان بھی جا سکتی ہے''۔

''ہارٹ ٹرانسپلانٹ۔۔۔لیکن کیسے''۔

ہمیں کسی ایسے ڈونر کو ڈھونڈنا ہو گا جو دماغی طور پر مر چکا ہو پھر اُس کے گھر والوں سے اجازت لے کر ہم اُس کا دل محب کو لگا سکتے ہیں''ڈاکٹر نے سارا طریقہ کار سمجھایا۔

''کیا آپ کی نظر میں کوئی ایسا شخص ہے؟''۔

''اس وقت تو نہیں لیکن میں کوشش کر رہا ہوں آپ بھی کوشش کریں باقی جو اللہ کو منظور''ڈاکٹر نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

ڈاکٹر۔۔۔کیا میں۔۔۔محب کو گھر لے جا سکتا ہوں''اُن کی آواز رندھ چکی تھی۔

''جی فی الحال آپ اُسے لے جا سکتے ہیں میں نے کچھ دوائیاں لکھ دی ہیں آپ وہ ٹائم پر دیتے رہیں اور اُسے ریگولر چیک اپ کے لیے بھی آنا ہو گا''۔

''جی۔۔۔ٹھیک ہے''وہ اُٹھنے لگے تو قدموں سے لڑ کھڑا گئے۔

''راحت صاحب حوصلہ کیجئے آپ کمزور ہو گئے تو محب کو کون سنبھالے گا''ڈاکٹر نے آگے بڑھ کہ اُنھیں سنبھالنے کی کوشش کی۔

''شکریہ۔۔۔میں ٹھیک ہوں''وہ ڈگمگاتے قدموں سے کیبن سے باہر نکل آئے۔

------*

''گڈ مارننگ۔۔۔تو جناب ابھی تک سو رہے ہیں''وہ کمرے میں آئی تو وہ آنکھیں بند کیے لیٹا ہوا تھا۔

''گڈ مارننگ۔۔۔اچھا ہوا مہوش تم آ گئی میں تو بور ہو گیا ہوں آرام کر کر کہ''۔

''طبیعت کیسی ہے''اُس نے کھڑکی کے سامنے سے پردہ ہٹایا۔

''ٹھیک ہوں چلو نہ کہیں باہر چلتے ہیں''وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

''ناشتہ کیا ہے یا نہیں ابھی''۔

''باہر سے ہی کر لیں گے''اُس نے بستر سے نیچے اُترنے کی کوشش کی۔

''محب ڈاکٹر نے سختی سے منع کیا ہے کہ باہر سے کوئی چیز نہیں کھانی اس لیے ناشتہ کر لو پھر کچھ دیر کے لیے باہر چلتے ہیں''۔

''یار نہ تم لوگ مجھے باہر جانے دیتے ہو نہ کوئی چیز کھانے دیتے ہو جیسے کوئی بہت بڑی بیماری ہو گئی ہو معمولی سا درد ہی تو ہے سینے میں''۔

''جانتی ہوں معمولی سا درد ہے لیکن ابھی ٹھیک تو نہیں ہوا نا جب ٹھیک ہو جائے گا پھر جو دل کرے وہی کرنا لیکن تب تک ہماری مان لو''۔

''مہوش تم لوگ مجھے ایسے کیوں ٹریٹ کر رہے ہو کہیں کوئی سیریس بات تو نہیں ہے''اُس نے سوالیہ نگاہوں سے مہوش کی طرف دیکھا۔

''نہیں۔۔۔کوئی سیریس بات نہیں ہے''۔

''تم سچ کہہ رہی ہو''اُس کی نگاہوں میں بدستور خیرت تھی۔

''پہلے کبھی تم سے جھوٹ بولا ہے۔۔۔تم فریش ہو جاؤ میں ناشتہ لے کر آتی ہوں''اُس نے بھی کمال مہارت کا مظاہرہ کیا۔

*___*___*

راحت صاحب آفس سے آتے ہی صوفے پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھ گئے۔

''اب کیسی طبیعت ہے محب کی''۔

''بظاہر تو ٹھیک ہے لیکن ہر وقت یہی ڈر لگتا ہے کہیں کچھ ہو نہ جائے اس لیے میں اُسے کہیں باہر بھی نہیں جانے دیتی۔۔۔پتا نہیں ہمارا یہ ڈر کب ختم ہو گا''فاطمہ بیگم بھی اُن کے پاس ہی بیٹھ گئیں۔

''جب تک اُس کا ہارٹ ٹرانسپلانٹ نہیں ہو جاتا''۔

''تو کب ہو گا یہ ٹرانسپلانٹ۔۔۔؟''۔

''جب تک کسی ڈونر کا انتظام نہیں ہو جاتا''راحت صاحب نے سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔

''آپ نے کہیں پتا بھی کیا ہے یا صرف ڈاکٹروں کے بھروسے ہی بیٹھے ہیں''۔

''کیسی باتیں کر رہی ہو فاطمہ کیا مجھے اپنے بیٹے کی زندگی پیاری نہیں ہے''وہ اس بات سے زچ ہو گئے تھے۔

''تو پھر ابھی تک آپ نے کچھ کیا کیوں نہیں''۔

''کیا کروں کچھ سمجھ نہیں آرہا ہر جگہ سے پتا کر لیا ہے لیکن اس وقت کوئی بھی ہارٹ موجود نہیں ہے''۔

''تو۔۔۔اس کا مطلب۔۔۔اب کچھ نہیں ہو سکتا''اُنھوں نے نم آنکھوں سے راحت صاحب کی طرف دیکھا۔

''اللہ تعالیٰ سے دعا کرو انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا''۔

''اگلے مہینے۔۔۔اُس کی شادی۔۔۔''۔

''میں عون سے بات کر لوں گا ابھی کچھ وقت کے لیے شادی والے معاملے کو بھول جانا ہی بہتر ہے''راحت صاحب نے اُن کی بات کاٹ کر اپنا فیصلہ سنایا اور کمرے میں چلے گئے۔

*___*___*

''علیزے۔۔۔کیا ہوا تم آج سکول نہیں گئی''عمار اپنے کمرے سے باہر آیا تو وہ ہال میں بیٹھ کر ٹی وی دیکھ رہی تھی۔

''نہیں گھر میں جو حالات ہیں اُن کی وجہ سے آجکل پڑھائی

میں دل نہیں لگتا"علیزے نے ریموٹ سے ٹی وی بند کرتے ہوئے کہا۔

"اچھے برے حالات تو زندگی کا حصہ ہوتے ہیں لیکن اُس کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہم لوگ اپنے روزمرہ کے کام چھوڑ دیں"عمار نے اُس کے ہاتھ سے ریموٹ چھین کر دوبارہ ٹی وی آن کیا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو عمار لیکن ہمارے دماغ میں ہر وقت محب بھائی کا خیال رہتا ہے کتنے خوش تھے ہم لوگ اُن کی شادی کی خبر سُن کر مگر اچانک یہ دل کا مرض لاحق ہو گیا ہے"۔

"علیزے۔۔۔ تمھیں تو یہ سمجھ ہونی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ آزمائشوں کے زریعے اپنے پیارے بندوں کا امتحان لیتا ہے اور اگر وہ ایک مصیبت میں ڈالتا ہے تو اُس سے نکلنے کے لیے ہزار راستے بھی کھول دیتا ہے اس لیے اب یوں اُداس بیٹھنے کی بجائے پڑھائی پر توجہ دو"عمار نے اُس کا لٹکا ہوا منہ دیکھ کر کہا۔

"عمار بھائی ٹھیک تو ہو جائیں گے۔۔۔؟"۔

"انشاءاللہ بہت جلد لیکن جب تک وہ ٹھیک نہیں ہو جاتے تب تک ہمیں اُن کا بہت خیال رکھنا ہے اس لیے تم جاؤ اور محب بھائی کے پاس بیٹھو تب تک میں مہوش بھابھی کو اُن کے گھر چھوڑ کر آتا ہوں"۔

"بھائی خوش قسمت ہیں جو اُنھیں مہوش جیسی بیوی مل رہی ہے کتنا خیال رکھتی ہے وہ بھائی کا"۔

"ہاں یہ بات تو ہے وہ واقعی بھائی کا بہت خیال رکھ رہی ہیں"عمار نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اللہ اُن کی یہ محبت ہمیشہ سلامت رکھے"علیزے نے اُن دونوں کو دعا دیتے ہوئے کہا۔

"آمین"۔

*___*___*

"مہوش پہلے تو جب ہم اس پارک میں آتے تھے تمھیں بہت اچھا لگتا تھا پھر آج کیا ہوا تم اتنی پریشان کیوں ہو۔۔۔؟

"اُسکے چہرے پر چھائی ہوئی اداسی دیکھ کر اُس سے پوچھے بنا رہا نہ گیا۔

"کل بڑے پاپا کا فون آیا تھا بابا کو کہ وہ ہماری شادی کو پوسپونڈ کر رہے ہیں"۔

"ہاں تو یہ تو بہت ہی اچھا ہے۔۔۔ اس میں پریشان ہونے والی کونسی بات ہے"محب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب۔۔۔؟"۔

"مہوش تم اچھی طرح جانتی ہو یار کہ اس وقت مجھے دل کا

مسئلہ ہے پتا نہیں میں ٹھیک ہو بھی سکتا ہوں یا۔۔۔''مہوش نے اُس کی بات درمیان میں ہی کاٹ دی۔

''اللہ سے اچھی اُمید رکھو معمولی سا درد ہے تمھارے دل میں اور تم ایسی باتیں کر رہے ہو''۔

''اب تم لوگوں کو مزید جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہے میں نے اپنی رپورٹس اپنے دوست جو کہ ایک ہارٹ سپیشلسٹ ہے اُس کو دکھائی ہے اُس نے مجھے بتا دیا ہے کہ میرے دل کہ درد کا ٹرانسپلانٹ کے علاوہ کوئی حل نہیں ہے''محب کے منہ سے یہ سب سن کر اُس نے اپنا سر شرم سے جھکا دیا۔

''تمھیں تو جھوٹ سے سخت نفرت تھی پھر بھی پچھلے کتنے دنوں سے تم اتنی صفائی سے جھوٹ بول رہی تھی کیوں۔۔۔؟''۔

''سوری لیکن میں تو یہ سب تمھارے لیے کر رہی تھی''۔

''ایک بیمار شخص سے بھی جھوٹ بولنا اُتنی ہی غلط بات ہے جتنی ایک تندرست انسان سے''۔

اُسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا کہے اس لیے مہوش نے خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا۔

''اگر تم جھوٹ بولنے کی بجائے مجھے یہ کہہ دیتی کہ میں مرنے والا۔۔۔''اس سے پہلے کہ وہ آگے کچھ کہتا مہوش نے اپنا ہاتھ اُس کے منہ پر رکھ دیا۔

''اللہ نہ کرے کہ تمھیں کچھ ہو۔۔۔انشاء اللہ بہت جلد ہارٹ کا ارینج ہو جائے گا''۔

''سچ بتاؤ مجھے کیوں نہیں بتایا''اُس نے معنی خیز نظروں سے مہوش کی طرف دیکھا۔

''کیونکہ میں یہ جانتی تھی کہ اگر تمھیں یہ سب پتا چل گیا تو پھر تم بھی شادی کی تاریخ کو آگے بڑھانے کا کہو گے''۔

''فرض کرو کہ شادی ہو جاتی ہے پھر اگر ہارٹ کا ارینج نہیں ہو اتو۔۔۔''۔

''تم ہمیشہ منفی کیوں سوچتے ہو''اُس نے جائزہ لینے والی نگاہوں سے محب کی طرف دیکھا۔

''میں صرف وہی سوچ رہا ہوں جو نظر آ رہا ہے''۔

''تم کیا سوچتے ہو مجھے اس بات سے فرق نہیں پڑتا میں نے تو بابا سے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ شادی مقررہ تاریخ پر ہی ہو گی اور وہ آج شام کو تمھارے گھر آ رہے ہیں بڑی امی اور بڑے پاپا سے اسی سلسلے میں بات کرنے''اُس نے اپنا فیصلہ سنایا اور گھر جانے کے لیے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

''ٹھیک ہے پھر گھر چلتے ہیں جو ہو گا دیکھا جائے گا''محب بھی

اُٹھ کھڑا ہوا اور وہ دونوں گاڑی میں بیٹھ گئے۔

------*

"راحت صاحب محب کی حالت دن بدن خراب ہوتی جا رہی ہے کسی بھی وقت کچھ بھی ہو سکتا ہے"۔

یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ ڈاکٹر"۔

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں راحت صاحب اب ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے جلد سے جلد محب کا ٹرانسپلانٹ ہو جانا چاہیے ورنہ ہم اُسے نہیں بچا سکے گے"ڈاکٹر نے اپنی بات کو دہراتے ہوئے کہا۔

"میں کیا کروں ڈاکٹر میں ہر جگہ پتا کر چکا ہوں لیکن کوئی ارینج نہیں ہو رہا"راحت صاحب کے لہجے سے اُن کی بے بسی کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔

"میں نے بھی کافی جگہ رابطہ کیا ہے اور میرے ایک دوست کے ہسپتال میں ایک ایسا مریض ہے لیکن اُس کے گھر والے نہیں مان رہے"۔

"تو پھر آپ نے کیا سوچا ہے ڈاکٹر کس طریقے سے ہم اُس کے گھر والوں کو منا سکتے ہیں"۔

"وہ لوگ کافی غریب ہیں تو اگر ہم اُس کے گھر والوں کو دو تین لاکھ روپے دے دیں تو اُمید ہے کہ وہ راضی ہو جائیں گے" ڈاکٹر نے اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"دو تین لاکھ تو کیا میں دس لاکھ دینے کے لیے بھی تیار ہوں آپ اُنھیں ہر حال میں راضی کریں ڈاکٹر"راحت صاحب نے خوشی سے چہکتے ہوئے کہا۔

"میں اپنی طرف سے پوری کوشش کروں گا راحت صاحب آپ بے فکر رہیے"۔

"السلام وعلیکم"عون صاحب نے گھر میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"واعلیکم السلام"ڈاکٹر اور راحت صاحب نے ایک ساتھ جواب دیا۔

"آؤ عون سب خیریت تو ہے"راحت صاحب نے اس وقت آنے کی وجہ دریافت کی۔

"جی بھائی سب خیریت ہے مجھے آپ سے اور بھابھی سے ایک ضروری بات کرنی ہے اُسی سلسلے میں آیا ہوں"۔

"ہاں ٹھیک ہے میں ڈاکٹر صاحب کو دروازے تک چھوڑ کر آتا ہوں تب تک تم بیٹھو"۔

"نہیں شکریہ راحت صاحب آپ اپنے مہمانوں کو اٹینڈ کریں میں چلتا ہوں"۔

"شکریہ ڈاکٹر صاحب"راحت صاحب نے ڈاکٹر کو رخصت

کرتے ہوئے کہا۔

"آؤ بیٹھو عون سب خیریت تو ہے"۔

"جی بھائی سب خیریت ہے آپ یہ بتایئے ہارٹ کا کوئی انتظام ہوا"اُنھوں نے راحت صاحب کے سامنے والے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"نہیں ابھی تک تو کچھ نہیں لیکن ڈاکٹر نے ایک جگہ بات کی ہوئی ہے اُمید ہے کہ انشاء اللہ ضرور وہاں سے ڈونر مل جائے گا"۔

"چلیں اللہ کرے کہ سب کچھ جلد سے جلد ٹھیک ہو جائے"۔

"السلام و علیکم۔۔۔عون بھائی"اُنھوں نے سیڑھیوں سے نیچے اُترتے ہوئے کہا۔

"واعلیکم السلام بھابھی اچھا ہوا آپ بھی آگئی اصل میں مجھے آپ دونوں سے محب اور مہوش کی شادی کے بارے میں بات کرنی ہے"اُنھوں نے اپنے آنے کی اصل وجہ بیان کی۔

"یار میں نے تم سے کہا بھی تھا کہ جب تک ٹرانسپلانٹ نہیں ہو جاتا شادی نہیں ہو گی"۔

"بھائی بچے چاہتے ہیں کہ شادی اپنے مقررہ وقت پر ہی ہو"۔

"عون تم جانتے ہو کہ اس وقت گھر میں جو ماحول ہے اُس میں کوئی بھی اس شادی کو انجوائے نہیں کر پائے گا اس لیے یہ وقت مناسب نہیں ہے اور فرض کرو کہ اللہ نہ کرے اگر ہارٹ کا ارینج نہ ہوا اور ہم محب کو نہ۔۔۔"وہ کہتے کہتے رُک گئے تھے۔

"اللہ نہ کرے۔۔۔یہ آپ کیسی بات کر رہے ہیں"اس طرح کی بات سن کر مسز راحت کا دل دہل گیا تھا۔

"بھائی مہوش کا کہنا ہے کہ وہ ہر قسم کی صورت حال کے لیے تیار ہے"۔

"حد ہوتی ہے پاگل پن کی اور مجھے تو اُس سے زیادہ تم پر غصہ آرہا ہے تم اُسے سمجھانے کی بجائے یہاں آ گئے ہو مجھے اُس کا فیصلہ سنانے"راحت صاحب غصے سے چلا رہے تھے اور عون صاحب خاموشی سے بیٹھے ہوئے تھے۔

"جب میں نے کہہ دیا ہے کہ یہ شادی ٹرانسپلانٹ کے بعد ہی ہو گی تو بس بعد میں ہی ہو گی اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے اور جا کر بتا دینا مہوش کو کہ اس گھر میں پہلے بھی فیصلے میں ہی کرتا تھا اور آگے بھی میں ہی کروں گا"راحت صاحب نے سخت لہجے میں کہا اور اُٹھ کر اپنے کمرے میں چلے گئے۔

*___*___*

وہ ایک ضروری میٹنگ میں موجود تھے لیکن موبائل سکرین پر چمکتا ہوا نمبر دیکھ کر اُنھوں نے میٹنگ روک دی اور فون کو

اپنے کان سے لگالیا۔

"جی ڈاکٹر صاحب میں آپ کے ہی فون کا انتظار کر رہا تھا "اُنھوں نے جلدی سے کہا۔

"جی مجھے بہت افسوس ہے راحت صاحب۔۔۔ لیکن اُس ڈونر کا انتقال ہو گیا ہے"۔

"تو کیا آپ نے اُس کا۔۔۔"اُنھوں نے اٹکتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں راحت صاحب اُس کے گھر والے آپریشن کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہوئے"۔

"تو کیا آپ نے اُنھیں پیسوں کی آفر نہیں کی تھی۔۔۔؟"۔

"جی میرے دوست نے پیسوں کی بات کی تھی لیکن اُن لوگوں نے آپریشن کی اجازت نہیں دی اور میت کو دفن کر دیا"ڈاکٹر نے تمام تفصیلات سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

"تو پھر اب ہم کیا کریں گے ڈاکٹر صاحب۔۔۔"۔

"میں معذرت خواہ ہوں راحت صاحب لیکن اب ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے دعا کریں کے جلد سے جلد ہارٹ کا انتظام ہو جائے"۔

"کیا ہوا بھائی آپ کس سے بات کر رہے تھے اور اتنے پریشان کیوں ہیں۔۔۔؟"عون صاحب نے اُن کے چہرے پر پریشانی کے آثار دیکھ کر پوچھا۔

"ڈاکٹر کا فون تھا"اُنھوں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

"اچھا تو پھر۔۔۔کیا کہا ڈاکٹر نے؟"۔

"وہ کہہ رہا تھا کہ جس شخص کا دل ہم محب کو لگانے والے تھے اُسکا انتقال ہو گیا ہے"اُنھوں نے کرسی پر تھکے ہوئے شخص کی طرح بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا۔۔۔تو اب۔۔۔ہم کیا کریں گے؟"۔

"دعا کہ علاوہ اور کر ہی کیا سکتے ہیں"اُنھوں نے چہرہ چھت کی طرف کر لیا اور آنکھیں موند لیں۔

*___*___*

"السلام و علیکم"وہ کمرے میں داخل ہوئی تو بڑی امی الماری سے کپڑے نکال رہی تھیں۔

"واعلیکم السلام۔۔۔آؤ مہوش خیریت تو ہے تم اتنی صبح صبح "۔

"جی بڑی امی مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے"۔

"ہاں تو کہو تمھیں بات کرنے کے لیے کب سے اجازت لینے کی ضرورت پڑ گئی"اُنھوں نے الماری بند کر دی اور قریب ہی صوفے پر بیٹھ گئیں۔

"بڑی امی آپ پلیز بڑے پاپا کو ہماری شادی کے لیے راضی کریں"اُس نے اُن کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیے

اور منت سماجت کرنے لگی۔

"مہوش عون بھائی بھی اُن سے اس بارے میں بات کر چکے ہیں لیکن اُنھوں نے صاف صاف منع کر دیا ہے کہ جب تک ٹرانسپلانٹ نہیں ہو جاتا یہ شادی نہیں ہو گی" اُنھوں نے اپنے ہاتھ چھڑاتے ہوے کہا۔

"میں جانتی ہوں کہ بڑے پاپا نے بابا کی بات نہیں مانی لیکن میں چاہتی ہوں کہ آپ اُنھیں ہر حال میں راضی کریں" اُس نے ایک بار پھر سے منانے کی کوشش کی۔

"مہوش بیٹا تم تو اپنے بڑے پاپا کو جانتی ہو کہ جب وہ کوئی فیصلہ کر لیتے ہیں تو پھر وہ کسی کی نہیں سنتے اور ویسے بھی اب کیا بات کرنی ہے مقررہ وقت میں صرف ایک وقت ہفتہ رہ گیا ہے"۔

"بڑی امی ایک ہفتے میں سارا انتظام ہو جائے گا آپ فکر نہ کریں"۔

"مہوش بیٹا ضد نہ کرو تمھیں اس وقت سمجھ نہیں آ رہی لیکن اسی میں تمھاری بہتری ہے"۔

"لیکن جو میں کہہ رہی ہوں اُسی میں میری خوشی ہے اور کیا آپ میری خوشی کے لیے میری اتنی سی بات نہیں مان سکتی" بالآخر اُس نے جذبات کا سہارا لیتے ہوئے کہا۔

"میں تمھاری خوشی کے لیے تمھاری زندگی برباد نہیں کر سکتی شائد تمھیں پتا نہیں ہے کہ جس ڈونر کا دل ہم محب کو لگانے والے تھے اُس کا بھی انتقال ہو گیا ہے اب تو ڈاکٹر نے بھی صاف صاف کہہ دیا ہے کہ اگر اس مہینے میں محب کا آپریشن نہ ہوا تو ہم۔۔۔" وہ کہتی کہتی ہوئی رُک گئی تھیں۔

"میں جانتی ہوں اور میں آپ کو یہی بتانے آئی تھی کہ میں نے محب کے لیے ڈونر کا انتظام کر لیا ہے"۔

"کیا تم سچ کہہ رہی ہو کون ہے وہ ڈونر۔۔۔؟" یہ سُن کر اُداس چہرے پر عجیب سے خوشی چھا گئی تھی۔

"یہ میں آپ کو ابھی نہیں بتا سکتی اگر آپ چاہتی ہیں کہ محب کو ڈونر ملے تو آپ کو میری بات ماننی ہو گی"۔

"مہوش۔۔۔تم"۔

"تم پاگل تو نہیں ہو گئی" اُنھوں نے اُس کی خاموشی سے اندازہ لگا لیا تھا۔

"پاگل نہیں ہوں بڑی امی۔۔۔دل کے ہاتھوں مجبور ہوں"۔

"مہوش تمھیں ہوش بھی ہے کہ تم کیا کہہ رہی ہو" اُنھوں نے اُس کے بازہ پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے کہا۔

"بڑی امی میں اپنے پورے ہوش و آواز میں ہوں، محب کے آپریشن میں ایک مہینہ ہے اور میں اس ایک مہینے میں اپنی پوری زندگی اُس کے ساتھ گزارنا چاہتی ہوں اُس کے بعد میں

موت کا بھی کوئی غم نہیں"اُس نے دیوانگی کی حد کر دی تھی۔
"اگر تم اپنا دل دے کر اُسے بچا بھی لو تو پھر بھی وہ تمھاری موت کی خبر سُن کر مر ہی جائے گا"۔
"مجھے یقین ہے کہ آپ اُسے سنبھال لیں گی ویسے بھی میرا دل اُس کے ساتھ ہی ہو گا"اُس نے اپنی آنکھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔
"مہوش تم ہمت کیوں ہار رہی ہو انشاء اللہ جلد ہی کچھ ہو جائے گا"بڑی امی کو دیوانگی کی یہ باتیں سمجھ نہیں آ رہی تھیں۔
"بڑی امی کب تک آپ جھوٹی آس لگا کہ بیٹھی رہیں گی ہر گزرتا ہوا لمحہ محب کو موت کے قریب لے جا رہا ہے اور میں اُسے یوں اپنی نظروں کے سامنے مرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی"۔
"کچھ نہیں ہو گا محب کو اور نہ ہی تمھیں کچھ ہو گا اگر اللہ نے چاہا تو میرے سب بچے ایک ساتھ خوشحال زندگی گزاریں گے"اُنھوں نے اُسے گلے سے لگا کر حوصلہ دینے کی کوشش کی۔

*___*___*

"آپ سوئے نہیں ابھی تک"۔
"کب سے کوشش کر رہا ہوں لیکن نیند ہی نہیں آتی"اُنھوں نے سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔
"محب کی وجہ سے"اُنھوں نے پریشانی کی وجہ سے اندازہ لگا لیا تھا۔
"بیگم تم جانتی ہو کہ ایک ماں کی محبت اور ایک باپ کی محبت میں کیا فرق ہوتا ہے؟"۔
"ماں باپ اپنی اولاد سے ایک جیسا ہی پیار کرتے ہیں بھلا فرق کیسے ہو سکتا ہے"۔
"ہوتا ہے بیگم فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ ایک ماں اپنی محبت کا اظہار کر لیتی ہے لیکن باپ اپنی محبت کو اپنے غصے میں چھپائے رہتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اُس کا یہ غصہ ہی جو اُس کی اولاد کو غلط راہ پر چلنے سے بچائے گا"اُنھوں نے اپنے سوال کا جواب خود ہی دے دیا۔
"ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ واقعی جب کوئی بچہ غلطی کرتا ہے تو اُس کی ماں کہتی ہے کہ آ لینے دو تمھارے پاپا کو پھر دیکھنا وہ کیسے تمھاری خبر لیتے ہیں"اُنھوں نے بھی اثبات میں سر ہلایا۔
"باپ کا یہی ڈر ہوتا ہے جو بچے کہ دماغ میں رہتا ہے اور پھر جب بھی وہ کوئی غلط کام کرنے لگتا تو یہی ڈر اُسے روکتا ہے لیکن افسوس کہ اپنا ڈر قائم رکھتے رکھتے اُسے کبھی اپنی اولاد سے محبت کا اظہار کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا اور اُس کے سارے جذبات اُس کے دل میں ہی رہ جاتے ہیں"۔

''آپ نے اظہار نہ بھی کیا ہو لیکن آپ کے بچے پھر بھی جانتے ہیں کہ آپ اُن سے کتنی محبت کرتے ہیں'' اُنھوں نے راحت صاحب کا حوصلہ بڑھانے کی کوشش کی۔

''بیگم میں نے بھی یہ سوچا تھا کہ جو وقت میں محب کے ساتھ نہیں گزار سکا انشاءاللہ وہ اُس کے بچوں کے ساتھ گزاروں گا لیکن افسوس۔۔۔'' راحت صاحب کی آنکھوں سے اچانک آنسوؤں کا سیلاب اُمڈ آیا تھا۔

''یہ کیا ہو گیا ہے آپ کو۔۔۔ جتنا میں آپ کو جانتی ہوں چاہے جیسے بھی حالات آئے ہوں آپ تو ہمیشہ باہمت رہے ہیں پھر آج یوں بچوں کی طرح کیوں رو رہے ہیں'' یہ حالت دیکھ کر وہ بھی گھبرا گئی تھیں۔

''بیگم میں نے ساری زندگی بہت سے مشکل حالات دیکھے ہیں اور بہت ہی ہمت سے اُن کا سامنا بھی کیا ہے لیکن اب مجھ میں اتنی ہمت نہیں کہ اس عمر میں اپنے جوان بیٹے کی موت دیکھوں''۔

''انشاءاللہ آپ یہ غم نہیں دیکھیں گے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ستر ماؤں سے بھی زیادہ محبت کرتا ہے وہ اگر ایک دروازہ بند کرتا ہے تو سو اور دروازے کھول بھی دیتا ہے''۔

''اب یوں رونا بند کیجیے میں آپ کو یہی بتانے آئی تھی کہ محب کے لیے ہارٹ کا ارینج ہو گیا ہے''۔

''کیا یہ تم کیا کہہ رہی ہو'' راحت صاحب کو اپنی سماعت پر یقین نہیں آیا تھا۔

''جی میں سچ کہہ رہی ہوں میں نے محب کے لیے اپنی ایک فرینڈ سے بات کی تھی اُس کے بھائی ایک بڑے ہسپتال میں ڈاکٹر ہیں اور وہاں ایک مریض ہے جس کا ہارٹ محب کے کام آسکتا ہے'' مسز راحت نے تمام تفصیل بتا دی تھی جسے سُن کر راحت صاحب کو بھی حوصلہ ملا تھا۔

''بقول ڈاکٹر کے ہمارے پاس زیادہ سے زیادہ ایک مہینے کا وقت ہے''۔

''آپ پریشان نہ ہوں آپ کو ایک مہینے سے پہلے پہلے ہارٹ مل جائے گا بس آپ ڈاکٹر سے کہہ دیں کہ وہ اپنی تیاری پوری رکھے کسی بھی وقت آپریشن کی ضرورت پڑ سکتی ہے''۔

''اللہ تیرا شکر ہے'' راحت صاحب نے آسمان کی طرف نگاہیں کر کہ دعا مانگنے کے سے انداز میں کہا۔

''کیا آپ میری ایک بات مانے گے''۔

''بیگم تم نے جو خبر آج سنائی ہے اُس کے بدلے چاہے جان مانگ لو'' راحت صاحب نے خوشی سے چہکتے ہوئے کہا۔

''اللہ نہ کرے کہ آپ کو کچھ ہو میں تو بس یہ چاہتی ہوں کہ

محب اور مہوش کی شادی کی جو تاریخ ہم نے رکھی تھی اُسی تاریخ پر اُن دونوں کی شادی کر دی جائے‘‘مسزراحت نے بھی موقع کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنی بات منوانی چاہی۔

’’یہ بات تو ہم پہلے بھی کر چکے ہیں اور میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ جب تک ٹرانسپلانٹ نہیں ہو جاتا یہ شادی نہیں ہو گی‘‘راحت صاحب اپنی ضد پر قائم تھے۔

’’پہلے کی بات اور تھی لیکن اب تو ڈونر بھی مل گیا ہے اور انشاء اللہ بہت جلد محب کا ٹرانسپلانٹ بھی ہو جائے گا اور آپریشن کے بعد اُسے کافی ٹائم لگ جائے گا دوبارہ سے صحت مند ہونے میں اور ایسی صورت میں اُس کی بیوی اُس کا بہتر خیال رکھ سکتی ہے‘‘۔

’’وہ بات تو ٹھیک ہے لیکن آج تین تاریخ ہے اور دس تاریخ کو شادی اتنی ساری تیاریاں اتنے کم دنوں میں تم یہ سب کیسے کرو گی‘‘اُنھوں نے سوالیہ نگاہوں سے مسزراحت کی طرف دیکھا۔

’’آپ اُس کی فکر نہ کریں آپ اور عون بھائی مہمانوں اور کارڈ وغیرہ کا انتظام کر لیں باقی شاپنگ اور گھر کی تیاریاں میں اور میرے بچے مل کر لیں گے اور ویسے بھی پچھلے کچھ دنوں سے وہ سب بہت پریشان ہیں اسی بہانے بچے بھی خوش ہو جائیں گے‘‘۔

’’ٹھیک ہے اگر آپ سب مل کر لیں گے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے‘‘بالآخر اُنھوں نے اجازت دے ہی دی۔

’’شکریہ‘‘مسزراحت نے تشکر بھری نگاہوں سے راحت صاحب کی طرف دیکھا۔

شکریہ تو مجھے تمھارا ادا کرنا چاہیے آج تمھاری وجہ سے میں کتنے دنوں بعد چین کی نیند سو سکوں گا‘‘۔

’’ٹھیک ہے پھر ابھی آپ سو جائیں رات کافی ہو گئی ہے صبح جلدی اُٹھنا ہے‘‘اُنھوں نے لائٹ بند کر دی اور سونے کے لیے تیار ہو گئے۔

------*

’’ارے تم دونوں ابھی تک سو رہی ہو گھر میں اتنے سارے کام ہیں کرنے والے‘‘۔

’’کیا ہے عمارا اتنی صبح صبح کیوں تنگ کر رہے ہو جاؤ یہاں سے سونے دو ہمیں‘‘۔

’’کیا بات ہے یہ تو کمال ہو گیا ہمارے گھر کی نیوز کاسٹر جس کو پورے گھر کی خبر سب سے پہلے ہوتی تھی آج اُسے اتنی بڑی خبر کا پتا ہی نہیں چلا‘‘۔

’’کونسی خبر۔۔۔‘‘اُس نے آنکھیں ملتے ہوئے پوچھا۔

''گھر میں محب بھائی کی شادی کی تیاریاں چل رہی ہیں''۔

''کیا۔۔۔''یہ سُن کر آنکھیں فٹ سے کھل گئی تھیں۔

''لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے بابا نے تو منع کر دیا تھا نہ کہ جب تک بھائی کا آپریشن نہیں ہو جاتا شادی بھی نہیں ہو گی اور ابھی تو کوئی ڈونر بھی نہیں ملا''اُسے عمار کی باتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

''ڈونر مل گیا ہے اسی لیے تو بابا نے شادی کی اجازت دے دی ہے''۔

''کیا تم سچ کہہ رہے ہو کہاں سے ملا ڈونر''یہ سُن کر وہ بھی خوشی سے چہکنے لگی۔

''امی کی کوئی فرینڈ ہے اُن کے بھائی کے ہسپتال میں کوئی مریض ہے جس کا ہارٹ بھائی کو لگے گا''اُس نے تمام تر تفصیل بتا دی تھی۔

''لیکن بھائی وہ مریض اپنا دل بھائی کو کیوں دے گا اور اگر دے گا تو خود مر جائے گا''اریشہ نے بھی معصومیت بھرے انداز میں سوال کیا۔

''اریشہ میری پیاری سی ڈول۔۔۔''اُس نے بستر سے اُٹھا کر اپنی بانہوں میں بھر لیا۔

''ہم سب کو کس نے پیدا کیا ہے''۔

''اللہ تعالیٰ نے''۔

''زندگی اور موت کس کے ہاتھ میں ہے''۔

''اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں''وہ بھی تیز تیز جواب دے رہی تھی۔

''تو بس یوں سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے اُس مریض کی موت اور محب بھائی کی زندگی کا فیصلہ کیا ہے''۔

''لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنا فیصلہ کسی کو بھی نہیں بتایا پھر آپ کو کیسے پتا کہ اللہ تعالیٰ نے اُس مریض کی موت کا فیصلہ کیا ہے

''اس سوال پر تو وہ خود بھی مسکرا دیا تھا۔

''ہاہاہا۔۔۔تم اپنے کو سمارٹ سمجھتے ہو نہ اب دو اس کے سوالوں کے جواب''علیزے نے بھی قہقہ لگایا۔

''اریشہ بیٹا یہ بات تم ابھی نہیں سمجھو گی جب بڑی ہو جاؤ گی تو پھر بتاؤں گا ابھی تم دونوں فریش ہو کر نیچے آ جاؤ امی ناشتے کے لیے تم دونوں کا انتظار کر رہی ہیں''۔

------*

''السلام و علیکم امی جان۔۔۔''اُس نے احتراماً ہاتھ چوم کر کہا۔

''وا علیکم السلام۔۔۔ آج کتنے دنوں بعد تم سب سے پہلے ناشتے کے لیے آئے ہو''۔

''یہ میں کیا سُن رہا ہوں بابا نے شادی کے لیے اجازت دے دی''اُس نے ناشتے کے لیے بیٹھنے سے پہلے ہی سوال داغ دیا۔

''ہاں۔۔۔سُن تو تم ٹھیک رہے ہو لیکن لگتا ہے کہ تمھیں یہ جان کر خوشی نہیں ہوئی''اُنھوں نے سوالیہ نگاہوں سے محب کی طرف دیکھا۔

''ایسی بات نہیں ہے لیکن مجھے بس تجسس ہو رہا تھا کہ رات تو رات ایسا کیا ہو گیا کہ بابا نے اپنا فیصلہ ہی تبدیل کر دیا''محب نے کرسی پیچھے کی طرف کھینچی اور اُس پر براجمان ہو گیا۔

''بس سمجھ لو کہ میں نے اُن سے درخواست کی اور وہ مان گئے''اُنھوں جوس گلاس میں ڈال کر اُسے پیش کیا۔

''اور یقیناً یہ درخواست آپ نے مہوش کہ کہنے پر ہی کی ہو گی''اب کی بار سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے کی اُس کی باری تھی۔

''ایسی بات نہیں ہے بیٹا اصل میں پچھلے کچھ دنوں سے گھر کا ماحول کچھ ڈسٹرب تھا اور میرے خیال سے یہ موقع ہے دوبارہ سے خوشیاں بکھیرنے کا''۔

''ٹھیک ہے امی جان اگر آپ کو ایسا لگتا ہے تو یہی سہی''اُس نے جوس کا سپ بھرتے ہوئے کہا۔

''مبارک ہو بھائی جان''اُس نے پیچھے سے آ کر اُس کی قمر پر ہاتھ مارا۔

''کیا بات ہے آج تو عمار صاحب بھی اتنی صبح صبح اُٹھ گئے ہیں''۔

''میں ہی کیا آج تو سب جلدی اُٹھ گئے ہیں''۔

''اچھا۔۔۔کیوں''؟۔

''کیونکہ آپ کی شادی کی تیاریاں بھی تو کرنی ہیں''عقب سے آتی ہوئی علیزے نے جواب دیا۔

''لیکن اُس سے پہلے آج پارٹی ہو گی''اریشہ نے محب کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''کوئی پارٹی نہیں ہو گی۔۔۔یہ پارٹی شارٹی بھائی کے آپریشن کے بعد ابھی چپ چاپ ناشتہ کرو اور سکول جاؤ اور علیزے تم مہوش کو فون کر دو تم دونوں میرے ساتھ چلو گی بہت ساری شاپنگ کرنی ہے اور عمار تم محب کے ساتھ چلے جانا''اُنھوں نے ایک ہی سانس میں سب کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

''بھائی مجھے سکول نہیں جانا بلکہ آپ کے ساتھ جانا ہے''اُس نے محب کے کان میں سرگوشی کی۔

''امی جان اریشہ کو بھی جانے دیں ہمارے ساتھ وہ بھی کچھ شاپنگ کر لے گی''۔

''محب بیٹا تمھاری پہلے ہی طبیعت خراب ہے اور یہ لڑکی بہت

تنگ کرے گی تمھیں"۔

"نہیں امی جان کوئی مسئلہ نہیں ہے آپ فکر نہ کریں میں اریشہ کو سنبھال لوں گا اور ویسے بھی عمار بھی تو ساتھ ہی ہے "۔

"ٹھیک ہے لیکن زیادہ تنگ نہیں کرنا بھائی کو۔۔۔"اُنھوں نے اریشہ کو ہدایت کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں کروں گی۔۔۔"اُس نے خوشی سے چہکتے ہوئے کہا۔

"چلو ابھی باتیں بعد میں کر لینا ناشتہ شروع کرو"۔

*___*___*

آج کے دن سب لوگ پریشانیاں بھول کر شادی کے ماحول سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ محب کی طبیعت ٹھیک تھی لیکن راحت صاحب نے احتیاطً ڈاکٹر اور ایمبولینس کو بلا لیا تھا۔

شادی کے لیے خوب تیاریاں کی گئی تھی پورے شہر کے نامور لوگ اس وقت ایک چھت کے نیچے شادی میں شرکت کے لیے موجود تھے۔

"کتنے خوش لگ رہے ہیں دونوں ایک ساتھ "امی نے اُن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"وہ تو خوش لگ ہی رہے ہیں لیکن اُن سے زیادہ تو تم خوش لگ رہی ہو"راحت صاحب نے شوخی بھری نگاہوں سے بیگم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"خوش کیوں نہیں ہو نگی میرے بیٹے کی شادی ہے"اُنھوں نے بھی کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"تو کچھ خوشی دوسرے بچوں کے لیے بھی بچا کر رکھو کل کو اُن کی بھی شادی کرنی ہے"۔

"آپ جانتے ہیں میں نے اس شادی کے لیے اتنی ساری تیاریاں کیوں کی ہے وہ اس لیے کے میں اپنے سارے بچوں کی شادیوں کے ارمان آج ہی پورا کرنا چاہتی تھی کیا پتا کل ہو نہ ہو"اُنھوں نے حسرت بھری نگاہوں سے محب اور مہوش کی طرف دیکھا۔

"بیگم یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو، اگر اللہ نے چاہا تو ہم دونوں ساتھ مل کر اپنے بچوں کی ہی کیا بلکہ اُن کے بچوں کی بھی خوشیاں دیکھیں گے"راحت صاحب نے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"امی جان بابا جان چلیں سٹیج پر سب آپ کا انتظار کر رہے ہیں فیملی فوٹو کے لیے"عقب سے علیزے نے آواز دی۔

"ہاں بھئی چلو۔۔۔"بابا سے اجازت ملنے کی دیر تھی علیزے نے اُن دونوں کے ہاتھ پکڑے اور سٹیج کی طرف چل دی۔

------*

"صبح صبح اتنا تیار ہونے کی کیا ضرورت تھی میں تو پہلے ہی دل کا مریض ہوں اگر مجھے ہارٹ اٹیک ہو جاتا تو" وہ شیشے کے سامنے تیار ہو رہی تھی کہ محب نے اُس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اس سے زیادہ تیار تو میں شادی والے دن ہوئی تھی اُس دن اٹیک نہیں ہوا تو اب کیا ہو گا"۔

اچھا تو اس کا مطلب مجھے اٹیک ہونے سے تمھیں خوشی ہو گی "۔

"یہ صبح صبح کس بات پہ بحث چل رہی ہے" امی نے اُن دونوں کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں امی ہم نیچے ہی آ رہے تھے"۔

"اچھا ٹھیک ہے آ جاؤ ہم سب تمھارا ہی انتظار کر رہے ہیں" وہ مڑ کر جانے لگیں تو مہوش نے روک لیا۔

"محب تم چلو مجھے بڑی امی سے ایک ضروری بات کرنی ہے"۔

"ٹھیک ہے" اُس نے اثبات میں سر ہلایا اور باہر چلا گیا۔

"شکریہ بڑی امی۔۔۔ آپ نے مجھے زندگی کی سب سے بڑی خوشی دی ہے" اُس نے احتراماً ہاتھ چوم کر کہا۔

"اس میں شکریہ والی کونسی بات ہے یہ تو ہم سب ہی چاہتے تھے کہ تم ہمارے گھر کی بہو بنو"۔

"محب سے شادی میرا خواب تھا جو پورا ہو گیا اب چاہے موت بھی آ جائے کوئی غم نہیں"۔

"موت آئے تمھارے دشمنوں کو۔۔۔ اللہ تمھیں لمبی زندگی عطا کرے تا کہ تم اپنے شوہر کے ساتھ خوشگوار زندگی گزار سکو" اُنھوں نے اُس کے چہرے کو اپنے ہاتھ کے پیالے میں بھر لیا۔

"میں صرف دس دن محب کے ساتھ خوشی خوشی گزارنا چاہتی ہوں اُس کے بعد آپ جب چاہے آپریشن کے لیے ڈاکٹر سے بات کر سکتی ہیں" اُس کی آنکھوں کی نمی اُس کی رخسار پر آ گئی تھی۔

"مہوش ایک بات تو بتاؤ؟"۔

"جی پوچھیے بڑی امی" اُس نے اپنی آنکھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

"تمھیں یاد ہے تم کتنے سال کی تھی جب مریم کی موت ہوئی تھی۔۔۔؟" اُنھوں نے جائزہ لینے والی نگاہوں سے مہوش کی طرف دیکھا۔

"مجھے تو کچھ یاد نہیں ہے لیکن پاپا بتا رہے تھے کے میں پانچ سال کی تھی جب ماما کی وفات ہوئی تھی"۔

"تمھاری ماما کی وفات کے بعد تمھاری پرورش کس نے کی

تھی۔۔۔؟"۔

"آپ نے بڑی امی اور کس نے۔۔۔ لیکن یہ سب آپ کیوں پوچھ "اس سوال پر وہ چونک گئی تھی۔

"کیا تمھیں کبھی ایسا محسوس ہوا ہے کہ میں نے تم میں اور علیزے میں کوئی فرق کیا ہو "اُنھوں نے اُس کی بات کاٹ کر اپنے سوالوں کی قطار جاری رکھی تھی۔

"نہیں بڑی امی بلکہ میں تو دس سال کی عمر تک آپ کو ہی اپنی امی سمجھتی رہی تھی وہ تو بعد میں بابا نے بتایا کہ آپ میری امی نہیں بلکہ بڑی امی ہیں"۔

"پھر تم نے کیسے سوچ لیا کہ میں اپنے بیٹے کی زندگی کے لیے اپنی بیٹی کی جان قربان کر دوں گی "اُسے ساری بات کی سمجھ آگئی تھی اور اس نے شرمندگی سے اپنا سر جھکا لیا۔

"میں جانتی ہوں کہ آپ ایسا نہیں کرنا چاہتی۔۔۔ لیکن اس کے علاوہ اور کوئی حل بھی تو نہیں ہے"۔

"ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ستر ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے وہ جب اپنے کسی بندے کو ایک مشکل میں ڈالتا ہے تو اُس مشکل کے حل کے سو اسباب بھی پیدا کر دیتا ہے لیکن وہ ہماری نظر کی کمزوری ہوتی ہے کہ ہم اُسے دیکھ نہیں سکتے"۔

"مجھے آپ کی باتوں سے ایسا لگ رہا ہے جیسے محب کے لیے ہارٹ مل گیا ہے میں تو سمجھ رہی تھی کہ آپ نے میری ضد کی وجہ سے یہ بات کہی ہے"۔

"بچے ضد کرتے ہی ہیں لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ اُن کے لیے کیا اچھا ہے اور کیا برا، تم نے چاہے مجھے اپنی ماں سمجھا ہو یا نہ سمجھا ہو لیکن میں نے ہمیشہ تمھیں اپنی بیٹی مانا ہے اور میں کوئی بھی ایسا فیصلہ نہیں کروں گی جس سے تمھیں کوئی تکلیف ہو "آج پہلی بار وہ اس لہجے میں مہوش سے بات کر رہی تھیں۔

"ایسی بات نہیں ہے میں نے ہمیشہ آپ کو اپنی امی ہی سمجھا ہے وہ تو میں بس محب کی وجہ سے اُس دن پتا نہیں کیا کہہ گئی آپ پلیز مجھے معاف کر دیں "اُس نے فوراً اپنی غلطی کی معافی مانگ لی۔

"جو ہونا تھا سو ہو گیا ابھی ان سب باتوں کے بارے میں مت سوچو اور اپنی زندگی کو انجوائے کرو"۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں بڑی امی آنے والے کل کی فکر میں ہمیں اپنا آج ضائع نہیں کرنا چاہیے"۔

"اچھا اب باتیں بہت ہو گئی ہیں جلدی سے نیچے چلو سب لوگ کھانے کی میز پر ہمارا انتظار کر رہے ہونگے"۔

"جی چلیے۔۔" اُس نے جلدی سے اپنا خلیہ درست کیا اور اُن کے ساتھ چل دی۔

*___*___*

"امی جان آپ نے بلایا تھا" محب امی کے کمرے میں آیا تو وہ صوفے پر بیٹھ کر پرانی تصویریں دیکھ رہی تھیں۔

"آؤ محب بیٹا میں تمھارا ہی انتظار کر رہی تھی" اُنھوں نے البم بند کر کہ سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔

"امی خیریت تو ہے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی" وہ وہیں اُن کے سامنے دوزانوں ہو گیا۔

"میں ٹھیک ہوں بیٹا بس سر میں تھوڑا سا درد ہے" اُنھوں نے پیار سے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"امی آپ کی آنکھیں دیکھ کر لگتا ہے جیسے آپ رو رہی تھیں سب ٹھیک تو ہے" اُس نے چہرہ کا بغور جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں سب ٹھیک ہے وہ بس کل تم لوگ یہاں سے جا رہے ہو نا یہی سوچ کر آنکھ بھر آئی"۔

"ہم لوگ کہاں جا رہے ہیں" اُس کے لہجے میں خیرت عیاں تھی۔

"محب تم تو جانتے ہو کہ ڈاکٹر کے بقول تمھارا آپریشن اسی مہینے میں ہونا ضروری ہے ورنہ اگلے مہینے سے تمھاری طبیعت خراب ہونا شروع ہو جائیگی اور ویسے بھی میں نے بھی جہاں متبادل دل کے لیے بات کی وہاں سے بھی کسی وقت بھی فون آ سکتا ہے اس لیے کل ہی تم اور مہوش اسلام آباد والے گھر جا رہے ہو" اُنھوں نے ساری تفصیلات سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

"تو کیا آپ ہمارے ساتھ نہیں چلیں گی؟"۔

"نہیں بیٹا تم تو جانتے ہو مجھے ہسپتال سے ویسے ہی گھبراہٹ ہوتی ہے اس لیے میں تو نہیں آ سکوں گی لیکن دو یا تین دن بعد تمھارے بابا وہاں آجائیں گے"۔

"امی میری زندگی کا اتنا بڑا آپریشن ہونے جا رہا ہے مجھے وہاں آپ کی ضرورت پڑے گی" اُس نے بچوں کی طرح ضد کرتے ہوئے کہا۔

"تم پریشان نہ ہو میری دعائیں ہر وقت تمھارے ساتھ ہیں" اُنھوں نے پیار سے اُس کا ماتھا چوم کر اُسے حوصلہ دینے کی کوشش کی۔

"لیکن پھر بھی اگر آپ وہاں ہونگی تو مجھے بھی ہمت ملے گی"۔

"محب تم تو جانتے ہو کہ عمار کے امتحان ہونے والے ہیں اور علیزے اور اریشہ بھی کافی دنوں سے سکول نہیں جا رہے ہیں اس لیے میرا یہاں رہنا زیادہ ضروری ہے اس لیے ضد نہ کروا

ور جاؤ جا کر تیاری کرو"۔

"ٹھیک ہے امی جیسا آپ کا حکم "اُس نے بحث کرنا مناسب نہ سمجھا اور فرمانبردار بیٹے کی طرح حکم مان لیا۔

------*

"محب اور مہوش تو اسلام آباد پہنچ گئے ہیں لیکن آپ کب جا رہے ہیں "اُنھوں نے چائے کا کپ پیش کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کا کیا مطلب ہے کیا تم نہیں جا رہی میرے ساتھ "راحت صاحب نے سوالیہ نگاہوں سے اُن کی طرف دیکھا۔

"راحت صاحب صرف محب ہی نہیں بلکہ یہ تینوں بھی میرے ہی بچے ہیں اور ان کو بھی دیکھ بھال کی ضرورت ہے"۔

"ہاں تو ان کو بھی ساتھ لے چلتے ہیں "راحت صاحب نے ایک آسان سا حل پیش کیا۔

"نہیں پہلے ہی ان کی پڑھائی کا بہت نقصان ہو گیا ہے اب مزید چھٹیاں مناسب نہیں اس لیے آپ چلے جائیں"۔

"اچھا ٹھیک ہے۔۔۔ بیگم ویسے ابھی تک کسی کا فون نہیں آیا "راحت صاحب نے چائے کا سپ بھرتے ہوئے کہا۔

"آپ پریشان نہ ہوں راحت صاحب آپ بے فکر ہو کر جایئے انشاءاللہ ایک دو دن تک دل آپ کے پاس اسلام آباد پہنچ جائے گا "اُنھوں نے بھی چائے کا سپ بھرا۔

"یہ کونسی سہیلی ہے جس کی بات پر تمھیں اتنا پکا یقین ہے"۔

"میری بچپن کی دوست ہے خود بھی ڈاکٹر ہے اور وہ ہسپتال اُسی کے بھائی کا ہے جہاں محب کا آپریشن ہو گا"۔

"کیا نام ہے اُس ڈاکٹر کا "راحت صاحب نے ایک اور سپ بھرا۔

"میری سہیلی کا نام تو فریحہ ہے لیکن میرے خیال سے جو ڈاکٹر محب کا آپریشن کرے گا اُس کا نام ڈاکٹر جہانگیر ہے "اُنھوں نے تمام تر تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے میں کل جاتے ہی اُسے مل لوں گا "اُنھون نے جواب دیا اور پھر وہ دونوں چائے پینے میں مصروف ہو گئے۔

------*

وہ اپنے کمرے میں سو رہی تھیں کہ اچانک فون کی گھنٹی کی آواز سے گھبرا کر اُٹھ گئی۔

"ہیلو۔۔۔ "اُنھوں نے فون اپنے کان سے لگایا۔

"بڑی امی میں مہوش "دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ہاں مہوش بولو تم اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہو؟"۔

"بڑی امی اچانک محب کو سینے میں درد شروع ہو گیا ہے ہم

اُسے ہسپتال لے کر آئے ہیں ڈاکٹر کہہ رہے ہیں کہ اب مزید دیر کیے بغیر محب کا آپریشن کرنا ہو گا ورنہ اُس کی جان بچانا مشکل ہو جائے گا''اُس نے روتے ہوئے تمام تفصیل بتائی۔

''تم پریشان مت ہو انشاءاللہ کچھ نہیں ہو گا میرے بیٹے کو''۔

''بڑی امی آپ اپنی دوست سے پتا کریں کہ ڈونر کی کیا صورتحال ہے اب زیادہ انتظار نہیں کر سکتے''۔

''ٹھیک ہے تم پریشان مت ہو میں اُس سے رابطہ کرتی ہوں ''اُنھوں نے کال بند کی اور پھر سے موبائل سے نمبر ملا کر کان پر لگایا اور جلدی سے اُٹھ کر کمرے سے باہر نکل گئیں۔

*___*___*

''مہوش کیا تمھاری فاطمہ سے بات ہوئی ہے میں کب سے کال کر رہا ہوں لیکن وہ فون ہی نہیں اُٹھا رہی''۔

''جی بڑے پاپا میری رات کو بات ہوئی تھی بڑی امی سے وہ اپنی فرینڈ کے ہسپتال جانے والی تھی''۔

''پتا نہیں کب پہنچے گا دل اور کب آپریشن ہو گا''۔

''راحت صاحب مبارک ہو ہارٹ مل گیا ہے ابھی آپ اس پیپر پر اپنے دستخط کر دیں تاکہ ہم جلد سے جلد آپریشن شروع کر سکیں''ڈاکٹر جہانگیر نے اُن کی بات کاٹتے ہوئے کہا
۔

''کیا۔۔۔ آپ سچ کہہ رہے ہیں ڈاکٹر صاحب''اُن کا چہرہ ایک دم سے کِھل گیا تھا۔

''جی میں سچ کہہ رہا ہوں آپ جلدی سے سائن کریں تاکہ ہم اپنا کام شروع کریں''ڈاکٹر نے پھر سے اپنی بات دہرائی۔

''لیجیے میں نے سائن کر دیئے ہیں''اُنھوں نے سائن کر کہ کاغذ لوٹا دیئے۔

''بہت شکریہ۔۔۔ اب آپ لوگ دعا کریں انشاءاللہ اللہ نے چاہا تو ہم کامیاب ہونگے''۔

''انشاءاللہ''ڈاکٹر پہلے سے ہی تیار بیٹھے تھے ہارٹ ملتے ہی وہ آپریشن تھیٹر میں داخل ہو گئے اور آپریشن شروع کر دیا۔

*___*___*

ہر گزرتے ہوئے لمحے کے ساتھ اُن کی سانسیں تیز ہو رہی تھیں پچھلے پانچ گھنٹے سے ڈاکٹر آپریشن تھیٹر میں گھسے ہوئے تھے، انتظار کا ایک ایک لمحہ اُن پر بھاری تھا۔

''مبارک ہو راحت صاحب اللہ تعالیٰ نے ہمیں کامیابی عطا فرمائی اور ہم محب کے آپریشن میں کامیاب رہے''ڈاکٹر جہانگیر کے چہرے سے فتح کے تاثرات واضع تھے۔

''بہت شکریہ ڈاکٹر صاحب''اُنھوں نے خوشی سے ڈاکٹر کو گلے لگا لیا۔

''میں ابھی یہ خوشخبری بڑی امی کو سناتی ہوں''اُس نے موبائل سے نمبر ملایا اور کان کے ساتھ لگا کر انتظار کرنے لگی لیکن دوسری طرف سے نمبر بند جا رہا تھا۔

''کیا ہوا۔۔۔؟''۔

''پتا نہیں بڑے پاپا ابھی بھی نمبر بند جا رہا ہے''۔

''گھر والے نمبر پر کال کرو''۔

''جی ٹھیک ہے''اُس نے پھر سے نمبر ملایا اور فون کان کے ساتھ لگا لیا۔

''السلام و علیکم۔۔۔''دوسری طرف سے آنے والی مردانہ آواز سے صاف پتا چلتا تھا کہ فون عمار نے اُٹھایا تھا۔

''وا علیکم السلام۔۔۔عمار میں مہوش''۔

''جی بھابھی کیسی ہیں آپ اور محب بھائی کی طبیعت کیسی ہے''۔

''تمھارے لیے اچھی خبر ہے محب کا آپریشن کامیاب ہو گیا ہے اور وہ اب بالکل ٹھیک ہے''۔

''اللہ کا شکر ہے''اُس نے آسمان کی طرف نگاہیں کر کہ بلند آواز میں کہا۔

''اچھا بڑی امی کہاں ہیں میں کب سے اُن کا نمبر ملا رہی ہوں''مہوش نے دیر کیے بغیر سوال کیا۔

''امی تو کل رات سے ہی اسلام آباد کے لیے نکل گئی تھیں میں نے ساتھ چلنے کو کہا تو کہنے لگیں کے تم یہیں علیزے اور اریشہ کے پاس رُکو''۔

''کیا۔۔۔کل رات سے''اُسے اپنی سماعت پر یقین نہیں آیا۔

''کیوں کیا ہوا۔۔۔کیا ابھی تک امی آپ سے نہیں ملی''۔

''نہیں میں تو کل سے ہسپتال میں ہی ہوں،اچھا میں سمجھ گئی بڑی امی کو ہسپتال سے ڈر لگتا ہے نہ اس لیے وہ گھر چلی گئی ہو نگی تم پریشان مت ہو میں گھر جا کر اُن سے مل لیتی ہوں''اُس نے بات کو گول کر دیا۔

''ٹھیک ہے جب اُن سے ملیں تو مجھے کال کر لینا اریشہ بار بار امی کے بارے میں پوچھ رہی ہے''۔

''ٹھیک ہے اللہ حافظ''اُس نے موبائل بند کر کہ بڑے پاپا کی طرف دیکھا۔

''میں گھر جا کہ دیکھتا ہوں''۔

''بڑے پاپا رُک جائیں بابا گھر پر ہی ہیں میں اُن سے پوچھ لیتی ہوں''جیسے ہی وہ مڑ کر جانے لگے تو۔مہوش نے پیچھے سے آواز دی۔

''ہاں ٹھیک ہے پھر جلدی سے رابطہ کرو''۔

''جی۔۔۔''اُس نے پھر سے نمبر ملایا اور موبائل کان سے لگا کر

انتظار کرنے لگی۔

"السلام وعلیکم۔۔۔"۔

"بابا بڑی امی گھر پر ہیں کیا۔۔۔"اُس نے سلام کے جواب کا انتظار کیے بغیر سوال پوچھا۔

"نہیں بیٹا میں تو صبح سے گھر پر ہی ہوں بھا بھی تو یہاں نہیں آئی۔۔۔"دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کیا اگر گھر پر بھی نہیں ہیں تو پھر کہاں جا سکتی ہیں"اُس نے پریشانی میں سر پکڑ لیا۔

"کیا ہوا سب خیریت تو ہے"اُس کی بات سُن کر عون صاحب بھی پریشان ہو گئے تھے۔

"جی بابا بڑی امی کل رات سے گھر سے نکلی ہوئی ہیں یہاں اسلام آباد آنے کے لیے لیکن ابھی تک یہاں نہیں پہنچی"۔

"تو بھائی سے کہو کہ ڈرائیور کو کال کریں یقیناً بھا بھی ڈرائیور کو ساتھ لے کر ہی گئی ہو نگی کیونکہ بھا بھی کو تو گاڑی چلانا نہیں آتا"عون صاحب نے اپنے خیال کے مطابق حل پیش کیا۔

"ٹھیک ہے بابا"۔

"بڑے پاپا ڈرائیور کو کال کریں۔۔۔"اُس نے فون بند کیا اور بڑے پاپا کو کال کرنے کا کہا۔

"ہاں ٹھیک کہہ رہی ہو تم میں ابھی کال کرتا ہوں"۔

"ہیلو۔۔۔احمد کہاں ہو تم"پریشانی میں سلام دعا کی ہوش بھی نہیں تھی۔

"جی سر میں تو گھر پہ ہی ہوں"۔

"گھر پر کیا کر رہے ہو تم تو فاطمہ کو لے کر اسلام آباد آنے والے تھے نا"۔

"نہیں سر میں تو گھر پر ہی ہوں اور مجھے کسی نے بھی اسلام آباد جانے کا نہیں کہا اور بیگم صاحبہ کو تو صبح سے میں نے دیکھا ہی نہیں"ڈرائیور نے ساری صورتحال سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

"گاڑی کہاں ہے"۔

"سر گاڑی تو یہیں گیراج میں کھڑی ہے"۔

"ٹھیک ہے"اُنھوں نے بے دلی سے فون بند کیا اور وہیں ایک ٹیبل پر بیٹھ گئے۔

"بڑے پاپا کیا کہا ڈرائیور نے؟"۔

"وہ گاڑی لے کر نہیں گئی"اُنھوں نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔

"ہو سکتا ہے بڑی امی نے ڈرائیور کو نہ اُٹھایا ہو اور لوکل آ گئی ہوں"۔

"ہو سکتا ہے تم یہیں رُکو میں اسٹیشن پر دیکھ کر آتا

ہوں''راحت صاحب مڑ کر جانے لگے تو موبائل پر ایک انجان نمبر سے آنے والی کال کو دیکھ کر رُک گئے۔

''ہیلو۔۔۔''اُنھوں نے موبائل کان سے لگایا۔

''کیا میں راحت صاحب سے بات کر سکتی ہوں'' دوسری طرف سے آنے والی آواز کسی عورت کی تھی۔

''جی بول رہاہوں''۔

''راحت صاحب میں ڈاکٹر فریحہ بات کر رہی ہوں۔۔۔فاطمہ کی دوست''۔

''جی ڈاکٹر صاحبہ کہیے''نام سنتے ہی اُنھوں نے پہچان لیا تھا۔

''راحت صاحب مجھے آپ سے فاطمہ کے بارے میں بات کرنی ہے''ڈاکٹر نے بھی مزید تعارف کی بجائے مدعے کی بات کی۔

''کیا فاطمہ کے بارے میں لیکن اُس کا تو کچھ پتا نہیں کہاں ہے وہ۔۔۔''۔

''جی میں جانتی ہوں راحت صاحب آپ جتنی جلدی ہو سکے لاہور آجائیں مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے''۔

''کیا فاطمہ لاہور میں ہے ہم سب تو اُسے اسلام آباد میں ڈھونڈ رہے ہیں''۔

''جی راحت صاحب فاطمہ یہی ہے میرے پاس لیکن جتنی جلدی ہو سکے آپ یہاں آجائیں''۔

''سب خیریت تو ہے ڈاکٹر''اُنھیں ڈاکٹر کی باتوں سے پریشانی کا اندازہ ہو گیا تھا۔

جی فی الحال میں آپ کو کچھ نہیں بتا سکتی آپ جتنی جلدی ہو سکے لاہور آجائیں میں ہسپتال کا ایڈریس آپ کو میسج کر رہی ہوں''ڈاکٹر نے یہ کہہ کر فون بند کر دیا اور راحت صاحب نے موبائل جیب میں رکھا اور جلدی سے گاڑی کی طرف ہو لیے۔

------*

''جی سر کس سے ملنا ہے آپ کو''جیسے ہی وہ ہسپتال کے اندر داخل ہوئے تو ریسیپشنسٹ نے اُن سے سوال کیا۔

''مجھے ڈاکٹر فریحہ سے ملنا ہے''بھاگتے ہوئے آنے کی وجہ سے وہ ہانپ رہے تھے۔

''آپ یہاں سے سیدھے چلے جائیں آگے جا کر دائیں طرف مڑتے ہی پہلا آفس ڈاکٹر فریحہ کا ہی ہے''ریسیپشنسٹ نے ہاتھ سے اشارہ کر کہ راستہ بتایا۔

ریسیپشنسٹ کے بتائے ہوئے راستے سے گزرتے ہوئے جیسے ہی دروازے پر پہنچے تو دستک دیئے بغیر ہی اندر چلے گئے۔

''ڈاکٹر فاطمہ کیسی ہے''۔

''آیئے راحت صاحب میں آپ کا ہی انتظار کر رہی تھی''۔
''فاطمہ کہاں ہے''اُنھوں نے پھر سے اپنی بات کو دہرایا۔
''یہ آپ کی ایک امانت تھی میرے پاس''ڈاکٹر نے ایک خط دراز سے نکالا اور راحت صاحب کی طرف بڑھادیا۔
''ڈاکٹر صاحبہ میں آپ سے فاطمہ کے بارے میں پوچھ رہا ہوں اور آپ یہ کیا۔۔۔''۔
''راحت صاحب آپ کے تمام سوالوں کے جواب اسی کے اندر ہیں''راحت صاحب نے کانپتے ہاتھوں سے وہ خط پکڑا اور کھول کر پڑھنے لگے۔
''راحت آپ ایک بہت اچھے بیٹے ایک اچھے بھائی تو تھے ہی لیکن آپ اُس سے بھی اچھے شوہر اور باپ ہیں، آپ نے اپنی فیملی کے لیے ہمیشہ اپنی اوقات سے بڑھ کر کوشش کی ہے میں جانتی ہوں کہ کس طرح آپ نے دن رات ایک کیا ہے محب کے لیے ڈونر ڈھونڈنے میں لیکن شاید قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا اس لیے آپ اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکے۔
یقیناً اس وقت آپ سوچ رہے ہونگے کہ میں نے ایسا کیوں کیا ہے لیکن آپ خود سوچیے کہ جب آپ جوان بیٹے کی موت کا غم برداشت نہیں کر سکتے تو میں تو ماں ہوں میں کیسے یہ سب برداشت کرتی اس لیے ہر روز پل پل مرنے کی بجائے میں نے ایک بار کا ہی مرنا قبول کر لیا۔
میں نے آپ سے کہا تھا نا کہ آپ اپنے بچوں کی خوشیاں ضرور دیکھیں گے لیکن افسوس اب میں نہیں ہونگی لیکن میرے نہ ہونے کی وجہ سے کسی بچے کے ساتھ بھی زیادتی نہیں ہونی چاہیے۔میں جانتی ہوں کہ آپ کو اس وقت بہت غصہ آرہا ہو گا کیونکہ آپ نے کبھی کہا ہو یاں نہ کہا ہو میں جانتی ہوں کہ آپ مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں اور یقیناً اس وقت آپ ہسپتال کے خلاف کیس بھی کرنے کا سوچ رہے ہونگے لیکن اس میں ان کا کوئی قصور نہیں ہے بلکہ میں تو احسان مند ہوں اپنی بچپن کی دوست فریحہ کی جس نے سارے قوانین کو توڑ کر میرے لیے اتنا کچھ کیا۔شروع میں وہ بھی نہیں مان رہی تھی لیکن پھر میں نے اُسے بڑی مشکل سے راضی کیا ہے اس لیے آپ ایسا کچھ نہ کریے گا جس سے اُسے کوئی تکلیف ہو۔
محب کے صحت یاب ہونے کے بعد آپ کام کی تمام ذمہ داریاں اُس پر ڈال دیجیے گا اور عمار کو میڈیکل کی پڑھائی کروا کر اچھا ڈاکٹر بنایئے گا،علیزے جس طرح خبریں پھیلاتی رہتی ہے مجھے لگتا ہے کہ وہ ایک اچھی نیوز کاسٹر بنے گی اور اریشہ وہ تو ابھی بہت چھوٹی ہے میرے بغیر بہت آپ کو بہت تنگ کر

ے گی لیکن آپ سختی سے نہیں بلکہ نرمی سے اُسے سنبھالنے کی کوشش کریے گا''اُن کی آنکھوں سے نکلنے والے آنسو گال سے ہوتے ہوئے کوٹ پر گر رہے تھے اُنھوں نے اگلا صفحہ کھولا۔

''جب تک محب ٹھیک نہیں ہو جاتا اُسے میرے بارے میں پتا نہیں چلنا چاہیے کیونکہ وہ اتنا بڑا صدمہ برداشت نہیں کر پائے گا اگر وہ پوچھے تو کہہ دینا کہ میں اُس کی خالہ کے پاس لندن گئی ہوئی ہوں اور پھر جب وہ ٹھیک ہو جائے تو اُسے میرا خط دے دینا مجھے یقین ہے خط پڑھنے کے بعد وہ سنبھل جائے گا''۔

''اگر اتنے سالوں میں مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہو تو مجھے معاف کر دیجیے گا''یہ سب پڑھنے کے بعد اُنھیں ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی پہاڑ سا اُن کے اوپر آن گرا ہو اُنھوں نے خط بند کر جیب میں ڈالا تو ڈاکٹر نے اُنھیں مزید دو خط دے دیے جو مہوش اور محب کے نام تھے۔

''فاطمہ۔۔۔کہاں۔۔۔ہے''اُن کے حلق سے بمشکل آواز نکلی۔

''آیئے میرے ساتھ''ڈاکٹر اُنھیں اپنے ساتھ مردہ خانے کی طرف لے گئی جہاں اُن کی بیگم کی لاش رکھی ہوئی تھی۔

*___*___*

''ہیلو۔۔۔عمار کہاں ہو تم''اُنھوں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

''جی بابا میں گھر پر ہی ہوں۔۔۔لیکن کیا ہوا آپ رو کیوں رہے ہیں''آواز سُن کر وہ بھی پریشان ہو گیا تھا۔

''بیٹا۔۔۔تمھاری امی۔۔۔وہ اب ہمارے ساتھ نہیں رہی''۔

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں بابا''اتنی بڑی خبر کسی بجلی کے جھٹکے سے کم نہیں تھی۔

''میں ٹھیک کہہ رہا ہوں بیٹا اور میں ابھی اُس کی میت لے کر گھر ہی آ رہا ہوں تم ایسا کرو کے ڈرائیور سے کہو کہ وہ اریشہ کو اسلام آباد لے جائے محب اور مہوش کے پاس وہ یہ سب دیکھے گی تو گھبرا جائے گی''۔

''امی۔۔۔''اُس کے ہاتھ سے موبائل نیچے گر گیا اور خود بھی وہیں گھٹنوں کے بل گر گیا اُس کی آنکھوں میں آنسو تھے لیکن آواز کنٹرول میں تھی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ رونے کی آواز سُن کر اریشہ اور علیزے بھی پریشان ہو جائے گی۔

*___*___*

''مہوش میں جا رہی ہوں میرا گھر میرے بچے اب سب کچھ تمھارے حوالے ہے۔مجھے یقین ہے کہ کوئی سمجھے یا نہ سمجھے لیکن تم اچھی طرح سمجھ جاؤ گی کہ میرے پاس اس کے علاوہ

اور کوئی راستہ نہیں تھا۔

تم پانچ سال کی تھی جب تمھاری ماں تمھیں چھوڑ کر چلی گئی تھی پھر میں تمھیں اپنے گھر لے آئی تھی۔میں نے تمھیں اپنی بیٹی بنا کر پالا ہے کبھی بھی تم میں اور اپنے بچوں میں فرق نہیں کیا اس لیے تم بھی مجھ سے وعدہ کرو کہ تم بھی کبھی اپنے اور میرے بچوں میں فرق نہیں کرو گی، رشتے میں تو تم ان کی بھا بھی ہو لیکن مجھے یقین ہے کہ تم ان تینوں کو ماں بن کر ہی پالو گی۔

اللہ تعالیٰ تم سب کو دنیا بھر کی تمام خوشیاں عطا کرے اور غم کو تم سے کوسوں دور رکھے اور تم دونوں کو اپنی اولاد کی خوشیاں دیکھنا نصیب کرے''۔

''میں وعدہ کرتی ہوں بڑی امی کہ میں آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوں گی انشاء اللہ روز محشر آپ مجھے اپنے وعدہ وفا کرنے والوں میں پائیں گی'' وہ روتی ہوئی خود سے عہد کر رہی تھی۔

''تمھاری بڑی امی نے ثابت کر دیا ہے کہ ماں کی محبت بے لوث ہوتی ہے اور وہ ممتا کے لیے کوئی بھی قربانی دینے سے دریغ نہیں کرتی''۔

*___*___*

''مہوش دو ہفتے ہو گئے ہیں میرے آپریشن کو لیکن ابھی تک اریشہ کے علاوہ گھر سے کوئی بھی مجھے ملنے نہیں آیا سب ٹھیک تو ہے'' اُسے فکر ہونے لگی تھی۔

''ہاں سب ٹھیک ہے میری کچھ دیر پہلے ہی علیزے سے بات ہوئی ہے'' مہوش نے اُسے تسلی دینے کی کوشش کی۔

''اچھا تو تم ہی میری بات کروا دو امی سے میرا بہت دل چاہ رہا ہے اُن سے بات کرنے کا''۔

''امی تو یہاں نہیں ہیں'' نہ چاہتے ہوئے بھی اُس کہ منہ سے نکل گیا۔

''کیا مطلب یہاں نہیں ہے'' اُس نے سوالیہ نگاہوں سے مہوش کی طرف دیکھا۔

''میرا مطلب ہے کہ وہ پاکستان میں نہیں ہیں بلکہ لندن گئی ہوئی ہیں خالہ کے پاس''۔

''تو کیا وہ اریشہ کو ساتھ لے کر نہیں گئیں'' اُس نے سوالیہ نگاہوں سے مہوش کی طرف دیکھا۔

''نہیں خالہ کی طبیعت زیادہ خراب تھی اس لیے بڑی امی اریشہ کو میرے پاس چھوڑ کر گئیں ہیں''۔

''میرے موبائل میں خالہ کا نمبر ہے تم ایسا کرو کہ میرے موبائل سے لندن فون کرو مجھے امی سے بات کرنی ہے'' وہ اپنی بات پر بضد تھا۔

''تمھارا موبائل تو کافی دنوں سے گھر پڑا ہوا ہے ابھی میں گھر جاؤں گی تو آتے وقت لے آؤں گی''۔

''مہوش مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو کیونکہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا ہے کہ اتنے دن گزر گئے ہوں اور امی نے مجھ سے ایک بار بھی بات نہ کی ہو''۔

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو محب بڑی امی نے تو کافی بار فون کیا ہے لیکن تم سو رہے تھے اور ڈاکٹر نے تمھیں ڈسٹرب کرنے سے منع کیا تھا اس لیے تم سے بات نہیں ہو پائی''وہ بھی اپنی بات پر ڈھٹائی سے قائم تھی۔

''اگر اب امی کا فون آئے تو بے شک میں سویا بھی ہوا تو مجھے اُٹھا دینا''بالآخر اُس نے تھک ہار کر مان ہی لیا۔

''اچھا ٹھیک ہے اب زیادہ باتیں نہ کرو اور آرام کرو تمھارے زخم ابھی تازہ ہیں''۔

''ہاں ٹھیک ہے''اُس نے آنکھیں بند کیں اور پھر سے سونے کی کوشش کرنے لگا۔

*___*___*

''اریشہ کہاں ہے''گھر آتے ہی اُس نے اریشہ کے بارے میں پوچھا۔

''کل صبح ڈرائیور آیا تھا تو میں نے اریشہ کو اُس کے ساتھ لاہور بھیج دیا تھا''۔

''اس کا مطلب کہ امی آ گئیں ہیں لندن سے اسی لیے تو اُنھوں نے اریشہ کو واپس بلا لیا ہے''اُس نے خود سے ہی اندازہ لگا لیا۔

''ہوں''اُس نے کچھ نہ کہنا ہی مناسب سمجھا۔

''مہوش سامان پیک کرو ہم بھی گھر جا رہے ہیں''اُس نے اچانک سے فیصلہ کیا۔

''اتنی جلدی بھی کیا ہے ابھی تو ہسپتال سے آئے ہیں''۔

''ایک مہینہ ہو گیا ہے مجھے ہسپتال میں پڑے ہوئے اور تم کہہ رہی ہو کہ جلدی کیا ہے''وہ زچ ہو گیا تھا۔

''وہی تو کہہ رہی ہوں کہ ایک مہینے سے آپ بستر پر رہے ہیں اس لیے ابھی کچھ دن گھومتے پھرتے ہیں آپ کا موڈ بھی فریش ہو جائیگا''۔

''اس وقت میرا بالکل بھی سیر سپاٹے کرنے کا دل نہیں چاہ رہا میں بس اپنے گھر جانا چاہتا ہوں''۔

''لیکن محب۔۔۔''وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اُس نے مہوش کی بات کاٹ دی تھی۔

''مہوش سمجھنے کی کوشش کرو پچھلے ایک مہینے سے میں نے اپنی فیملی کو نہیں دیکھا میں ترس گیا ہوں اُن کو دیکھنے کے لیے

۔"

"اچھا ٹھیک ہے جیسے آپ کی مرضی" وہ جان چکی تھی کہ اب بحث بیکار ہے۔

------*

وہ لوگ واپس لاہور آرہے تھے سارے راستے وہ دونوں خاموشی سے بیٹھے رہے، مہوش کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ محب سے کیا کہے لیکن وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اگر اُسے بعد میں پتا چلا تو اُسے زیادہ دکھ ہو گا۔

"محب میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں" جیسے ہی ڈرائیور نے گاڑی گھر کے سامنے روکی تو بالآخر اُس نے ہمت جتائی۔

"بعد میں ابھی میں پہلے سب سے ملنا چاہتا ہوں" وہ جلدی سے گاڑی سے اُترا اور مرکزی دروازے کی طرف ہو لیا۔

"السلام وعلیکم۔۔۔" وہ مرکزی دروازے سے اندر داخل ہوا تو علیزے کو اپنے سامنے دیکھ کر کہا۔

"محب بھائی" علیزے کی نظر اُس پر پڑی تو بھاگتی ہوئی اُس سے لپٹ گئی اُس کی آنکھون سے آنسو بہہ نکلے۔

"کیا ہوا علیزے تم رو کیوں رہی ہو" اُس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر وہ گھبرا گیا۔

"کچھ نہیں بھائی۔۔۔بس آپ کو اتنی دیر بعد دیکھا اس لیے

۔"

"اتنا ہی مس کر رہی تھی تو مجھے ملنے کیوں نہیں آئی" اُس نے شکائتی انداز میں کہا۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی اُس نے خود سے ہی اندازہ لگا لیا۔

"سمجھ گیا امی نے آنے نہیں دیا ہو گا اُنھیں تم لوگوں کی پڑھائی کی بہت فکر ہے، اچھا باقی سب کہاں ہیں"۔

"اریشہ سکول ہے اور عمار کالج اور بابا اپنے کمرے میں۔۔۔

۔"

"اور امی؟"۔

"امی تو۔۔۔"۔

"ارے محب۔۔۔بیٹا تم۔۔۔کیسی طبیعت ہے تمھاری؟

" عقب سے بابا نے آواز دی۔

"بابا میں ٹھیک ہوں بس آپ لوگوں سے ملنے کا دل کر رہا تھا اس لیے یہاں آگیا۔۔۔امی کہاں ہیں"۔

"اچھا اب تمھارے سینے میں درد تو نہیں ہے" اُنھوں نے اُس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں بابا۔۔۔امی کہاں ہیں" اُس نے ایک بار سے امی کے بارے میں پوچھا۔

"میں جانتا ہوں تم ٹھیک ہو لیکن پھر بھی میں ڈاکٹر کو بلا لیتا

ہوں وہ تسلی کر لے گا کہ واقعی تم ٹھیک ہو یا نہیں"۔

"بابا میں آپ سے کیا پوچھ رہا ہوں اور آپ کیا کہہ رہے ہیں" وہ زچ ہو گیا تھا۔

"بیٹا۔۔۔وہ یہیں ہے ہمارے ساتھ" بالآخر اُنھوں نے جواب دے ہی دیا تھا۔

"کیا مطلب یہیں ہیں۔۔۔اگر یہیں ہیں تو نظر کیوں نہیں آ رہیں"۔

"محب تم اُسے نہیں دیکھ سکتے لیکن میرا یقین کر و وہ ہمارے ساتھ ہی ہے"۔

"بابا یہ آپ کیسی پہیلیوں میں باتیں کر رہے ہیں مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا" وہ پہیلیوں سے تنگ آ گیا تھا۔

"علیزے تم بتاؤ ماما کہاں ہیں۔۔۔وہ نا ہی مجھ سے ملنے اسلام آباد آئیں تھی ابھی یہاں آیا ہوں تو یہاں بھی نہیں ہیں آخر تم سب کیا چھپا رہے ہو مجھ سے"۔

"بھائی۔۔۔امی" اُس نے پہلے بابا کی طرف دیکھا اور پھر سے محب کی طرف۔

"علیزے میں اس وقت پاگل ہو رہا ہوں مجھے سچ بتا دو کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا دل پھٹ جائے اور میں۔۔۔"۔

"بھائی امی اب اس دنیا میں نہیں ہیں" بالآخر اُس نے بتا ہی دیا۔

"کیا۔۔۔" سچ سُن کر اُسکی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں تھی اور بے سدھ ہو کر گرنے ہی والا تھا کہ مہوش سے اُسے سنبھال لیا۔

"چھوڑ دو مجھے تم سب جانتی تھی لیکن پھر بھی مجھے۔۔۔" اُسنے روتے ہوئے مہوش سے کہا۔

"مجھے معاف کر دو محب لیکن یہ بڑی امی کی نصیحت تھی کے جب تک تم ٹھیک نہیں ہو جاتے ہم تمھیں کچھ نہ بتائیں"۔

"کیسے ہوا یہ سب" وہ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گیا تھا اور مہوش بھی اُس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی تھی۔

"تمھارے سینے میں جو دل دھڑک رہا ہے وہ بڑی امی کا ہی ہے"۔

"کیا۔۔۔لیکن کیوں۔۔۔؟" اُس نے سوالیہ نگاہوں سے مہوش کی طرف دیکھا۔

"کیونکہ وہ ماں تھی بھائی۔۔۔" علیزے نے بھی اُسے دلاسہ دینے کی کوشش کی۔

"بڑی امی جانتی تھی کہ تم خود کو سنبھال نہیں پاؤ گے اور تمھارے دماغ میں بہت سے سوال بھی ہونگے
اس لیے وہ تمھارے لیے یہ خط چھوڑ گئیں ہیں مجھے یقین ہے

کہ تمھیں تمھارے جواب مل جائیں گے"۔

اُس نے خط کھولا اور پڑھنا شروع کیا۔

"محب میرے بچے مجھے بہت خوشی ہے کہ تم ٹھیک ہو گئے ہو اللہ تمھیں لمبی زندگی عطا کرے اور تمھیں دنیا جہان کی ساری خوشیاں عطا کرے۔ میں جانتی ہوں کہ جب تم ٹھیک ہو جاؤ گے تو مجھے اپنے سامنے نہ دیکھ کر سخت پریشان ہو جاؤ گے اور اُس وقت تمھیں کسی کے بھی سمجھانے سے کوئی بات سمجھ نہیں آئے گی اسی لیے میں خود تمھارے لیے تمھارے سوالوں کے جواب چھوڑ کر جا رہی ہوں۔

تم سوچ رہے ہو گے کہ میں نے ایسا کیوں کیا تو اس سوال کا جواب تمھیں اُس وقت ملے گا جب تم خود باپ بن جاؤ گے

۔

بیٹا اللہ تعالی قرآن پاک میں فرماتا ہے کہ تمھارا مال اور تمھاری اولاد تمھارے لیے آزمائش ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے پیارے بندوں کو ہی آزماتا ہے اور اُس نے مجھے اولاد کے ذریعے آزمایا اور مجھے اس وقت جو ٹھیک لگا میں نے وہی کیا۔ دیکھا جائے تو اس دنیا میں ماں باپ اولاد کے ساتھ ہمیشہ نہیں رہتے کچھ لوگوں کی اولاد ہی اُنھیں خود سے دور کر دیتی ہے اور کچھ کو موت اُن سے جدا کر دیتی ہے لیکن دیکھو میں کتنی خوش قسمت ہوں کہ ہمیشہ تمھارے ساتھ رہوں گی تمھارا دل بن کر۔ ہر انسان اس دنیا میں اپنی ایک محدود مدت کے لیے آیا ہے اور یہ سمجھ لو کہ میری وہ مدت پوری ہو چکی تھی اس لیے مجھے جانا ہی پڑے گا لیکن میرے دوسرے بچوں کی تمام زمہ داریاں جو میں پوری نہیں کر سکی اب وہ تمھارے ذمہ ہیں اُس نے آنکھوں سے آنسو صاف کیے اور مہوش کی طرف دیکھا جو اُس کے ساتھ وہ خط پڑھ رہی تھی۔

میں جانتی ہوں کہ تمھارے بابا اور مہوش بھی اُن کا بہت خیال رکھیں گے لیکن تم اُن کو زیادہ اچھی طرح سمجھ سکو گے کیونکہ تمھارے سینے میں اُن کی ماں کا دل ہے اس لیے آج سے تم اُن کے لیے بھائی ہی نہیں

بلکہ اُن کی ماں بھی ہو۔ اب رونا دھونا چھوڑو اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرو مجھے یقین ہے کہ تم مجھے مایوس نہیں کرو گے۔ اللہ تعالیٰ تم سب کا حامی وناصر ہو" اُس نے خط بند کیا اور اپنے سینے سے لگایا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں امی کہ آپ کو شرمندہ نہیں ہونے دوں گا" اُس نے نم آنکھوں سے آسمان کی طرف دیکھ کر عہد کیا۔

ختم شد

(عید کیسی گزری اور اس کا کوئی

خاص پل کمنٹس کریں؟)

ا۔ اللہ کا فضل ہے عید اچھی گزری

اور مجھے کچھ پرانے دوست ملے یہی میرے لئے خاص

پل ہیں ۔

اور آپ سب کو میری طرف سے عید مبارک

وسیم رضا وسیم

☆☆☆☆☆

۔ ۲ داستان دل والو کیا پوچھتے ہو دل کی داستان

۔سب ٹھیک گزرا بس دل برما کے مسلمانوں میں اٹکا رہا

سفیان علی فاروقی

☆☆☆☆☆

۳۔ عید بہت اچھی گزری ۔رات کو سٹی سینما میں

بادشاہو فلم دیکھی ۔مزا آگیا

آصف سانول جوئیہ

☆☆☆☆

۴ ۔ ڈیوٹی پہ گزری لیکن بہت اچھی گزری ۔کچھ دوست آئے اور مل کے عید منائی

عابد خمار

۵ ۔بہت اچھی گزی اور خاص لمحہ مجھ کو میری بچھڑی ہوئی دوست مل گئی ۔ صبیحہ شاہ

صبی علی

٦۔بہت اچھی گزی اور خاص لمحہ میرا برتھ ڈے بھی تھا۔

امام فریدے

ے۔عید تو حسب معمول ہر سال اچھی گزرتی ہے۔

لیکن دستور زمانہ کے مطابق کسی کی خوشی اور کوئی عید کے دن بھی غم زدہ ہوتا ہے ۔ مجموعی طور پر بھی اگر ریاستی اور ملکی سطح پر نظر ڈالیں تو کشمیر میں اس سال بھی قربانی کرنے کے بجائے کئی بے گناہ اور معصوم جانوں کو گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا ۔

حال ہی میں برما میں بھی مسلمانوں کے ساتھ جو دلدوز واقعہ پیش آیا اور جس طرح سے مارا جا رہا ہے۔

یہ پورے عالم انسانیت کے لئے افسوس کا مقام ہے

مبتلائے درد کوئی عضو ہو تو روتی ہے آنکھ

کس قدر ہمدرد سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ

یہ ہمارا اولین فرض ہے انسانیت کے ناطے سے بھی اور ایمانی بھائی و بہن ہونے کے ناطے سے بھی کہ ہمیں جس طرح سے ہو سکے ان لوگوں کی مدد کریں۔

میری تمام قارئین سے گزارش ہے کہ ان تمام لوگوں کے لئے دعا کریں کہ اللہ سبحانہ وتعالی ان بے بس اور لا چار مسلمانوں کی غیبی مدد فرمائے اور دشمنوں کا نام و نشان اس صفحہ ہستی سے مٹا دے۔آمین

محمد عارف پرے

ڈوڈہ۔ بھالہ

آپ کا یادگار دن کون سا ہے اور کیوں ؟

۱۔ ہر دن ہی یادگار ہے کیوں؟ ہر روز دیکھتا ہوں میں اک داغ نہاں اور ...

عزز کیانی

۲۔ جب میں نے اپنی محبت سے نکاح کیا.

ناز پروین

۳۔ بہت سے ہیں کچھ غمگین ہونے کے باعث یاد گر گار بنے تو کچھ خوشی کے باعث جیسے امی کے انتقال کا دن اور اس سال ۲۳ رمضان کا دن والد کے انتقال ہوا اور ۷ سال پہلے ۲۳ رمضان ہی میری بیٹی کی ولا دت د ت ہوئی یوں وہ دن بہت خوش گو ا ر یاد بن گیا۔

عشرت آصف

۴۔ جب پوری فیملی کے ساتھ حج کیا تھا۔

ثنا حسین

۵۔

15 نومبر میری شادی کا دن۔جب ایک خوبصورتاور نیک سیرت انسان میری زندگی کا حصہ بنا۔

محمد عبید الرحمن

٦۔ جس دن میری میڈیکل میں سلکشن ہوئی اس دن میں خود کو ہوا میں محسوس کر رہی تھی۔

لاریب شیخ

٧۔جس دن میری پہلی کہانی ایک رسالے میں شائع ہوئی تھی ۔

ام ایمن ام ایمن

٨۔ 21 فروری کیونکہ اس دن میرا برتھ ڈے ہے

انشاء قریشی

٩۔ 21 فروری 4 بجے سے 5 بجے تک کا وقت یادگار ہے

ماریہ خان

١٠۔ 21 فروری 2017 کا یادگار دن ہے جو کبھی نہیں بھولے گا۔ کیونکہ اس دن مجھے ایک مخلص اور نیک شخص عزیزم عقیلہ رانی کی رفاقت نصیب ہوئی۔

ایچ ایم عارف

(حیاء_کیا_ہے)

١۔ لہ ربّ العزت کی نعمتوں کے استحضار کے ساتھ اپنی کوتاہیوں پر نظر کرنے سے جو درمیانی حالت پیدا ہوتی ہے اس کا نام حیا ہے .نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ ہر دین کا امتیازی خلق ہوتا ہے اوردینِ اسلام کا امتیازی خلق حیا ہے(.ابن ماجہ, بیہقی

حافظ محمد اقبال سحر ساہیوال

۲۔یا بس ایک سوچ ہے شائد غیر فطری ۔کیونکہ یہ صرف مشرق۔میں ہے مغرب والے اس سوچ سے آزاد ہے ۔یہ سوچ کبھی کبھی تو خوبصورت لگتا ہے لیکن اکثر نقصان کا باعث بھی بنتا ہے ۔ہماری ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے خاص کر عورتوں کے لئے تو یہ زہر قاتل ہے ۔

زبیر علی

۳۔ شرم اک ادائے ناز ہے اپنے سے ہی سہیمیں کتنے
بے حجاب کہ ہیں یوں حجاب میں

عزز کیانی

۴۔حیا پاکیزہ دل کی ایک خوبی ہے۔جس کی وجہ سے آپ بڑے اور چھوٹے کا ادب اور لحاظ کرتے ہیں۔حیا پردہ بھی ہے جس کی وجہ سے آپ ہر برائی ،زیادتی، گناہ اور گندے خیال سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں۔

عبید الرحمن خانیوال

۵۔ جھکا کے خود کو اگر دل نیاز مند بنےہماری سوچ
کے اندر نہ کبھی گند بنےحیا کو اوڑھ کے نکلیں گی
بیٹیاں گھر سےہر درس گاہ شریعت کی جو پانند بنے

امر علی چیچہ وطنی

۶۔حیا ایک ایسا رویہ ایک ایسا عمل ہے جس کی ہیت شعور سے شروع ہوتی ہے اور یہ کسی بھی جانور میں یا انسان میں اس وقت پیدا ہوتی ہے جب اسے برائی اور اچھائی کے فرق کا علم ہونے لگتا ہے

مصور حیات بھٹا

۷۔ یا ایک نور کی طرح ہے جس میں جتنی ہوگی وہ اتنا ہی پرنور نظر آئے گا____

ناصر حسین

۸ وہ جھجک ہے جو انسان کو منکرات سے روکتی ہے

ذوالفقار علی خان

۹۔سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ حیا عورت کا زیور ہے ...پردہ ستر شہداء کے برابر اجر رکھتا ہے....

وددان سالک

۱۰۔ حیا ۔۔ ایمان کی روح ھے ۔

علی مقدس

۱۱۔ حیاء ایک ہتھیار ہے جو کہ قیمتی ہے نبی کریمی ﷺ نے فرمایا اور جب تم میں حیاء نہیں تو جو جی چاہے کرو۔تو عمل کا ایک حصہ حیاء سے منسلک ہے۔

زارا صدف قمر

۱۲۔ ر فحش بات اور عمل سے رک جانا حیا کی علامت ہے۔۔۔

عمران انجم

۱۳۔ ایسی کوئی بھی بات یا کام جس کو کرنے سے ہمیں جھجک محسوس ہو وہ حیا ہے۔قدسیہ فرحین سومار کراچی

۱۴۔ گاہوں کی پردہ داری اور دل کی ایمان داری حیا ھے ۔۔۔

عارف حسین عافی

۱۵۔ حیا جنت کی کنجی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حیا ایمان کا حصہ ہے اور ایمان جنت میں لے جانے کا

راستہ ہے، برائی سنگ دلی کا نام ہے اور سنگ دلی جہنم میں لے جانے والی ہے۔ رب العالمین سے دعا ہے کہ ہم تمامسلمانوں اخلاص کے ساتھ اسلام کے احکام پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے ۔ آمین۔

محمد مسعود

١٦۔ حیا ایمان کی شاخ ہے

دادا محسن بن نور

ہوس (غربت پر مبنی ناول

مزمل حسین مزمل

پہلی قسط:

ہوس غربت پر مبنی ناول

از قلم: مزمل حسین مزمل اجمیری عارفوالا

عامر اور اسلم ایک ہی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ دونوں نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے سکول سے حاصل کی اور میٹرک کا امتحان قریبی ہائی سکول
سے پاس کیا تھا۔ عامر کے والد نازو ایک غریب کسان تھے اور اسلم کے والد مراد ایک ہسپتال میں نائب قاصد کے عہدے پر فائز تھے۔
ابھی اسلم نے میٹرک کا امتحان پاس ہی کیا تھا کہ اُس کے والد روڈ ایکسیڈنٹ میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ مراد کے دو ہی بچے تھے اسلم اور ثانیہ
ثانیہ کی عمر تقریباً 8 برس تھی اور وہ دوئم کلاس کی طالبہ تھی
اُدھر عامر کے ابو نازو نے چنے کی فصل کاشت کی تھی۔
مگر ایک رات محکمہ موسمیات نے وارننگ
جاری کی کے آئندہ 24 گھنٹوں میں تیز خوفناک طوفان آسکتا ہے عامر کُل 4 بہن بھائی تھے۔ عامر کی ماں رمشاء ایک نیک خاتون تھی اور گھر میں
گاؤں کے بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دیا کرتی تھی۔ عامر کا ایک بھائی ثاقب جو تقریباً 12 برس کا تھا بہت ہی لاڈلا تھا۔ اور

گھر میں جھگڑا معمول
کا کام تھا اور بہن کا جل کی دوستی قریبی ہمسائے میں گُل بانو
نامی طوائف سے ہو جاتی ہے۔ رات کے تقریباً 8 بجے ایک
خوفناک طوفان آتا ہے
جس سے نازو کی فصل تباہ ہو جاتی ہے اور گھر میں چند مویشی
بیماری کی وجہ سے مر گئے اب جب کے نازو بھی طوفان سے
چھت گرنے کی وجہ سے
ایک موٹی چھڑی آس کے ماتھے پر پڑتی ہے جس کی وجہ سے
نازو کی آنکھوں کو نقصان پہنچتا ہے اور گھر خستہ حالی طرف
گامزن ہو جاتا ہے اور
غربت نے عامر کے گھر میں ڈیرے ڈال دیئے۔ اُدھر اسلم کی
ماں نیلوفر جو کہ بیوہ ہو چکی تھی۔ اپنے ماموں کے بیٹے عارف
سے عشق کرتی تھی
اور عارف کو بہت پسند کرتی تھی عارف اگرچہ نوعمر تھا
مگر سفید پوش، چوڑا چہرا، دراز قد اور طاقتور جسم کا مالک تھا
۔ نیلوفر 2 بچوں کی ماں ہونے
کے باجود بھی ایک خوبصورت نوجوان عورت لگتی تھی۔ نیلو
فر جب بھی عارف کو دیکھتی تو اُس میں جنسی تسکین کا عنصر
جاگ اُٹھتا۔ عارف کو
جنسی عمل کیلئے راضی کرنے کی کوشش کرتی۔ مگر عارف بچنے
کی بھرپور کوشش کرتا مگر کبھی کبھی نیلوفر کی سیاہ زلفیں
س، رُخ گال اور بھرواں
جسم دیکھ کر عارف میں جنسی فعل مچل اُٹھتا۔ اُدھر عامر کی
بہن کاجل بھی جوان ہو چکی تھی اور طوائف گُل بانو کے شکنجے
میں پھنس چکی تھی۔
کیوں کہ اب عامر کے ابو نازو کی آنکھیں سفید ہو چکی
تھیں۔ اور رمشاء تھی تو نیک مگر اولاد کنٹرول سے باہر ہو چکی
تھی۔ اور رمشاء کا کہنا نہیں
مانتے تھے۔ عامر اور اسلم F.A کا امتحان پاس کر چکے تھے
مگر عامر سگریٹ نوشی اور لڑکوں سے آئے دن مسائل نے اُ
سکی ماں کے دل کو
جلا کر رکھ دیا۔ اسلم بھی اِس صحبت میں برابر کا شریک تھا۔
عامر کی بہن کاجل ایک جسم فروش لڑکی بن چکی تھی اور وہ
عامر سے چوری چھپے
ہمسائے کے گھر جاتی اور دھندا کر کے کچھ رقم لاتی اور اپنی ماں
کو دیتی اور کہتی میں گُل بانو کے گھر سلائی کا کام کرتی ہوں اور
کبھی کہتی میں
مٹی کے برتن بناتی ہوں اور گُل بانو مجھے اُجرت دیتی ہے۔

اب تو عورت شراب کے سواء کچھ نہیں
یوں ہوس میں کتاب کے سواء کچھ نہیں
لوگ پڑھتے ہیں اور بھول جاتے ہیں
پانی پر لکھے باب کے سواء کچھ نہیں

اسلم کی بہن ثانیہ آٹھویں جماعت کی طالبہ تھی۔ ایک رات بہت زیادہ بارش ہوتی ہے اور نیلو فر کو بہت تیز بخار ہو جاتا ہے اتفاقاً عامر اور اسلم قریبی گاؤں سے راشن لینے گئے تھے مگر واپس نہیں آتے۔ اور نیلو فر بھوک اور بخار کی وجہ سے جلد ہی سو گی اور ثانیہ گھر میں اکیلی تھی رات کے 11 بجے گھر کے لکڑی والے دروازے سے کسی نے دستک دی اور ثانیہ ہکا بکا رہ گئی کیوں کے نیلو فر کو بخار تھا اسلم اور عامر ساتھ والے گاؤں میں گئے ہوئے تھے رات کی تاریکی میں ثانیہ نے آگے بڑھنے کی جسارت کی تو اُس کے دل میں خوف کے انبار لگے ہوئے تھے۔ آخر کار وہ دروازے کے پاس جا کر پوچھتی ہے کہ تم کون ہو؟ تو اُس نے کہا میں گاؤں کا نمبر دار بشیر خان ہوں اور آپ کے بھائی اسلم پر چوری کا الزام ہے اور میں اپنے درباریوں کے ساتھ اُس کو گرفتار کرنے آیا ہوں۔
ثانیہ چونکہ جوان ہو چکی تھی اور بشیر خان نے گھر میں زبردستی داخل ہو کر اُن صندوق سے 30 ہزار روپے نکال لیئے جو ثانیہ کی ماں نیلو فر نے ثانیہ کے جہیز کیلئے جمع کیئے ہوئے تھے، نیلو فر جو کہ بھوک اور بخار کی وجہ سے بے ہوش پڑی تھی۔ بشیر خان ثانیہ کو دیکھ کر ساتھ لے جانے کیلئے تولنے لگا۔ کہا کہ اگر اسلم گرفتار ہو گیا تو تجھے چھوڑ دیا جائے گا۔ بشیر خان جو کہ ایک دراز قد کا مالک تھا اور بہت ہی کمینہ اور ظالم آدمی تھا اُس نے ثانیہ کو اُٹھا کر اپنے ڈیرے پر لے گیا اچانک ثانیہ کی ماں نیلو فر کی آنکھ کھلتی ہے تو وہ ثانیہ کو غائب پاتی ہے اور غم سے نڈھال اپنے پورے گھر میں تلاش کرتی ہے مگر ثانیہ جو کہ بشیر خان کے قبضہ میں جا چکی تھی۔ رات کے 1 بجے اسلم اور عامر راشن لیئے گھر میں داخل ہوتے ہیں تو اُنہوں نے نیلو فر کو تنہا پایا تو عامر اور اسلم حیران رہ گے۔ اسلم نے نیلو فر سے ثانیہ کے بارے میں پوچھنے کی کوشش کی مگر کچھ حل نہ نکلا اِدھر بشیر خان معصوم لڑکی ثانیہ کو دربار میں برہنہ کرکے بوس و کنار کرتا رہا اور ثانیہ کو کہتا تم مجھ سے شادی کر لو تم مجھے بہت اچھی لگتی

ہو اگر آپ نے میری بات نہ مانی تو میں
تمہارے بھائی اسلم کو جیل بھجوادوں گا۔ ثانیہ اک تو کم سن
تھی اور اوپر تنہا پانے کی وجہ سے بہت خوف زدہ تھی۔ اور بشیر
خان ثانیہ کے نرم ونازک جسم کو دیکھ کر
رہ نہیں پاتا تھا اور درباریوں کو کہتا ثانیہ کو شاہی کمرے میں
رہنے دیا جائے اور ثانیہ کو میری خدمت کیلئے چھوڑ دو اور جاؤ
اسلم کو تلاش کر کے لاؤ جب تک
اسلم نہیں آئے گا ثانیہ کو نہیں جانے دوں گا اُدھر عارف کو
نیلو فر کہتی ہے کہ میرے پاس رہا کر و کیوں کہ میں اکیلی
ہوں۔
ہمارے ساتھ دل لگا رہتا ہے اور وقت اچھا پاس ہو جاتا ہے
دراصل نیلو فر عارف سے شادی کرنا چاہتی ہے 15 دن کے
بعد عامر اور اسلم
پولیس میں انٹرویو دینے کے بعد گھر واپس آرہے ہوتے ہیں
اور راستے میں پرائمری سکول کے دروازے کے باہر لوگوں کا
ایک ہجوم دیکھنے
کو ملتا ہے عامر اور اسلم بھیڑ کی وجہ دریافت کرتے ہیں تو
معلوم ہوتا ہے۔ کاجل کو طوائف گُل بانو سے کسی نے اغواء
کر لیا ہے۔ اور عامر اور اسلم
شدید غصے میں ہوتے ہیں اور گُل بانو سے پوچھتے ہیں کہ کاجل
کو تم نے اغواء کروایا ہے۔ لیکن گُل بانو مسلسل انکار کرتی
رہتی ہے آخر کار عامر اور اسلم
قریبی تھانے میں گُل بانو کے خلاف اغواء کا پرچہ کٹوا دیتے
ہیں اور اگلی رات پولیس گُل بانو کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیتی
ہے۔ ادھر عامر کی ماں
رمشاء کاجل کے اس اغواء کے واقعہ کے حوالے سے گل بانو
پر کوئی شک نہیں کرتی مگر عامر اور اسلم ماں کی طرف سے
گل بانو کو معاف کرنے کی
درخواست قبول نہیں کرتے۔ رات کا اندھیرا چھا رہا ہوتا ہے
اور ثاقب اپنے دوست عمران کے ساتھ ہاکی میچ کھیلنے چلا جاتا
ہے۔ وہاں MNA
صفدر خاں کی بیٹی آصفہ بھی آئی ہوتی ہیں۔ اور ثاقب ہاکی میں
مہارت رکھتا تھا۔ اُس کی ٹیم نے نائٹ میچ میں جنوبی کلب کو 5
گول سے شکست
دی اور آصفہ سے انعام وصول کیا۔ اور آصفہ نے ثاقب کو کہا
کہ تم صبح 10 بجے میرے آفس میں تشریف لائی۔ مجھے تجھ
سے کچھ بات کرنی ہے
اور ثاقب نے کہا کہ ٹھیک ہے میڈیم جی میں آجاؤں گا صبح

9بج کر45منٹ پر ثاقب آصفہ کے آفس پہنچ جاتا ہے اور
آصفہ ثاقب سے کہتی ہے کہ
مجھے لگتا ہے کہ آپ ایک غریب فیملی سے تعلق رکھتے
ہیں۔میں کہتی ہوں آپ میرے آفس میں اسسٹنٹ کے طور
پر جاب کر لو۔اور میں آپ
کو تنخواہ کے علاوہ ہر طرح کی مدد کرنے کو تیار ہوں۔ویسے تم
مجھے ایماندار لگتے ہو ثاقب نے کہا شکریہ۔مزید ثاقب نے کہا
میں سوموار سے
جاب کیلئے آؤں گا اور اپنے بھائی عامر اور والدہ رمشاء سے
مشاورت کر کے بتا دوں گا۔ادھر بشیر خان کے ڈیرے میں
گرفتار عامر کی بہن ثانیہ
دل کا دورہ پڑنے کے باعث وفات پا جاتی ہیں۔مگر درباریوں
میں سے سلامت علی نے عامر کو بتایا کے ثانیہ دل کا دورہ نہیں
بلکہ بشیر خان کے
تشدد اور ظلم وزیادتی کی وجہ سے ہلاک ہوئی ہے بشیر خان
ثانیہ کے مرنے کے بعد عامر اور اسلم کو معاف کرنے کا اعلان
کرتا ہے مگر اسلم اور عامر
دونوں معاف ہونے کے بعد ثانیہ کی موت کے حوالے سے
پولیس کے آنے پر بشیر خان کے خلاف عدالت جانے کیلئے
تیار ہو جاتے ہیں
مگر عامر کی ماں کے کہنے پر عامر اور اسلم بشیر خان کو معاف کر
دیتے ہیں گُل بانو جو کہ جیل میں زندگی کاٹ رہی ہوتی ہے۔
ایک دن رمشاء
کو علی الصبح خط وصول ہوتا ہے جس میں گل بانو لکھتی ہے کہ
کاجل مجھے بتائے بغیر دھندا کرنے کیلئے غائب ہو گی
تھی۔۔۔۔۔۔۔
ایک دن قبل کاجل نے اپنی امی رمشاء کو اپنی شادی کے
بارے میں کہا تھا۔مگر رمشاء کو چونکہ کاجل کے دھندے کے
ذریعے سے پیسے مل رہے تھے
جس کے ذریعے گھر کا سسٹم چل رہا تھا۔اس لیئے رمشاء نے
کاجل کی بات پر کوئی توجہ نہ دی۔تھی تو عجیب صورت حال
کہ ایک ماں اپنی بیٹی کے دھندے
والے کام سے خوش تھی مگر یہ مجبوری تھی کیونکہ ثاقب اور
عامر اپنی ماں کی کوئی مالی مدد نہیں کرتے تھے8ماہ گزرنے کے
بعد جیل گل بانو اپنی بیرک میں
موجود کسی خاتون قیدی سے لڑ پڑتی ہے اور دماغ پر چوٹ
آنے کے بعد2دن موت کے منہ میں چلی جاتی ہے۔اس
طرح کاجل کے اغواء کا کوئی سُراغ

نہیں ملتا۔ادھر ثاقب نے آصفہ کے آفس میں 10 ہزار ماہانہ
تنخواہ پر کام کرنا شروع کر دیا مگر آصفہ کے والد صفدر خان
ثاقب کو اپنے آفس میں نہیں دیکھنا
چاہتے تھے۔ مگر بیٹی کی خواہش پر ثاقب کو برداشت کر لیتے
تھے۔ آصفہ جو کہ کالج میں کمپیوٹر سائنس کی سٹوڈنٹ تھی۔
اور کالج میں "خواتین میں شعور آگاہی"
تنظیم کی صدر بھی تھی۔ اور بعد میں اُس نے ثاقب کو اپنی
گاڑی کا ڈرائیور مقرر کیا۔ اور ہمیشہ اپنے ساتھ رکھنا چاہتی تھی
آصفہ تقریباً 17 سال کی تھی اور ثاقب کی عمر
16 سال کی تھی۔ مگر ثاقب غربت کے باعث اور وسائل
کے نہ ہونے کی وجہ سے آصفہ کے ساتھ رہنے پر مجبور تھا۔
آصفہ ثاقب سے شادی کی خواہشمند تھی
مگر ثاقب صرف اور صرف ملازم کے طور پر تعلق قائم رکھنا
چاہتا تھا۔ اُدھر ثاقب کی ماں رمشاء بیمار ہو گی اور قریبی
سرکاری ہسپتال سے علاج ومبالغہ کرواتی
رہی غربت اور عدم توجہ کے باعث رمشاء کو برین کینسر ہو گیا
تھا۔ اس کے بیٹے ثاقب نے آصفہ سے اپنی ماں بیماری کے
حوالے سے ذکر کیا تو آصفہ نے کہا کہ
میں اس صورت حال میں آپ کی کیا مدد کر سکتی ہوں ثاقب

نے کہا میری امی کے برین کینسر کے علاج کیلیئے 2 لاکھ روپے کی
اشد ضرورت ہے آصفہ نے جھٹ پھٹ سے 2 لاکھ روپے
نکال کر ثاقب کو دے دیے۔-----------------
آصفہ نے ثاقب سے کہا کہ اگر بلڈ کی ضرورت ہو مجھے بتانا۔
رمشاء کو لاہور کے ایک پرائیویٹ ہسپتال میں شفٹ کر دیا گیا
وہاں پر رمشاء کا آپریشن ہونا تھا۔ ثاقب آپریشنکے دن
ماں کی خدمت میں لگا رہا یہاں عامر کا دوست اسلم بھی آیا ہوا
تھا۔ ڈاکٹر نے بتایا کہ دعا کرو کے آپریشن کامیاب ہو جائے
آپریشن سے قبل آصفہ بھی اپنی گاڑی لے کر آ پہنچی اور
ثاقب
کو مدد کیلیئے کہا۔ ثاقب نے کہا کہا آصفہ اب تمہاری صرف دعا کی
ضرورت ہے ثاقب نے آصفہ کی ملاقات اپنے بھائی عامر سے
کروائی۔ اور آپریشن تھیٹر کے باہر اسلم، عامر، ثاقب اور
آصفہ ایک ہی ٹیبل پر بیٹھ گئے۔ چند گھنٹے بعد ڈاکٹروں نے بتایا
کہ رمشاء کیلیئے اگلے تین، چار گھنٹے انتہائی اہم ہیں۔ آصفہ نے
ڈاکٹر صاحب کو بتایا کہ رمشاء کی صحت کیلیئے بھرپور
کوشش کی جائے۔ یہ کہہ کر آصفہ اور دوسرے لوگ ہسپتال
کی کنٹین کی طرف بڑھے اور وہاں ہلکا پھلکا ناشتہ کیا۔ کیوں کہ
سارا دن بھوکا پیاسا رہنے سے سب لوگ جسمانی طور پر

خود کو کمزور محسوس کر رہے تھے۔ جونہی وہ کنٹین سے نکلے اور آپریشن روم کی طرف چلے تو وارڈ سرونٹ سے دروازہ کھولا اور ڈاکٹر صاحب نے عامر اور ثاقب سے کہا افسوس ہے کہ آپ کی والدہ اب اس دنیا میں نہیں رہی۔ عامر، اسلم ،ثاقب اور آصفہ والدہ کی خبر ہر انتہائی جذباتی ہو کر رونا شروع کر دیا۔ کچھ دیر کے بعد لاش کو ایمبولینس کے ذریعے عامر

کے گھر روانہ کر دیا گیا۔ نماز جنازہ مقامی جناز گاہ میں ادا کر دی گئی۔ اور نہر کے قریب بابا نور شاہ قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ اب ثاقب کی والدہ کی وفات کے بعد آصفہ کا رسم طور پر ثاقب کے گھر آنا جانا شروع ہو گیا تھا۔ عامر بھی آصفہ کی مدد کے حوالے سے بہت خوش تھا اور دل سے اس کا قدردان تھا آصفہ کیوں کہ ایک امیر گھرانہ تعلق رکھتی تھی اور

ثاقب اب ماں اور بہن کا جل کے سایہ سے محروم ہو چکا تھا۔ عامر اور اسلم دونوں پولیس ڈیپارٹمنٹ میں سپاہی کے طور پر سلیکٹ ہو گئے۔ ادھر آصفہ کی عمر 24 سال ہو چکی تھی اور ثاقب کی خواہش تھی اگر آصفہ سے شادی ہو جائے تو وہ ایک خوشحال زندگی بسر کر سکتا ہے۔ ایک دن صبح سویرے آفس

میں آصفہ کاروباری فائلز چیک کر رہی تھی اور ثاقب کو آواز دی کہ ایک کپ چائے لے کر آؤ۔ ثاقب چائے لے کر آیا تو آصفہ نے کہا کہ ثاقب یہاں کرسی پر بیٹھ جاؤ مجھے تجھ سے کچھ بات کرنی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ میرے والد صفدر خاں تجھ کو اچھا نہیں سمجھتے۔ مگر میں نے اپنی امی ریحانہ سے آپ کی دیانت داری کی تعریف کی تو وہ بہت خوش ہوئیں۔ اور آپ مجھ سے شادی کرنے کو تیار ہو تو میں آپ کی زندگی بننے کو تیار ہوں۔ ثاقب تو جو بات خود کرنا چاہتا تھا وہ آصفہ نے کر دی۔ ثاقب نے فوراً ہاں کر دی اور صفدر خاں کی بیوی ریحانہ آصفہ کی شادی ثاقب سے کرنے کیلئے تیار ہو گی صفدر خاں امیر ہونے باوجود اپنی بیٹی کے کہنے پر شادی کی رسومات انتہائی سادگی سے ادا کی گئی۔ چند دن کے بعد آصفہ اور ثاقب عامر سے ملنے آئے اور آصفہ نے ثاقب کے بھائی

عامر کو بتایا کہ میری دوبئی میں ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب ہو گئی ہے۔ اور میں ثاقب کو ساتھ لے جانا چاہتی ہوں عامر نے ثاقب کی طرف اشارہ کیا اور ثاقب نے کہا کہ بھائی جیسے تم چاہو۔ آخر کار عامر ثاقب کو آصفہ کے ساتھ دوبئی بھیجنے پر رضامند ہو گیا اس طرح آصفہ اور ثاقب مستقل طور پر دوبئی رہائش اختیار کر لی۔

دوسری طرف اسلم کی ماں نیلو فر تنہائی کی زندگی بسر کر رہی
تھی۔ کیوں کہ نیلو فر کے ماموں کے بیٹے عارف نے نیلو فر سے
شادی کرنے سے انکار کر دیا تھا
اسلم اور عامر زیادہ وقت اپنی ڈیوٹی میں صرف کرتے تھے اس
لیئے نیلو فر کی بہتر دیکھ بھال نہ کرتے نیلو فر کی زندگی مسلسل
تنہائی کا شکار ہوتے جا رہی تھی۔
ایک شام آئی جی پنجاب علی محمد بنگش نے سیکورٹی کے حوالے
اعلیٰ سطحی اجلاس بلوایا۔ اس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ ملک میں
کرپشن، ڈاکہ، چوری وغیرہ کے
جرائم میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اس کی روک تھام کیلیئے ہم کو
سخت اور پوری اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ آئی جی
پنجاب پولیس علی محمد بنگش نے ٹاسک
عامر اور اسلم کے ذمہ لگایا۔ کیوں کہ آئی جی پنجاب علی محمد
بنگش کو یہ یقین تھا کہ عامر اور اسلم اس مسئلے کو ایمانداری سے
پایا تکمیل تک پہنچا سکتے ہیں اور ملک میں
جرائم کی روک تھام کیلیئے گرینڈ آپریشن کا فیصلہ کیا گیا۔ جس کا
آغاز جولائی کے پہلے ہفتے میں کرنا تھا۔ آپریشن سے قبل اسلم
اپنی ماں نیلو فر سے ملنے گھر جاتا ہے
کہ ماں اسلم کو گلے لگا لیتی ہے اور جذباتی ہو کر رونے لگتی ہے۔

کیوں کہ گھر میں صرف اسلم ہی بچا تھا جو ماں کی کفالت کر رہا
تھا۔ اُس دن عامر بھی اسلم کے ساتھ تھا
نیلو فر نے عامر اور اسلم کو اپنے مٹی کے گارے سے بنے گھر
میں لے گئی۔ گرمیوں کا موسم تھا مگر اس مکان میں پتا نہیں
کوئی خاص بات تھی کہ ٹھنڈک کا اثر انتہائی
گرمی میں بھی قائم رہتا تھا نیلو فر نے لذیذ دار کھانا پکایا اسلم اور
عامر کھلایا۔ دونوں دوستوں نے ماں جی کے کھانے کی بہت
تعریف کی اور دونوں نے جی بھر کر کھانا
کھایا۔ رات کے 8 بجے اسلم نے ماں سے رخصت طلب کی اور
ماں سے کہا کہ دعا کرنا ہم لوگوں کے حقوق کے تحفظ آپریشن
میں کامیاب ہو سکیں۔ رخصت کے وقت
اسلم کی ماں کے آنسو رو کنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ مگر
جانے والے کب روکتے ہیں عامر اور اسلم جولائی کے پہلے ہفتے
آپریشن کا آغاز کر دیا۔
آپریشن میں کل 50 کے قریب پنجاب پولیس کے نوجوان
حصہ لے رہے تھے اور کمانڈ اسلم اور عامر کے ہاتھ میں تھی
پہلے دن ٹوبانومی بستی میں آپریشن کیا گیا
جس میں 60 کے قریب جرائم پیشہ افراد کو زیر حراست لیا گیا
مگر اگلی صبح عامر اور اسلم کو سارنگ عرف سانگی ڈاکو کے

خلاف اُن کے علاقے کرم پور میں آپریشن کرنا تھا
تو انتہائی مشکل اور جان لیوا ٹاسک ثابت ہو سکتا ہے۔ دن
1 بجے کرم پور کے علاقے میں پولیس کا چاک و چوبند دستہ
داخل ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔
کرم پور کا علاقہ جنگلات سے ڈھکا ہوا تھا سارنگ عرف سانگی
نامی ڈاکو کے پاس غیر ملکی جدید اسلحہ کے ساتھ میزائل اور ہینڈ
گرنیڈ تھے۔ کرم پور کے علاقہ میں پولیس کی گھسان کی جنگ
ہوئی
اور سانگی گینگ کے 25 افراد کو موقع پر ہلاک کر دیا گیا۔ مگر
ابھی تو آپریشن کا 25% حصہ مکمل ہوا تھا۔ آئی جی پنجاب علی
محمد بنگش کنٹرول روم میں بیٹھے آپریشن کا مکمل جائزہ لے رہے
تھے
اور پہلے دن کامیاب آپریشن پر علی محمد بنگش نے عامر اور اسلم
کو مبارک باد دی۔ دوسرے دن کچے کے علاقے میں جانا تھا
یہاں پر سارنگ ڈاکو اپنے حواریوں کے ساتھ آباد تھا۔ کچے
کے علاقے میں
پنجاب پولیس کا تازہ دم لشکر نے بھرپور جدید اسلحہ سے حملہ کیا
اور سارنگ کے ساتھی اکبر خاں کی فائرنگ سے پنجاب پولیس
کے 5 نوجوان ہلاک ہوگے اور 10 زخمی بھی ہوئے۔ زخمیوں
کو
ابتدائی طبی امداد کے بعد رانی پور جو قریبی ہسپتال میں منتقل
کر دیا گیا۔ مگر اسلم اور عامر کے جذبہ فرائض نے اُن کی ہمت
نہ ہارنے دی۔ مسلسل فائرنگ اور دھماکوں سے جنگ میں
کہرام مچ
گیا۔ پرندے اور جنگلی جانور نقل مکانی پر مجبور ہوتے جا رہے
تھے۔ آپریشن کی بڑی وجہ درمیان میں ایک نہر گزرتی تھی
جس کی وجہ گھنے جنگلات میں جانا بہت مشکل تھا۔ سارنگ
انتہائی
خطرناک اور ظالم ڈاکو تھا اس نے تقریباً پچھلے 5 سالوں میں
100 سے زائد افراد کو موت کے گھاٹ اتار چکا تھا۔ پولیس کو
رات نہر کے نیچلے حصہ میں گزارنا پڑی صبح 9 بجے پھر فائرنگ
کا تبادلہ ہوا۔ اور عامر کے دائیں اور بائیں اطراف سے گولیوں
کی یلغار تھی اور یہ انتہائی خوفناک منظر تھا۔ پنجاب پولیس بھی
مشین گنوں سے بھرپور حملوں کا جواب دے رہی تھی دونوں
اطراف سے کافی جانی اور مالی نقصانات ہو رہے تھے۔ آخر کار
کشتی کے ذریعے پنجاب پولیس نے عامر اور اسلم کی زیر نگرانی
نہر پار کی اور کچے کے علاقہ میں داخل ہوگئے۔ ابتدا میں
پنجاب پولیس

کو2نوجوانوں کا صدمہ برداشت کرنا پڑا سارنگ کی کلاشنکوف سے نکلی ہوئی گولی سیدھی عامر کے سینے پر لگی اور عامر زخموں کو تاب نہ لاتے ہوئے چل بسا۔ اور اسلم کو اپنے بھائی کی لاش دیکھتے ہوئے شدید غصے سے بھر گئے اسلم نے اندھا دھند فائرنگ کر دی جس سے سارنگ عرف سانگی ڈاکو گولیوں کی زد میں آکر چل بسا۔۔۔۔۔۔۔

جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

باقی کا حصہ نئے آنے والے شمارے میں شائع کیا جائے گا۔۔۔۔۔۔۔

داستان دل کی معلومات کےلیے

03225494228 پر رابطہ کریں

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

نظم

میری پھولوں سے دوستی ہے بہت

میرا چمن ہے بہاروں کیطرح

کسی کی صبح ہوں کسی کی شام

لمحہ ہے وقت ہاں سانسوں کیطرح

عجیب خواب ہے یا خیال کوئی

شمع کی جان ہیں بس رات گئی بات گئی

دن کا چین چلے رات کی نیند چلے

کوئی امید جو ٹوٹے تو کوئی آدم انسان محسوس کرے وقت مردوں کیطرح

خواب ہیں خواب حقیقت ہے نہیں خواب غالب

پر کرم خاص ہو جاے رب کا تو حقیقت چلے دیکھے ہوے خوابوں کیطرح ..

اسداللہ غالب

داستان دل ڈائجسٹ کے لیے اپنی شاعری

03225494228واٹس اپ کریں

"اندھیرے میں جگنو"

تیری یاد جیسے ،اندھیرے میں جگنو

نظر آئیں ایسے، اندھیرے میں جگنو

پوچھے ہو کیا ہم سے ، کیا ہم بتائیں

ستم کیسے کیسے ،اندھیرے میں جگنو

کہ جس رات کو مل کہ روشن کیا تھا

روشن ہیں ویسے ،اندھیرے میں جگنو

بے نام محبت تھی جیسے تمہاری

بے نام ایسے ،اندھیرے میں جگنو

تیری یاد مجھ کو جلاتی ہے ایسے

کہ جلتے ہیں جیسے، اندھیرے میں جگنو

ہم بھی بکھرتے رہے یونہی اِسی

بکھرے ہیں جیسے، اندھیرے میں جگنو

میری زندگی کی جو کتاب ہے

اسکا بس اتنا ہی حساب ہے

تیرے نام سے ہی ابتدا

تیرے نام سے ہی نصاب ہے

ہر ورق پر تیری الفتیں

ہر ورق پر تیری چاہتیں

کچھ اور جو لکھنے کا سوچ لوں

وہ لمحے گزرے عذاب ہے

میری محبتوں کی جو کتاب ہے

تیرے نام اسکا ہر باب ہے...

فری ناز خان.....کراچی

یوں ہی سر راہ چلتے چلتے، سوچتا تو ہو گا مجھ کو

کسی اور کا ساتھ نبھاتے ، سوچتا تو ہو گا مجھکو

یوں ہے زندگی گزارو، یہی لب پہ میری دعا ہے

اپنی شادیانوں پہ سوچتا تو ہو گا مجھکو

کبھی کسی چہرے پہ جو مسکراہٹ دیکھی

یونہی ہنستے ہنستے سوچتا تو ہو گا مجھکو

کبھی راہ میں یونہی ٹھوکر لگے اس کو

آنسو کو ضبط کرتے سوچتا تو ہو گا مجھکو

کسی اور کے دامن کو پھولوں سے بھرتا ہو جو

پھولوں کو یونہی بھرتے بھرتے سوچتا تو ہو ہو گا مجھکو

فائزہ جعفری

داستان دل ڈائجسٹ کے لیے اپنی شاعری

03225494228واٹس اپ کریں

کہانی بدلنے کی چاہت ہوئی ہے

کروڑوں کو اب تک محبت ہوئی ہے

یہ بہروپ بھرتی ہے گرگٹ سے بڑھ کر

محبت کی عادت سے وحشت ہوئی ہے

کسی کو کبھی حد سے بڑھ کر نہ چاہو

او آخر محبت قیامت ہوئی ہے

ہمیشہ سے دشمن ہی خالص ملے ہیں

تو پھر کیوں عداوت سے نفرت ہوئی ہے

سرابوں کی خواہش فقط زہر قاتل

اجی زندگانی غنیمت ہوئی ہے

مہرین عابش

داستان دل ڈائجسٹ کے لیے اپنی شاعری

03225494228واٹس اپ کریں

یرا دیس، میری پہچان اس پر میرا سب قربان

مدقے اس پہ میری جان میرا دیس ہے میری شان

یرے دل کا ھے ارمان رہے سلامت اس کی آن

بز ہلالی پرچم کی اپنے سدا اونچی رہے اُڑان

پاند ستارہ یوں ہی چمکے اور بڑھائے اس کی شان

یرا دیس ، میری جان اس پہ واروں اپنی جان

ب کریں حفاظت اس کی اپنا سب کچھ کریں قربان

یرا دیس، میری پہچان اس پر میرا سب قربان

از قلم :فری ناز خان)کراچی

داستان دل ڈائجسٹ کے لیے اپنی شاعری

03225494228واٹس اپ کریں

کتاب زندگی

میری زندگی کی کتاب میں

بہت سے اوراق خالی ہیں

چند خوشیوں کے الفاظ خالی ہیں

تمارے انتظار میں خالی ہیں

اس رنگ زندگی میں

میرے رنگ خالی ہیں

دریا کے کنارے خالی کشتی کی طرح

زندگی کی کتاب میں

بہت سے اوراق خالی ہیں

تحریر : فجر نعیم قریشی

"زندگی اسی کا نام ہے"

کبھی ہنس دینا تو کبھی رو دینا

کبھی خزاں میں بہار تو کبھی بہار میں خزاں

کبھی بہت سے سوکھے پتوں میں ایک ہرے پتے کی طرح

تو کبھی بہت سے ہرے پتوں میں ایک سوکھے پتے کی طرح

کبھی شمع تو کبھی تاریک

کبھی کبھی ہلکی رم جھم کی طرح

تو کبھی بہت بارش کے بعد ہلکی سی سورج کی کرن کی طرح

کبھی بہت بھیڑ میں خاموش رہنے والی

تو کبھی بہت خاموشی میں شور اور حل چل مچانے والی

کبھی کبھی بہت تھک جانے والی

لیکن اس تھکاوٹ میں بی مزہ ہے

کیوں کہ ۔۔۔۔۔ زندگی اسی کا نام ہے

تحریر: فجر نعیم قریشی

داستان دل ڈائجسٹ کے لیے اپنی شاعری

03225494228واٹس اپ کریں

اُس نے کہا تم ہیرا بن جاؤ

میری خواہش ہے کہ

جب کوئی تمہیں دیکھے

تو تم سے پھوٹتی روشنی دِکھے

جہاں بھی تم کو پاؤں

ہر طرف رنگ اور روشنی ملے

میں نے اُس کی خواہش کی تکمیل کی

میں ہیرا بن گئی

لیکن وہ بھول گیا

مجھے ہیرے کی چاہ میں

پتھر بنا گیا!

انیلہ عسکری

داستان دل ڈائجسٹ کے لیے اپنی شاعری

03225494228واٹس اپ کریں

کوبکو دم بدم نظر آئے

تُو مجھے پھر بھی کم نظر آئے

لوگ تو اور بھی ہیں عالم میں

عشق کو ہم ہی ہم نظر آئے

پہلے دیر و حرم کی زینت تھے

اب تو دل میں صنم نظر آئے

راہ میں ساتھ ہی نہ تھا جن کا

قصے میں ہم قدم نظر آئے

سانس چلتی رہی درد بڑھتا گیا۔۔۔زندگی کا تسلسل ختم نا ہوا۔۔۔۔

دشت تنہا مسافر میں چلتی گئی ۔۔۔۔صحرا پھرتی گئی ۔۔۔۔

در بہ در جذبوں کی ٹھوکر ہی مجھ کو ملی ۔۔۔

سب کو چاہا فقط دل سے چاہا مگر ۔۔۔۔۔

مجھ کو سِکّے کی جیتنی نا الفت ملی ۔۔۔۔

میرے حصّے میں مجھ کو سزائیں ملی۔۔۔۔بیوفائی ملی بے اعتنائی ملی

ایسی ٹھہری محبّت کی سزا وار میں ۔۔۔ کہ دکھ سہ نا سکی ۔۔۔۔

گہرا طوفان تھا میری آنکھوں میں اور لب ساقط ہوئے ۔۔۔۔

کیسی تھی بے بسی ۔۔۔۔۔ایک عرصہ ہوا مجھ کو جیتے ہوئے ۔۔۔۔

لکین کرب کو اپنے بھلا نا سکی ۔۔۔

تیری یادوں کا موسم ختم نہ ہوا ۔۔۔۔

درد بڑھتا گیا اور بڑھتا گیا ۔۔۔زندگی کا تسلسل ختم نہ ہوا ۔۔۔

صبا علی

پیار میں جان ہار بیٹھے تو

وہ ہمیں یوں بہم نظر آئے

منزلوں پر پہنچ کے سوچا تو

کتنے ہی پیچ و خم نظر آئے

جس کے چہرے پہ مسکراہٹ ہے

اُس کے شعروں پہ غم نظر آئے

اقبال طارق

داستان دل ڈائجسٹ کے لیے اپنی شاعری

03225494228 واٹس اپ کریں

غزل

نہ چاہتے ہوئے بھی یہ دل جاگتا ہے

اور پھر دل ٹوٹ جانے کا ڈر جاگتا ہے

یہ خزاں کا موسم جب بھی آتا ہے

اگر برگ سوئے تو پھر شجر جاگتا ہے

حفاظت کرنی پڑتی ہے خود اپنے گھر کی

اگر سوئے دیوار تو پھر در جاگتا ہے

روتی ہوں اب بھی یوں ترے جانے سے

آنکھوں کے دریا میں بھنور اب بھی جاگتا ہے

تجھ کو چھو کر حسین کر دوں گی میں

کہ ہاتھوں میں ہنر میرے اب بھی جاگتا ہے

آؤ ملنے کی دعا کرتے ہے مل کر

کہ رات کا پچھلا پہر اب بھی جاگتا ہے

شاعرہ :ہما طاہر .ٹوبہ ٹیک سنگھ

اب کی بار عید پہ مھندی لگاؤ.

تب مجھے یاد کرنا.

ملنے جاؤ سہیلیوں سے اپنی.

تب مجھے یاد کرنا.

جلا کے چراغ ایک عید پہ چوکھٹ پہ اپنی رکھنا.

بجھ جائے اگر ہوا سے.

تب مجھے یاد کرنا.

کھولو گی جب ریشمی بالوں کو عید کے دن.

جب سنوارے گا، نہ کوئی تمھارے بال.

تب مجھے یاد کرنا.

بھلائے بیٹھی ہو سب کچھ.

اس دنیا داری میں.

لو آگئی عید پھر. اب مجھے یاد کرنا.

شاعر. شیراز احمد ساحر۔۔چشتیاں

0301-4687451

غزل

خدا نے مجھے کیوں اتارا جہاں میں

یہاں ہر طرف ہے خسارا جہاں میں

یہ رب کا کرم ہے میرے یار ورنہ

نہ ملتا کہیں بھی کنارا جہاں میں

محمد کے صدقے میں سو بار جاؤں

دیا جس نے ہم کو سہارا جہاں میں

پڑے ماند سب وہ دیے جو جلے تھے

اتارا گیا جب ستارا جہاں میں

نہ دیرو حرم میں وہ رہتا ہے دل میں

نہ توڑو اسے یوں خدارا جہاں میں

کوئی خوب سر ہے کوئی دربدر ہے

نصیبوں کا ہے کھیل سارا جہاں میں

غزل

شاہ آتے ہیں مگر دربان نہیں آتے

فیض آتا ہے صاحب فیضان نہیں آتے

یہ عجب بات ہے کہ صاحب سیف بھی

اب لڑنے کو سر میدان نہیں آتے

مسجدیں بھری پڑی ہیں نمازیوں سے

ان میں نظر صاحب ایمان نہیں آتے

جم غفیر ہے لوگوں کا ہر سمت دیکھو

آہ کہ کہیں بھی نظر انسان نہیں آتے

جن کے لیے لئے عرب سے اٹھ آیا تھا بن قاسم

ان بہنوں کے اب تو نگہبان نہیں آتے

جو کرتے ہیں حرام خوری سر عام یارو

ان کے لئے سزا کے کیوں فرمان نہیں آتے

شعر کہتا ہوں بس کہنے دو اسامہ

شعروں کے مجھے اوزان نہیں آتے

قلم اسامہ منور

درد کا سر رباب سے نکلا

آہ کبھی میں جو خواب سے نکلا

یاد مجھ کو دلا رہا تیری

پھول کوئی کتاب سے نکلا

ہے تو مشغول اب عبادت میں

اے جواں جب شباب سے نکلا

حکمراں بن گیا مرے دل کا

خوبرو جب حجاب سے نکلا

جب ادا شکر کا ہوا سجدہ

میں غموں کے عذاب سے نکلا

ہو مبارک تجھے سبھی کچھ اب

میں سوال و جواب سے نکلا

ہیں حلاوت تیرے حسیں بوسے

ہو نشہ جو شراب سے نکلا

زندگی بن گئی مری صابر

جب محبت سراب سے نکلا

فاعلاتن مفاعلن فعلن

محمد مسعود نوٹنگھم یو کے

گُزرے ہوئے لمحات کا سایہ ہے اب تلک

مجھ کو میرے جنون نے ستایا ہے اب تلک

خوشیاں تو کہیں دور بہت دور کھو گئیں

ہم کو غموں نے بار بار رولایا ہے اب تلک

چھوڑا ہے جب سے دنیا کے اِس کار زار کو

دل میں ایک خواب بنایا ہے اب تلک

جی میں میرے پھول میرا ہمسفر اور میں

یوں اپنے گھر میں باغ لگایا ہے اب تلک

نجانے ابھی کتنی آزمائشیں ہیں باقی

اللہ نے میرا ظرف آزمایا ہے اب تلک

کوشش ہے میری اِس امتحان میں سرخرو ہوں

ورانہ تو دل کو درد ہی بھایا ہے اب تلک

غزل

کبھی یقیں میں کبھی تم گماں میں رہنا

مجھے جو مِل نہ سکے اُس جہاں میں رہنا

سبب یہی ہے میرے دل کی لامکانی کا

زمیں پہ چلتے ہوئے آسماں میں رہنا

نکل پڑا ہوں تیرے بےنشاں جزیروں کو

نشان بن کے میرے بادباں میں رہنا

اُسی کے در پہ ہے دستک کی آرزو، جس نے

ازل سے سیکھا ہے بےدر مکاں میں رہنا

یوں زرد رنگ ہوئے جس کے باعث سلیم

کوئی شرط تھی کہ تم خِزاں میں رہنا۔۔

سلیم چوہدری۔ سعودی عرب

داستان دل ڈائجسٹ کے لیے اپنی شاعری

03225494228واٹس اپ کریں

دل کے معاملے بڑے عجیب ہے

دور رہے کر بھی ہم قریب بہت ہے

انہیں خود پہ بہت ناز ہے

اپنی محبت پہ ہمیں بھی یقین بہت ہے

ہمیں رقابت ھے اپنے رقیبوں سے

مگر انکے وہ رفیق بہت ھے

انھیں ملال بہت ھے ہماری چاہت پہ

ہم فدا انکے جلال پہ بہت ہے

ہمیں اچھا نہیں لگتا وہ کسی اور کو دیکھے

مگر انکی ہر اک سے شناسائی بہت ہے

ہر طرف برسائی انہوں نے اپنے پیار کی بارش

اک ہم ہی ہے جو ابھی تک پیاسے بہت ہے

ام ارسلان۔ساہیوال۔

داستان دل ڈائجسٹ کے لیے اپنی شاعری

03225494228واٹس اپ کریں

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ میں ٹوٹ جاتی ہوں

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے میں خود سے روٹھ جاتی ہوں

کبھی سفر مسلسل میں

کبھی جبر مسلسل میں

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے میں تھک جاتی ہوں

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے میں ٹوٹ جاتی ہوں

کبھی دریا کی لہروں میں

کبھی بارش کی بوندوں میں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے میں ڈوب جاتی ہوں

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے میں ٹوٹ جاتی ہوں

کبھی خشک آنکھوں سے

کبھی مسکراتے لبوں سے

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے میں ہار جاتی ہوں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے میں ٹوٹ جاتی ہوں۔۔

:نازیہ عمر(سپین)

ہم اپنی زندگی کی داستان کیا کیا سنائیں

اے دوست

ہم اس راہ پہ چل رہے ہیں جہاں

زندگی بھی ہماری ہمسفر نہیں

زاریا ناز

☆☆

ثنا جاوید انتخاب

"اس نے کہا کہ کون سا تحفہ ہے من پسند

میں نے کہا وہ شام، جو اب تک ادھار ہے!!

☆☆☆☆

تعلق توڑ دینے سے — کسی کو چھوڑ دینے سے

رفاقت ڈر نہیں جاتی — محبت مر نہیں جاتی!...

☆☆☆☆

ثنا حسین انتخاب

یہ آرزو تھی کہ تجھے توپ کے روبرو کرتے

بعد دھماکے کے پھر باقی کی گفتگو کرتے...

☆☆☆

عید تو آئی تھی ،

پر میرے کمرے سے باہر ہی رہی" ....

☆☆☆☆

اروش انتخاب

تم نے یہ کیسا رابطہ رکھا

نہ ملے ہونہ فاصلہ رکھا

☆☆☆

نہیں آنے کی اُمید اب اُنکی یارو---

انتظار چھوڑو، لحد میں اتارو، مٹی ڈالو---"

صبا بٹ انتخاب

تمہاری ذات سے آگے کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا۔!!

محبت مشورہ نہیں جو سارے شہر سے کر لیا جائے۔ ❤ !!

☆☆☆

محبت میں ذرا سی بےوفائی تو ضروری ہے

وہی اچھا بھی لگتا ہے جو وعدے توڑ دیتا ہے"

☆☆☆☆

چاند کیسے پورا ہو

آدھا ٹکڑامیں جو ہوں--

☆☆☆

یہ آرزو تھی کہ تجھے توپ کے روبرو کرتے

بعد دھماکے کے پھر باقی کی گفتگو کرتے...

☆☆☆

Sana Hussain k intkhab

تم نے یہ کیسا رابطہ رکھا

نہ ملے ہونہ فاصلہ رکھا

☆☆☆☆

نہیں آنے کی اُمید اب اُنکی یارو۔۔۔

انتظار چھوڑو، لحد میں اتارو، مٹی ڈالو۔۔۔

☆☆☆

Arwsh k intkhab

تمہاری ذات سے آگے کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا۔!

محبت مشورہ نہیں جو سارے شہر سے کر لیا جائے۔

☆☆☆☆

محبت میں ذرا سی بےوفائی تو ضروری ہے

وہی اچھا بھی لگتا ہے جو وعدے توڑ دیتا ہے